ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے!

ڈوبنے والوں کو جب میں نے دیا ساحل پہ ہاتھ
وہ مجھے بھی ڈوبنے کا مشورہ دینے لگے

دل کے ارماں آنسوؤں میں بہ گئے
ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے

مفتی محمد سجاد حسین قاسمی

نَحنُ نَقُصُّ عَلَيُــــكَ نَبَـــأَ هُــــمُ بِالُحَقّ

ہم تمہارے سامنے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں (الکہف رپ: ۱۸ر آیت: ۱۳)

ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے!

ڈوبنے والوں کو جب میں نے دیا ساحل پہ ہاتھ
وہ مجھے بھی ڈوبنے کا مشورہ دینے لگے

دل کے ارماں آنسوؤں میں بہ گئے
ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے

مفتی محمد سجاد حسین قاسمی

نام کتاب	:	ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے
مصنف	:	مفتی محمد سجاد حسین القاسمی نان پوری مقیم بنگلور کرناٹک
پہلی اشاعت	:	۲۰۲۱ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۲۰/روپئے
سلسلہ مطبوعات	:	باہتمام: مکتبہ سعدین یاسین نگر بنگلور

Ham Wafa Kar k bhi Tanha Rahgaye

by:

Mufti Md Sajjad Hussain Qasmi

فہرست ابواب

شمارہ	مضامین	صفحہ نمبرات

اس کتاب کو پڑھنا فرض ہے

میرے خلاف ہونے والی شکایات کے تعلق سے حق کے متلاشی احباب کی ہدایت و شکوک وشبہات کو دور کرنے والی یہ ایک اہم اور ضروری کتاب میں نے ترتیب دی ہے۔اس کا نام ''ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے'' میں نے رکھا ہے۔

اس کتاب میں شکایت،غیبت،بدگمانی،دھوکہ،بے جاالزام تراشی،یکطرفہ نظریات ،افراط وتفریط کی بے جا وغیر شرعی محبت کی طرفداری وغیرہ جیسے شیطانی امراض روحانیہ سے نجات پا کر دارین میں خوشگوار زندگی گذارنے کے لئے بہترین انداز میں کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ راہنمائی کی گئی ہے۔ساتھ ہی میراث کے تعلق سے بہت اہم معلومات بھی جمع کر دیا ہوں۔اس لئے یہ کتاب صرف میری کہانی پر مشتمل نہیں ہے۔ بلکہ ہر گھر کی اور ہر مظلوم اولاد کے لئے دارین میں ایک سپورٹ کرنے والی دستور حیات کتاب ہے۔

جو بدگماں شخص صرف ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' یعنی صرف سنی سنائی باتوں پر میری طرف دماغ خراب ہوجانے کی وجہ سے اس کتاب کو طاق میں رکھ دیگا اور نہیں پڑھے گا ۔وہ ''خُذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا كَدَرَ '' یعنی اچھی چیز کو لے لو اور بری چیز کو چھوڑ دو'' نیز قرآن مجید کی آیت غیبت'' وَلَا يَغْتَب بَعْضُكُمْ بَعْضًا الخ... کہ تم ایک دوسرے کی غیبت مت کرو'' کے خلاف عمل کر کے گناہ عظیم کے مرتکب ہوگا۔اس لئے اگر کسی سے خصوصا آپ مجھ سے بدگمان ہیں تو آپ کے لئے ''اس کتاب کو پڑھنا فرض ہے''۔

☆☆☆☆☆

پیش لفظ

یہ دنیا فانی ہے۔ یہ مثل اسٹیشن کے ہے۔ یہاں سب کچھ آنی جانی ہیں۔ یہاں نہ دارا رَہا۔ نہ سکندر۔ نہ امیر، نہ غریب! نہ فقیر نہ کوئی قلندر! نہ صحابہ، نہ اولیاء! حتیٰ کہ نہ کوئی پیر پیغمبر۔ پھر کس بات کی یہاں کوشش؟ اصل تیاری تو آخرت کی ہونی چاہیئے۔ یہ دنیا آخرت کے دو مقامات جنت اور جہنم میں پہنچنے کا ہوائی اڈہ ہے۔ جس نے صالحین، شہدا، صدیقین واولیائے کاملین اور پیغمبران خدا کو رہبر تسلیم کر کے اللہ کے قوانین کو تسلیم کی۔ ان کے مطابق زندگی گذاری۔ ان کو ہوائی ٹکٹ جنت والے پلین کا ملے گی۔ ٹائم آؤٹ ہوتے ہی وہ جنت میں اپنی نیکی کی قیمت کے بقدر سیٹ حاصل کر لے گا۔

اسی طرح جس نے نیکی نہیں کمائی۔ مال و کمال حاصل نہ کی۔ اس کا ٹکٹ اس کے مال کے بموجب چالوڈبے کے لئے ملے گا۔ وہ اپنے اعمال بد کے بموجب مار پیٹ دھکم دھکے، ریل پیل، بھیڑ بھاڑ اور تکلیف عظیم کے ساتھ جنرل بوگی والی سواری میں بیٹھ کر دوزخ میں جا پہنچے گا۔

گویا کہ یہ دنیا جنت وجہنم میں جانے کے لئے ہوائی اڈہ کے ساتھ ساتھ جنگی وعملی اکھاڑہ بھی ہے۔ جہاں اعمال صالحہ اور اعمال بد کے درمیان انسان اپنی خواہشات نفسانیہ کے تحت کشتی لڑ رہا ہے۔ جو جیتا سو پیٹا۔ جس نے دنیا کی ظاہری خوشنمائی اور خوبصورت اسکرین کے پیچھے وقت ضائع نہ کر کے اس کائنات کے بنانے والے کی طرف دماغ لگائی۔ ان کے حکم کے موافق اعمال صالحہ کی۔ کوئی اعتراض و چوں چرا نہیں کی۔ اس کا انعام جنت ہے۔ وہ دنیا کے پلین سے بہترین پلین یعنی موت کی سواری پر سوار ہو کر جنت میں جائے گا۔

جس نے اس دنیا کی رنگینیوں کی طرف قدم بڑھائی۔ دنیا کی طرف لپکا۔ من موجی اعمال بد اور ضد کی۔ کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ اہمیت نہ سمجھی۔ مشیر کے مشورہ پر عمل نہ کیا۔ غیر شرعی طور پر جو من میں آیا۔ بک دیا۔ لوگوں کو ان کے منازل و درجات کے حساب سے احترام نہ کیا۔ اخلاق کریمانہ سے کوسوں دور رہ۔ بس اپنے ہی خیالات میں رہے مسرور۔ محض رف مزاجی، بدعملی، بدقولی وغیرہ وغیرہ گناہ کر کے گناہوں کے دلدل میں پھنسے۔ وہ کھٹارے سواری یعنی موت کی سختی والی گاڑی میں سوار ہو کر تکلیف کے ساتھ جہنم میں جا گریگا۔ جس نے بین بین اور درمیانی اعمال کی۔ بالکل نہ وہ بچ پائے گا۔ سنو! بس ہے وہ بالکل مرا۔ کیوں نکہ کیا ہے۔ اس نے کام آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ پھر کیسے کھائے گا بھائی وہ دودھ اور پنیر! ایسے لوگ نصفا نصف سہولت و تکلیف کا چکھیں گے کا مزہ۔ اعراف ہے منجانب اللہ ان کے لئے مقام سزا۔

پس دنیا کے اس گذر گاہ میں سفر کی تکلیف برداشت کر کے منزل پر پہنچ کر سکون حاصل کرنے والا ہے عقلمند وسعید۔ جو شخص حالت سفر میں چاہتا ہے لوٹنا سفر کا مزہ۔ منزل پر پہنچنے کی پھر کرتا نہیں وہ پرواہ۔ سفر کے عظیم خطرات کی لپیٹ میں پڑتا ہے وہ برے حالات میں۔ اس کی راہ پر چلنے والے ہوں گے ان کے ساتھ میں۔ اہل عقل کو چاہئے کہ سفر دنیا کی تکلیف کو کرے برداشت۔ احکامات الہیہ کو زندگی سے نہ کرے بالکل برخواست۔ ہر ممکن سہولت کی اس دار فانی میں کرے وہ تلاش۔ برباد نہ کرے وقت اور سہولت آخرت کی کرے وہ ضرور تلاش۔ سکون آخرت کے لئے ہے بس ایک نور مبین۔ قوانین و گائڈ نگ بک ہے وہ نام ہے جس کا ''قرآن مجید''۔ تفسیر اس کی ہے احادیث سول ﷺ۔ سمجھے نہ کوئی انہیں بھی فضول۔ سکون زندگی کے لئے بس انہیں عادت بنائیں۔ کر کے انسٹال دونوں کو دارین میں آرام پائیں۔ خلاف میں ان کے نہ نکالے منہ سے کچھ اول فول۔ روشنی میں انہیں کے بولے ہر قول۔ نہ ہو خلاف میں ان کے کوئی عمل۔ چلتے رہیں بالتسلسل طرف منزل کے پختہ دل پختہ قدم۔ نہ ہو کہیں پہ وابستہ کچھ مفاد۔ بس کرتے رہیں رب سے چلتے ہوئے صراط مستقیم پہ برابر فریاد۔

فرصت اولیں میں سمجھیں کہ مرنا ہے ضرور۔ ہر گز دائمی نہیں ہے یہاں سرور ہے۔ بگڑ جائے گا فنکشن بدن کا سوچ لو۔ برے رہو گے تو کہے گا فرشتہ سب کچھ نوچ لو۔ کی ہیں رب نے کس طرح

بدن انسانی کی سیٹنگ ۔ جانو کتنی عجیب ہے رب کی یہ فٹنگ ۔ عزت ہے اس کی جانو حسن اعمال پر ۔ رہے گا یاں نہ کوئی دائمی چال پر ۔ جانئے حقیقت یہ بھی بدرجہ عین الیقین ۔ بحکم الٰہی ہو گیا جو وجود پذیر ۔ یقیناً اس کا بھی ہے ایک انتہا ۔ متوسط آخر ابتداء ۔ تین یہی حالتیں ہیں بس انتہاء ۔ تینوں کی بھی حالتیں ہیں پھر تین تین ۔ مدت ہیں ہر ایک کی بس کچھ ہی دن ۔ لاسٹ درجے کا جو ہپوائنٹ ۔ موت سے اس کا ہے جوائنٹ ۔ یہی ہے ٹائم سنو! آخری ۔ کرو نہ رب کے علاوہ کسی کی چاکری ۔ جیسے ہی ٹائم وہ ہو جائے گا آؤٹ ۔ ختم ہو جائے گی سیٹنگ سب اور ترتیب بدن ۔ مطابق قانون آج نہ کل ۔ کل نہ پرسو ۔ پرسو نہ ترسو ۔ دنیا سے بیشک پڑے گا جانا اے عزیز ۔ تماشے تمام یہیں کے یہیں رہ جائیں گے ۔ سارا گیم ۔ سارا محل ۔ ساری امیدیں بس خاک میں یہیں مل جائیں گی ۔

بقدر ضرورت کیجئے استعمال چیزوں کو اس دنیاوی جنکشن میں ۔ خیال کیجئے مگر ٹائم ٹیبل کا اس عارضی اسٹیشن میں ۔ پِلنہ جاؤ بغیر اس کے مکمل طور سے اس جہاں میں ۔ ورنہ مثل پِلّے کے کرنا پڑے گا ایک دن کِیں ۔ کِیں ۔ اس وقت عزرائیل کا کوئی نہ ہو گا قصور ۔ جو تکلیفیں ہوں گی ۔ ان میں ہوگا اپنا ہی ڈھول ۔ حقیقت ہے یہی اے عزیز ۔ وقت سیٹنگ کا ہوتے ہی چیز ہوتی ہے آؤٹ ۔ بگڑنے کی اس میں کیجئے ذرا بھی نہ ڈاؤٹ ۔ جیسے فٹ کردہ بم کرتا نہیں کسی کا انتظار ۔ چاہو نہ چاہو ۔ وقت مقررہ پہ وہ پھٹ جائے گا ۔ منتشر ہو کر بہت نقصان ہو جائے گا ۔

یہی حال ہے دنیا کی ہر چیز کا ۔ ثابت ہوا دنیا ہے بس مثل سیٹنگ ایک فولڈر ۔ اس میں جو جن و انس کا ہے چہل پہل ۔ ان کا بھی وہی ہے صورت حال ۔ ان سیٹنگ سے ختم ہو جائیں گے سب ۔ نظر نہ آئیں گی پھر کہیں پہ بھی خال خال ۔ نام اسی کا ہے قیامت جناب! جانتے ہیں اس حقیقت کو سبھی عزت مآب ۔ افسوس ہے پھر بھی سمجھ رکھا ہے تفریح گاہ لوگوں نے اس عالم کو ۔ جبکہ ہے اکھاڑہ دنیا کا یہ میدان جنگ ۔ گویا کہ ہوائی اڈہ ہے روح کی پرواز کا ۔ آتے ہی عزرائیل کے ہو گا نہ کچھ اثر کسی کے علاج و آواز کا ۔ پھر بھی موج و مستی میں ہیں یہاں سب کے سب ۔ آئے دن کاندھے پہ اپنے لے جاتے مردے ہیں قبرستان ۔ ہوتے ہیں ان میں شناشا غیر شناشا پرائے اور دوست ۔ والدین، بیویوں اور اولادوں کو بھی ۔ زیر زمین کرتے رہے ہیں سب کو پیوست ۔ پھر بھی

موت سے کسی کو خوف نہیں۔ وقت جان کنی بچنے کو تکلیف سے کچھ بھی کرتے تیاری نہیں۔ بہت بیپر وائی سے جی رہے ہیں لوگ۔ بے ترکیبی چلن سے پڑتے ہیں یہ جب بیمار۔ غلطی نظر آتی نہیں اپنی اور کرواتے ہیں علاج پہ علاج۔ واسطے صحت بدن کے ہر پارٹس کے کھول رہے ہیں ہاسپٹل بڑے بڑے۔ ریسرچ بھی اس میں خوب ہے ماہر فنون کا۔ عجیب وغریب اور بے شمار ہیں تدبیریں یہاں۔ ہائی، لو، نارمل کا تو ہے ان میں خیال۔ مختلف ناموں سے ان پوائنٹ پہ دوائیں کی جاتی ہیں بحال۔ خرچے کر رہے ہیں اس میں بے شمار۔ تاکہ رہے انسان ٹھکانے پہ اور باسلامت۔ زندگی رہے انسان کی چالاک وچست۔ رہے محفوظ اور بہت ہی تندرست۔

لیکن فائدہ ہے آخر کیا؟ سیٹ کیا ہوا وقت جب آ جائے گا۔ ہٹ جائیں گی نارمل پوزیشن سے سب چیزیں آٹو میٹک طور پر۔ کام آئے گا نہیں پھر ڈاکٹر نہ کوئی حکیم۔ عامل کامل نہ کوئی حاذق طبیب اور نہ کوئی کتاب طب ضخیم۔ کوئی نسخۂ کیمیاء نا ہی کوئی دوائے عظیم۔ بس سنو کہ سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا۔ جب لاد چلے گا بنجارا!!

آخر عقلمندی کیا ہے بزرگو دوستو! کرنی تدبیر حسن اس منزل کا جہاں سے آئے ہیں۔ خواہ سفر کی کی تکلیف کیوں نہ کرنی پڑے برداشت۔ واسطے تدبیر کے اصل مغز ہے لیکن وہی۔ جو قوانین و ضابطے ہیں نزول وحی۔ نام ہے اس کا قرآن مجید۔ تفسیر جس کی ہے احادیث سعید۔ راہ حد اعتدال میں دوا ہے یہی اے میرے عزیز۔ کام کے ان کے سامنے عقلی کوئی نہیں تجویز۔ بس یہی یکساں سول کوڈ ہے۔ واسطے صحت کے لئے ہے یہی نسخۂ دائمی۔ مجموعہ ان نسخوں کے ہیں گنتی کے اصل میں پانچ۔ کلمہ، روزہ، زکوۃ، حج ونماز۔ سنو! حفاظت کا ہے اصل میں یہی اسلامی سیش محل!

ان میں بھی مجموعی طور پر سبھوں کا علاج ایمان ہے۔ پھر نماز میں ہے ایمان کا دخول۔ فرمادیا ہے اللہ نے ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھَا عَنِ الْفَحْشآءِ وَالْمُنْکَر'' کہ صاف صاف قرآن میں۔ معنی جس کا یہ ہے بالکل صحیح۔ روکتی ہے نماز کل فحش ومنکرات سے۔ ہے فحش سے مراد امراض روحانیہ سے دفاع۔ اس لئے نہ کرے کوئی کاہلی نماز سے۔ سنو جب پڑھو گے تم نماز ایمان سے۔ بوقت ناپاکی کرنا پڑے گا پھر غسل۔ گر پاک ہو بدن تو کرنا واجب ہے وضو۔ طہارت روح کے ساتھ ہوتا ہے اس سے پاک وصاف بدن۔ جس سے نہ ہوں گے کوئی امراض بدن۔ کیوں کہ امراض بدن بھی

داخل منکرات ہیں۔سنو! بیماریاں کوئی ہوتی نہیں محبوب۔معنی ہے منکرات یہی مغضوب۔مراد ہے یہی منکرات سے آیت مذکور میں۔یعنی امراض جسمانی سے بھی دفاع ہے نماز میں۔

مطلب واضح ہے کہ کل شفا کا علاج ہی نماز ہے۔واضح ہو جانے کے بعد بھی پڑھتے نہیں لوگ مگر نماز۔احکامات الہیہ پر دیتے نہیں وہ دھیان۔من موجی اور خوبصورت تو کرتے ہیں بیان۔کوئی فائدہ کا نہیں لیکن یہ گیان۔سنو! جاؤ مت صرف خوبصورتی کے طرف۔ہوتی ہے پیچھے اس اسکرین کے تیر ہدف۔ہو جاؤ پابند شریعت مت سمجھو بوجھ تھوڑی سی تکلیف کو۔تکلیف شریعت تکمیل تسہیل کا ہے پیش خیمہ۔حکم قرآن میں تفسیر کا لگا دیا ہے نبی نے ضمیمہ۔

مت ہو عاقل اس سے کبھی بھی غافل۔پہنچے تکلیف کوئی تجھے اگر۔یاد کر فوراً اللہ کو پہلے پہل۔پھر کر تجویز دوا و تدبیر کی۔ساتھ ہی کر ہاسپٹل کا بہتر انتخاب۔چھوڑ کر اللہ کے در کو کیوں کھولتا ہے پریشانی کا باب۔گر کرتا ہے ایسا تو شیطانی چال ہے۔رول ہے اس کی ثالثی کا اور بہکاوے کا خیال ہے۔دائمی جو دشمن ہے تیرا وہ یہی شیطان ہے۔مشورۂ ربانی پر کرنے دیتا نہیں شیطان عمل۔کیوں کہ ہٹا کرسی سے، چھنی سرداری اس کی بوجہ انسان کے۔دشمنی نکالتا ہے اسی سبب سے وہ حضرت انسان سے۔یعنی بوجہ حسد چاہتا ہے بدلہ وہ اے اسد۔ڈھیٹ ہے اس میں وہ بوجہ پرمیشن مل جانے کے رب جلیل کے۔یہ بھی کوئی پھکٹ میں نہیں بلکہ امتحان ہے شیطان کا۔ہنستا دیکھتا ہے اسے خالق دو جہاں۔کیا کیا کر پاتا ہے آخر یہ مخلوق خدا۔چل کتنی چالبازی آخر چل سکتا ہے تو! دیا تجھے ہے بہکانے کو پرمیشن تو ادھر صفت رحمان و رحیم ہیں۔لاکھ کرے گا بندہ گناہ تو بخشنے کو غفور الرحیم ہے۔تنبیہ صریح کے بعد بھی ضد کے اندھیرے میں رہا جو شریر۔حسد کے پردے میں مصروف عمل ہے وہ بدنصیب۔

انسان کو بھی ادھر اللہ نے تنہا چھوڑا نہیں۔واسطے بچنے کو مکر شیطانی سے دی ہدایات مبیں۔وہی دستور ہے بشکل قرآن مبیں۔عمل کر کے اس پہ بچ جائے گا یہ فتنۂ شیطان سے۔پا جائے گا بیڈروم اپنا یعنی جنت یہ اپنی عمل قرآن سے۔لیٹیسٹ بک جو ہے تا قیامت اللہ کے فرمان سے۔اب نہ آئے گی بعد اس کے کوئی کتاب دائمی۔مکمل ہے اور مفصل گویا کہ آخری ہے سافٹ ویئر وٹکسٹ بک۔مثل پچھلی کتابوں کے نہ ہوگا اس میں اضافہ کچھ۔اسی میں ہے سیٹنگ، اسکیچنگ ڈیلیٹ

کرنے کو شیطانی کل وائرسوں کی۔ مانو یا نہ مانو! بروقت پڑے گا ہی ماننا۔ اصول مابعد ہوتا ہے معتبر اصول ماقبل کا جانو برادرم۔ جیسے کہ انٹی وائرس کی سیڈی ہے دیکھ لو۔ جو معتبر تھی ۲۰۲۰ میں اب کہاں ہے معتبر وہ ۲۰۲۱ میں؟ دنیائے جدید کی تھیوری سے گر واقف ہوں عقلمند۔ کیا تھتھر پن ہے کہ کہتے ہو نکالو آیات چھبیس از قرآن سے۔ سن اے ناداں! ساتھ فٹنگ ہیں یہ قرآن کے۔ چیز کے اعضاء نکال کر کہتے ہو مکمل ہے چیز! تو پھر نکالو آنکھ اپنی اور کہو خود کو بے عیب۔ ممکن نہیں قول تیرے اس طرح کے لاریب۔ پھر مان لو دانش بر وقت رہو گے خوش۔ ورنہ پھر خوب پچھتاؤ گے اے منحوس۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ مرو گے ہی نہیں۔ ہے خیال تیرا بس یہ بدرجۂ گمان۔ بچنا جس سے تمہیں یقیناً ہے بے گماں۔ مرنا ایک دن ہے سنو بھائی ضرور۔ کرو تیاری آخرت کی اسی میں ہے سرور۔ مل جل کر رہو کرو مت فساد۔ اسی عمل سے دارین میں ہوگا سب کچھ آباد۔ واجب ہے اہل علم پر کرنی خیر خواہی کی یہ نصیحت۔ کیوں کہ دی ہے خود خدا نے اسی کی دعوت۔ یہی تبلیغ دین اور فریضۂ اسلام ہے۔ نہیں ہے ورنہ گرفتاری میں خدا کی طرف سے ذرا بھی کلام!

واسطے اسی کے تیار کی ہے میں نے یہ کتاب۔ بعد رحلت والد مرحوم کے کیا گھر میں حساب۔ تا کہ جان لیں حقیقت زندگانی کی سب کے سب۔ کی چنانچہ بات اہل خانہ سے یہ۔ سنو! یہ دنیا یقیناً دار فانی کی ہے۔ حقیقت میں یہاں سب کچھ آنی جانی کی ہیں۔ آنے والے آ رہے ہیں جانے والے سب گئے۔ اسی میں نمبر ہے ہم سبھوں کا اے محبان خویش۔ مثل شیطان تا قیامت نہیں زندہ رہیں گے کوئی کبھی۔ سنو! کرو یاد سب موت کو۔ پرسوں ہی تو کی تھی بات باپ سے۔ تھے بیٹھے شان سے اسی دبستان میں۔ کچھ نہ لگتا تھا کہ مر جائیں گے ابھی۔ پھر کیا ہوا کہ پھینک آئے سبھوں نے انہیں قبرستان میں۔

یاد رکھ نصیحت کو اے بھائی اعجاز۔ داخل نہ ہونے پائے کچھ نزاع رکھ لو در مزاج۔ چھوٹے بڑے سب ایک دوسرے کی قدر دانی کریں۔ حق بات کی سبھی پاسبانی کریں۔ اطاعت کریں صرف رب کریم کی۔ نزاع ہے دربار میں ان کی تو بس ایمان و اسلام کی۔ بڑے چھوٹوں کی حق نگرانی کریں۔ چھوٹے بڑوں کی اطاعت گذاری کریں۔ حکم دی ہیں یہی رب جلیل نے۔ پہنچایا ہے پیغام یہی نسل خلیل نے۔

امید ہے کریں گے لوگ اسے ضرور قبول۔ بدنصیب ہوں گے جو کریں گے ان ہدایات سے ذہول! سنو! اے میرے دوستو! کیا ہے تقسیم میں نے اپنی اس کتاب کو۔ باب اول میں اس کے خواب کی مرے تعبیر ہے۔ ساتھ ہی اس کے رحلت والد کی تذکیر ہے۔ باب ثانی میں اس خواب کی تفہیم ہے۔ باب ثالث میں مذکور حالات ہیں بعد رحلت والد مرحوم کی۔ اسی میں ہیں احوال ہنگامہ دشمنان عظیم کی۔ نیز ذکر دو شقوں میں وقوع خواب اول کی ہے۔ شق ثانی میں کی میں نے تفسیر پھر حقیقت نزاع خانہ کی ہے۔

دعاء ہے عطا فرمائے خدا سب انسانوں کو توفیق۔ جان کر حقیقت دنیا کی بنائیں صرف خدا ہی کو رفیق۔ دعاء ہے فرمائے عطاء رہنے کی مل کر سب کو رب العالمین۔ مل کر کہئے ساتھ بحق رحمۃ اللعالمین۔ آمین۔

نوٹ! کتاب ایک ہے ریاض تر ہت تاریخ کی۔ مثل مسجع لیکن خلاف شعر کی۔ جیسے کہ ترتیب قرآنی میں ہے۔ حسن تحریر چونکہ مجھے اچھی لگی۔ بوجہ ایں نقل براو پیش لفظ میں نے لکھی۔

فقط والسلام

مفتی محمد سجاد حسین قاسمی

نان پوری سیتا مڑھی بہار

مقیم حال بنگلور۔ کرناٹک

باب اول

بھیانک خواب اوراس کی تعبیر

خواب:

7/مارچ2021ء سے پہلے والے ہفتہ میں صبح کے وقت میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں اور میرے ساتھ ایک اور غیر شناشا شخص جو کہ قدرے مجھ سے بہت لمبا تھا اور وہ مجھ سے آگے آگے خاموش مزاجی کے ساتھ چل رہا تھا۔ہم دونوں مل کر پیلے اور کالے کلر کا ایک سانپ جو ہماری زبان میں ''سکڑا سانپ'' تھا۔بھون کر بڑے اطمینان سے کھا رہے ہیں۔

میں متفکر ہوا:

نیند سے بیدار ہو کر متفکر ہوا کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ آخر دشمنی کون لوگ کریں؟ اور کس معاملہ میں کریں گے؟

خواب کی تعبیر:

کتابوں سے رجوع کیا تو خواب کی تعبیر یہ نکلی کہ ''اچانک بہت سے دشمن ظاہر ہوں گے۔مگر وہ سب کے سب مغلوب ہوں گے۔ مجھے سر بلندی ہوگی اور وہ جو مجھ سے آگے آگے چل رہا تھا ۔اپنا کوئی قریبی شخص ہوگا۔جن کے ذریعے وقتی طور پر دشمن زیر ہوں گے۔مگر تھوڑے وقفے کے بعد وہ شخص آپ سے الگ اور دور ہو جائے گا!!!

☆☆☆☆☆☆☆

والد صاحب کی رحلت

والد صاحب مرحوم کے تعلق سے گاؤں سے مخلصین لوگوں کا فون آرہا تھا کہ ''ان کی حالت بہت نازک ہے۔ زندہ رہنے کی حالت میں ایک بار ملاقات کر لینا مناسب ہے!'' مگر بچوں کے تعلیمی سلسلہ اپنا کاروباری وصحافتی مصروفیت کاروباری سلسلہ سے بندھا ہوا تھا۔ بڑا بیٹا عزیزم مولوی محمد معاذ سعدین تاملناڈو میں مدرسہ دارالسلام عمرآباد میں زیر تعلیم ہیں۔ وہ بھی وہی تھا۔ اس کو بھی سالانہ امتحان تھا۔ دونوں بچیاں بھی میڈیکل کورس کر رہی ہیں۔ ان کے بھی سالانہ امتحان قریب ہے۔ بقیہ دو چھوٹے بچے بھی حفظ القرآن کے امتحان کی تیاری میں ہیں۔ میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ بیوی بھی مرض میں مبتلا تھی! چہار طرف سے پریشانی اور قیدی جیسا ماحول بنا ہوا تھا۔ ان حالات میں والد صاحب سے ملنے کے لئے جہاز سے لاکھوں روپئے خرچ کر کے بہار جانا نہایت مشکل ترین امر تھا۔ ایسے کشیدہ حالات میں کیسے گھر جاؤں؟ کا سوال تھا۔

مولانا دانش قاسمی و چچا مرتضی

صاحبان سے گفتگو:

اس لئے گاؤں کے معتبر ترین لوگوں خصوصا حضرت مولانا دانش قاسمی اور چچا مرتضی صاحبان سے میں نے فون پر بات چیت کی۔ ان حضرات کے بتانے پر اطمینان حاصل ہوا۔

والد صاحب سے براہ راست گفتگو:

ان دونوں صاحبان کے علاوہ والد صاحب سے ان کے انتقال سے ایک دن قبل مؤرخہ 5ر مارچ 2021ء کو صبح سویرے ویڈیو کالنگ پر براہ راست گفتگو کی۔

والد صاحب کا جواب:

والد صاحب سے میں نے خیر خیریت پوچھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ سینہ میں تکلیف ہے

اور بے چینی ہے۔ باقی سب ٹھیک ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا میں آجاؤں؟ انہوں نے کہا! ہاں! میں نے کہا: اچھا کل ٹرین سے ٹکٹ بک کرتا ہوں۔ آ رہا ہوں!!!!

ان کی گفتگو سے مولانا دانش قاسمی اور مرتضی چچا صاحبان کے قول کی پختگی کے ساتھ تصدیق حاصل ہوگئی اور اطمینان کامل ہوگیا کہ والد صاحب کمزور ضرور ہیں۔ مگر حالت نزع میں اس طرح نہیں ہیں کہ بس ابھی ابھی یا آج کل ہی میں رحلت فرما جائیں گے!!

احساس ہوا کہ آخرت کے لئے ٹکٹ بک ہو چکا ہے:

لیکن ویڈیو کالنگ کے دوران والد صاحب کو دیکھا کہ ان کی گفتگو میں تو تلاپن ہے۔ آنکھوں میں بھی پیلاپن نظر آیا۔ جس سے ایسا لگ رہا تھا کہ اب دِیدے اوپر کی طرف الٹ جائے گی۔ اس وجہ سے مجھے ازخود براہ بصیرت احساس ہوا کہ اگرچہ خبر اطمینان کی ملی ضرور ہے۔ والد صاحب بھی کہ رہے ہیں کہ ٹھیک ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب یہ چلتے مسافر ہی ہیں۔ آخرت کے لئے منجانب اللہ ٹکٹ کی بکنگ ان کی ہو چکی ہے۔ نہ جانے عزرائیل کب آ کر ٹپکا دیتے ہیں۔ کچھ کہا نہیں جاسکتا ہے۔ اس لئے والد صاحب سے حیات ہی میں ملاقات کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

مشورہ:

چنانچہ! اہل خانہ سے مشورہ ہوا۔ مشورہ میں طے ہوا کہ والد صاحب سے ملنے کے لئے پلین سے موٹی رقم خرچ کر کے جانے کے بجائے مختصر رقم میں گھر پہنچ کر والد صاحب کا علاج کرایا جائے۔ اگرچہ اب عمر علاج کرانے کی نہیں ہے۔

جب تک سانس تب تک آس:

پچھلے ہی سال محترم جناب ڈاکٹر صلاح الدین پوپری والے نے علاج کرنے سے منع کردیا تھا۔ پھر بھی دیہاتی مقولہ ''جب تک سانس تب تک آس'' کی روشنی میں میں نے یونانی دوا کے ذریعے اور عملیات کے ذریعے بنگلور سے ہی خود علاج کیا تھا۔ عمر باقی تھی تو صحتیاب و شفا بخش دواؤں سے ان کی ملاقات ہوگئی اور اللہ کے فضل سے اس وقت صحتیاب ہو گئے تھے اور اب تک باحیات ہیں۔ ابھی بھی مذکورہ مقولہ کی روشنی میں علاج کروانے سے پیچھے ہٹنا نہیں چاہئے۔ بلکہ مختصر رقم میں اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے ان کا علاج اچھی طرح کرایا جائے!

اس وقت میرے چھوٹے بھائی اعجاز جو میری رہائش سے قریب ڈیڑھ دوسو کلومیٹر کی دوری پر قصبہ ہنور، چامرانگر تعلق، صوبہ کرناٹک میں رہتا ہے۔ اس سے بھی مشورہ ضروری تھا۔ اس لئے اس کو بھی فون سے اپنے مشورہ اور والد صاحب کے حالت کے تعلق سے اطلاع دینا ضروری سمجھا۔

اعجاز کا فون:

چنانچہ ہم لوگ مشورہ کے دوران ہی اس معاملہ میں مولوی اعجاز کو فون کرنے ہی والے تھے کہ اسی کا فون آ گیا اور فوری طور پر گفت وشنید کے بعد اس سے بھی مشورہ مل گیا کہ گاؤں جانا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے دو افراد وں کی ٹکٹ بکنگ کے لئے پندرہ ہزار روپئے بھیج دی۔

سعدین کا مدرسہ سے آنا :

ادھر اپنے بڑے بیٹے ’’حافظ محمد معاذ سعدین‘‘ کو بھی تاملناڈو کے مدرسہ دارالسلام عمر آباد سے چھٹی دلوا کر آ جانے کے لئے فون کر دیا۔ چنانچہ وہ بھی مدرسہ سے چھٹی لے کر آ گیا۔

ٹرین ٹکٹ کی بکنگ:

ادھر ’’ہمسفر ٹرین‘‘ سے اعجاز اور اپنی پوری فیملی کے لئے 7/مارچ 21-2/بروز اتوار اپنے ایک دوست محترم جناب علاء الدین صاحب کے ذریعہ ٹکٹ بنالی۔

سفر:

وقت مقررہ پر ہم لوگ بانسواڑی اسٹیشن بنگلور جہاں سے ہمسفر ٹرین بن کر ۲/بجے کھلتی ہے۔ پہنچ گئے۔ ٹرین میں سوار بھی ہو گئے۔

والد صاحب کے انتقال کی خبر:

بس اب ٹرین کھلنے ہی والی تھی کہ عزیزم ابو محمد افتخار بن نصیرالدین مرحوم ساکن محلّہ رن کا فون آ گیا کہ ’’آپ کے والد کا انتقال ہو گیا‘‘۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حواس باختہ ہو گیا :

خبر سنتے ہی بالکل حواس باختہ ہو گیا۔ قرآن مجید میں سورۂ یونس پارہ ۱۰/ آیت نمبر ۴۹/ میں اللہ تعالی نے سچ کہا ’’ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُونَ ‘‘ کہ ہر امت کے لئے موت مقرر ہے۔ جب اس کا وقت مقررہ منجانب اللہ

آ جائے گا تو ایک لہجہ نہ آگے ہوگا نا ہی پیچھے۔یعنی فورا روح پرواز کر جائے گی۔اسی طرح سورۂ نحل رپ:۱۶/آیت نمبر ۶۱/ میں اللہ نے کہا ’’وَلَا یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاس بِظُلۡمِهِمۡ مَّا تَرَكَ عَلَیۡهَا مِنۡ دَآ بَّـــــةٍ وَلٰكِن ۡ یُّؤَخِّرُهُمۡ اُلٰی أَجَلٍ مُّسَمًّی فَأَذَا جَآءَ أَجَلُهُمۡ لَا یَسۡتَأۡخِــــرُونَ سَاعَةً وَّ لَا یَسۡتَـقۡدِ مُون‘‘ کہ (انسان عموما قانون الٰہی کی مخالفت کر کے منجانب اللہ فنکشن وترتیب تخلیق وبناوٹ میں بے ترتیبی کر کے بگاڑ کر اپنے آپ پر ظلم کر لیتا ہے)اور اگر اللہ تعالی انسان کے ہر ظلم و زیادتی اور بے ترتیبی عمل پر گرفت کرنے لگے تو پھر زمین پر کسی جاندار جاندار کو نہ چھوڑتا !لیکن (وہ رب)ایک مدت کے لئے تھوڑا موقع دیتا ہے۔لیکن جب (بحکم الٰہی موت) کا مقررہ اجل یعنی وقت آجاتا ہے تو پھر ایک لہجہ نہ آگے ہوگا۔نہ ہی ایک لہجہ پیچھے۔بلکہ عین ٹائم پر بم فٹنگ ٹائم ہوتے ہی پھٹ جانے کی طرح انسان مرجاتا ہے۔حالانکہ ہر مرض کی دوا دنیا میں موجود ہے۔مگر جب رب حقیقی کی طرف سے سیٹ کیا ہوا وقت اجل آجاتا ہے تو یا تو ڈاکٹر سے بھول ہو جاتی ہے یا ڈاکٹر نہیں مل پاتا ہے یا ڈاکٹر کا تجویز کیا ہوا نسخہ بے اثر ہو جاتا ہے۔

موت کی خبر فورا اہل خانہ کو دی:

چنانچہ اچانک یہ جو والد صاحب کے موت کی خبر ملی تو مجھے آیت مذکورہ فورا یاد آئی۔یقیناً اس دنیا میں کوئی رہنے نہیں آیا ہے۔بلکہ یہ کائنات دارالامتحان اور جنت وجہنم میں جانے کے لئے سنٹر پیلس اور جنگی اکھاڑہ یا کہ مثل ہوائی اڈہ ہے۔جس کا فیصلہ اور جج منٹ پوائنٹ ’’موت اور عمل ‘‘ہے۔اس لئے موت کی خبر سنتے ہی آخر کیا کرتا؟ چنانچہ صبر وتحمل کے ساتھ موت کی خبر جلدی سے اپنی بیوی بچوں اور بھائیوں کو دی۔سوئے اتفاق کہ اتنے میں ٹرین بھی کھل گئی۔اب مزید پریشانی میں اضافہ میں ہو گیا۔تین دنوں کا ٹرین سے سفر کرنے میں والد صاحب کا آخری دیدار کر کے جنازہ نہیں پڑھا سکتے تھے۔اس لئے فوری طور پر یہی فیصلہ لیا کہ جہاز سے گاؤں ہر حال میں پہنچ جانا ہے۔اس لئے ہم سب ٹرین سے اترنے لگے۔پریشانی کی وجہ سے ٹرین سے اترنے کی ایسی جلدی ہو رہی تھی کہ لگ رہا تھا کہ چلتی ٹرین سے نیچے اتر جائیں۔بوگی کے مسافرین نے بہت تسلی دی۔اگلے اسٹیشن بنام ’’کرشناراج پورم‘‘ پر گاڑی رکی۔ہم لوگ جلدی جلدی اتر گئے۔اترنے میں مسافرین نے بھی کافی مدد کی۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

جہاز ٹکٹ بکنگ :

میرا بڑا بیٹا'' حافظ محمد معاذ سعدین'' لیپ ٹاپ'' کے ذریعہ ٹکٹ بک کرنے لگا۔لیکن دس آدمیوں کی ٹکٹ کے لئے فی ٹکٹ سات ہزار روپئے کے حساب سے مع جی ایس ٹی چارج بہتر/۸۰/ہزار روپے کی فوری طور پر ضرورت تھی۔اس میں مولوی اعجاز نے اپنے اکاؤنٹ سے صرف پندرہ ہزار میرے اکاؤنٹ میں بھیجا۔

حضرت مولانا نسیم قاسمی کی طرف سے فوری مدد:

ما بقیہ رقم اپنے سالے محترم جناب مولانا نسیم قاسمی صاحب بانی ومہتمم مدرسہ المعہد الشفیق للعلوم الاسلامیہ بنگلور کو والد صاحب کے انتقال کی خبر دیتے ہوئے جہاز سے ٹکٹ بکنگ میں رقم کم جانے پر ضرورت کے مطابق مانگا۔مولانا موصوف بلا چون و چرا و بلا کم وکاست مطالبہ شدہ رقم میرے بینک میں پانچ منٹ کے اندر اندر بھیج کر بہت بڑا احسان کیا۔اب جہاز ٹکٹ کے لئے رقم کا انتظام ہوگیا۔چنانچہ حافظ محمد سعدین نے لیپ ٹاپ سے جہاز کی ٹکٹ بک کردی۔

دشمنوں کا ہنگامہ اور خواب کی پہلی شق کی تعبیر کا وقوع

جہاز کے لئے ٹکٹ کی بکنگ کے دوران جبکہ بنگلور بانسواڑی اسٹیشن ہی پر ہم لوگ غم واندوہ اور گھر پہنچنے کے لئے بے صبری سے جلدی بازی کی صورت لگانے میں مصروف تھے۔اسی دوران مخلصین محبین کا گاؤں سے فون آیا کہ'' کچھ لوگ کوشس کر رہے ہیں کہ آپ کے والد صاحب کو جلدی سے دفنا دیا جائے۔آپ لوگ کب تک پہنچیں گے؟

پہلے سے تو حواس باختہ اور غم واندوہ میں تھا ہی۔اس دوسری خبر کے بعد مزید پریشانی میں اضافہ ہوگیا۔مولوی اعجاز کو بھی اسی طرح کی خبر کا کسی نے فون کیا۔جس کے تعلق سے دیکھا کہ وہ ڈانٹ رہا ہے کہ جنازہ رکھا جائے۔ہم لوگ آرہے ہیں۔میں نے بھی مجھ سے جن لوگوں نے فون کی۔ان کو یہی کہا کہ ہم لوگ انشاءاللہ رات ہی میں دوڈھائی بجے تک پہنچ جائیں گے۔اس لئے جنازہ رکھا جائے۔انشاءاللہ صبح کو تدفین دس بجے عمل میں آئے گی۔

سکڑا سانپ دیکھنے کی تعبیر کا وقوع:

میرے آنیکی خبر سننے کے باوجود لوگوں کا والد صاحب کو دفن کر دینے کے تعلق سے زور ڈالنا اور والدین کے اخراجات و دیکھ ریکھ کے تعلق سے شکوہ شکایات، بھانت بھانت کی بولیوں کی اطلاع ملنے کے بعد سمجھ میں آیا کہ وہ جو خواب میں دیکھا تھا کہ ''میں اور میرے ساتھ ایک اجنبی شخص سکڑا سانپ بھون کر کھا رہے ہیں'' اس کی تعبیر یہی ہے کہ جواَب ظاہر ہوا۔ والد صاحب کی رحلت کے بعد دشمنوں نے والد صاحب کو جلد از جلد دفن کر دینے کی پلاننگ کی۔ بھانت بھانت کی بولیاں شکوہ شکایات سننے کو مل رہی تھیں۔ یہ خواب کے پہلی شق میں سے سکڑا سانپ دیکھنے کی تعبیر کا وقوع وظہور تھا۔

حضرت مولانا شمیم سالک صاحب نے کار بک کروادی:

خیر! دماغ بہت الجھن میں تھا۔ مگر مطمئن تھا۔ کیوں کہ خواب نبوت کا چھیالیسویں حصہ ہے۔ یہ علماء اور صالحین کے لئے الہام کی مانند ہے۔ اس سے پہلے بھی بہت ساری بشارتیں میں نے دیکھی ہیں۔ وہ سبھی سچی ثابت ہوئیں ہیں۔ ان خوابوں کے مجموعوں کو میں نے ''مبشرات'' کے نام سے جمع کیا ہے۔ اس لئے اس خواب پر بھی یقین تھا کہ انشاء اللہ جنازہ مل جائے گا۔ والد صاحب کی آخری دیدار حاصل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ! جنازہ کی امامت بھی میں ہی کروں گا۔ کیوں کہ سانپ خواب میں صرف دیکھا ہی نہیں۔ بلکہ کھایا بھی تھا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ یقیناً دشمنان دشمنی کرنے کے لئے کوشس کریں گے ضرور۔ لیکن سب ماند پڑ جائیں گے۔ چنانچہ سفر جاری رکھتے ہوئے ہوئے منجانب اللہ ہم لوگ ٹرین سے اتر کر جہاز کے لئے ٹکٹ بک کر دی۔

اسی دوران اپنے بڑے سالے جناب ڈاکٹر مولانا شمیم سالک صاحب مظاہری چیئر مین الہلال ٹرسٹ بنگلور و جنرل سکریٹری مکہ مسجد و قاضی القضاۃ دار القضا بشنکری کو بھی والد صاحب کے انتقال کی خبر دی۔ انہوں نے بھی فوری طور پر بڑا احسان کیا کہ فون سے پٹنہ ایئر پورٹ سے نان پور گاؤں تک کے لئے ان کے اپنے ایک سرکاری آفیسر والی ''ونو بھا بڑی کار'' کرایہ پر بک کروادی۔ یہ گاڑی کرایہ کی نہیں تھی۔ بلکہ خصوصا میرے لئے میت کی خبر سن کر انہوں بک کروادی۔

اسٹیشن سے گھر:

ٹکٹ بک ہو جانے کے بعد ہم لوگ فوراً قیامگاہ آ کر زائد اور وزنی سامانوں کو چھوڑ چھاڑ کر صرف ہینڈ بیگ اور ضروری سامانوں کو لے کر ایئر پورٹ پہنچے۔۸/ بجے شام میں فلائیٹ کی۔ دو گھنٹے بیس منٹ کی فضائی سفر طے کرنے کے بعد ساڑھے دس بجے رات میں پٹنہ ایئر پورٹ پہنچے۔ قانونی کارروائی اور حاجت سے فارغ ہو کر ایئر پورٹ سے گیارہ بجے باہر نکلے۔

پٹنہ سے گھر:

حضرت مولانا وڈاکٹر شمیم سالک صاحب کی طرف سے بک کی ہوئی 'ونو بھا'' آئی پی ایس سرکاری اسٹنڈرڈ کار ایئر پورٹ کے باہر مین دروازہ پر کھڑی تھی۔ سوار ہوتے ہوتے ساڑھے گیارہ بج گئے۔ ساڑھے گیارہ بجے رات میں ہم سب کار میں سوار ہو گئے۔ اس کار سے پٹنہ سے نان پور کا زمینی سفر ساڑھے تین گھنٹے میں طے کر کے اپنے گھر ''نان پور'' سواڈو اور ڈھائی بجے کے درمیان پہنچے۔

والد صاحب کا دیدار و ماتم:

گھر میں داخل ہوئے۔ والد صاحب کا دیدار کیا۔ چہرہ نہایت خوبصورت، پورا بدن سڈول، مکمل چت، اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ والد صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعائیں کی۔ چہرہ پکڑے دیدار کرتے ہوئے ان کی دیدار کی آخری گھری پر دل بے قابو تھا۔ بے تحاشا وفی البدیہہ رونا آ گیا۔ زندگی میں اتنا کبھی رویا نہیں تھا۔ میت پر رونا، واویلا کرنا ممنوع ہے۔ اس مسئلہ پر عمل کرنا چاہ رہا تھا۔ پھر بھی عمل نہیں ہو پا رہا تھا۔ از خود رُونا آ رہا تھا۔ خلیرا بھائی محترم جناب مرتضی صاحب میرے آنسو بار بار پوچھتے اور تسلی دیتے ہوئے خاموش کرر ہے تھے۔ اس وقت دوسروں کے رونے دھونے کی مجھے خبر و احساس تک نہیں تھا۔ والد صاحب کے پاس سے ہٹ کر والدہ محترمہ سے ملاقات کی۔ ان کے پاس بھی رونا رُک نہیں رہا تھا۔ جم غفیر میں والدہ کے پاس سے ہٹ کر پھر والد صاحب کے پاس واپس آ کر رونے لگا۔ خلیرے جناب بھائی مرتضی صاحب نے پھر تسلی دی۔ خاموش کیا۔ زبردستی آنسو اور کلیجے کو تھام کر رات گذاری۔

انتظام تجہیز و تکفین :

صبح ہو کر وقت مقررہ پر جنازہ کی نماز ادا کرنے کے لئے تجہیز و تکفین کا انتظام ضروری تھا۔ ویسے سفر کے دوران ہی کفن کے لئے مولانا دانش صاحب قاسمی کو کہہ دیا تھا کہ وہ انتظام کرلیں۔ مولانا نے انتظام بھی کر دیا تھا۔ بس لانا باقی تھا۔ اتنے میں محمد شفیق الرحمٰن پڑوسی نے فون کیا۔ اس نے کفن کا تذکرہ کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں موسم صاحب کے پاس جا کر بات کرواتا ہوں۔ خیال کیا تھا کہ شاید نان پور کے ہر جنازہ کے لئے کفن جناب موسم صاحب مدظلہ العالی فروخت کرتے ہیں۔ اس لئے شفیق الرحمٰن کے ذریعہ اس کی بات مان کر موسم صاحب سے فون پر کفن کے لئے بہترین کپڑے اور اس کی قیمت کی ادائیگی کے لئے پکی بات کرلی۔ پھر مولانا دانش قاسمی صاحب کو بھی یہ خبر دیدی۔ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں۔ اگر موسم صاحب سے بات پکی گئی ہے تو میں بھی اس کی تائید کر دوں گا۔

غسل جنازہ:

خیر! صبح ہوتے ہی یعنی بتاریخ ۸/ مارچ ۲۰۲۱ء کی صبح کو جناب موسم صاحب کے یہاں سے تجہیز و تکفین کے مکمل انتظام کے لئے اپنے خاندانی چچیرے بھائی عزیز بابو ماسٹر محمد لالے صاحب کو مبلغ پانچ ہزار روپئے دیا۔ جس سے انہوں نے تجہیز و تکفین کا مکمل انتظام کر دی۔ موصوف کو اللہ اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

تجہیز و تکفین کے مکمل انتظام ہو جانے کے بعد قریب ۸:۳۰/ بجے والد صاحب کو میں نے خود اپنے بھائی اعجاز کے ساتھ غسل دی۔ غسل دینے میں ماسٹر محمد لالے صاحب استاذ مدرسہ جامعہ محمدیہ نے بھی ساتھ دی۔ حضرت مولانا دانش قاسمی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ غسل دیتے وقت وہ بھی ساتھ میں رہے۔ غسل مکمل ہو جانے کے بعد کفن پہنایا۔ اس میں بھی مولانا دانش قاسمی صاحب نے ساتھ دی۔ مکمل جنازہ تیار کر کے عوام و خواص کی آخری دیدار کے لئے کھاٹ پر جنازہ تیار کر کے چھوڑ دی۔

جلدی جلدی غسل کی:

اس کے بعد میں نے جلدی جلدی غسل کی۔ تدفین کا وقت ہو رہا تھا۔ لوگ جلدی کر رہے

تھے۔آپ کو حیرت ہوگی کہ میں نے بس پانچ منٹ کے اندر غسل سے فارغ ہوکر جنازہ کے کھاٹ کو بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ پڑھتے ہوئے ہاتھ لگایا۔لوگ جنازہ کے ساتھ قبرستان چلنے لگے ۔میں چونکہ پیدل زیادہ دورنہیں چل پا تا ہوں اور قبرستان میرے گھر سے کافی دور ہے۔اس لئے اپنے خلیرے بھائی مصطفے صاحب کے ساتھ کسی مصاحب کی گاڑی لے کر دوسرے راستے سے میں قبرستان پہنچ گیا۔

مجمع وجنازہ کی نماز و امامت:

جامعہ محمدیہ نان پور کے میدان میں جنازہ پہنچا۔ جنازہ پہنچتے ہی حاضرین لوگ صف بندی کئے۔گاؤں کے معتبر ترین لوگ جنازہ میں شامل تھے۔۔تقریباً ۲۷رستائیس سالوں سے کرناٹک میں جنازہ پڑھاتے وقت کچھ نصیحتیں کرنے کی چونکہ عادت ہے۔اس لئے بوقت جنازہ بنگلور کی طرح دو چند منٹ عوام سے مرحوم سے متعلق چند باتیں کہنا ضروری سمجھتے ہوئے پیشک ی۔لیکن معاشرت اتنی خراب ہے کہ اس دو چند منٹ گفتگو کو بھی بعض حاسدین لوگ برداشت نہیں کر رہے تھے۔جبکہ بنگلور میں لوگ عالم دین کی زبان سے خیر کی بات سننے کے لئے متمنی اور ملتجی ہوتے ہیں۔ سمجھ گیا کہ میں تو رہتا نہیں ہوں۔شکوہ نے لوگوں کے دماغ کو خراب کر رکھا ہے۔یا پھر مزاج اس آخری وقت میں بھی کسی کو کچھ سننے کا بنا ہوانہیں ہے۔اس لئے ماحول کو بھانپ کر میں نے فورا نماز جنازہ شروع کر دی۔ جنازہ میں اتنی تعداد تھی کہ تقریبا پانچ لمبی لمبی صفیں بنائی گئیں۔امامت کی فضیلت اللہ تعالی نے مجھے عنایت فرمائی۔فللہ الحمد والمنة!

تدفین و مقام تدفین:

جنازہ سے فراغت کے بعد مدرسہ جامعہ محمدیہ نان پور کی مسجد کے پچھلے حصہ میں بالکل لب روڈ قبر میں تدفین عمل میں آئی۔"مِنهَا خَلَقْنٰكُمْ ہ وَفِيْهَا نُعِيدُكُمْ ہ وَمِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى "دعاء پڑھتے ہوئے سب سے پہلے قبر پر مٹی میں نے ڈالی۔پھر دیگر لوگ والد صاحب کو مٹی کے نیچے دبا دیئے۔غم کے آنسو تو بہت ستا رہا تھا۔لیکن کیا کر سکتا تھا۔تمام پیغمبران خدا۔تمام صالحین وکاملین۔جملہ اولیائے عظیم بالخصوص پیارے نبی حضرت محمد ﷺ جب مٹی کے نیچے چلے گئے تو ہمہ شما کی بات ہی کیا ہے۔قرآن مجید نے سچ کہا ہے کہ "كُلُّ نَفسٍ ذَآئِقُ المَوتِ "ہر نفس

کوموت کا مزہ چکھنا ہے۔’’اَیْنَمَا تَکُونُوا یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ ‘‘ جہاں کہیں رہو گے موت تو ہر جگہ آ ہی جائے گی‘‘۔یہی اخبار الہیہ نے مجھے تسلی دی۔والد صاحب کو مٹی کے نیچے رکھ کر دعاء پڑھ کر واپس آ گئے۔

والد صاحب کی زیارت :

پھر صبح ہی بتاریخ ۹/مارچ ۲۰۲۱ء بروز منگل فجر بعد والد صاحب کی قبر پر فاتحہ پڑھنے اوران کی زیارت کرنے کو میں اور میرا بھائی اعجاز گئے۔قبر بہت ہی ٹھیک ٹھاک تھی۔

والد صاحب کے صفات !

والد صاحب نرم مزاج،خوش کلام، قانون و ضابطے اور عمل کے پابند،خوبرو اور بہترین صفات کے مالک تھے۔منجملہ صفات میں سے درج ذیل ۱۰/دس صفات آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

(۱) : خاموش رہتے تھے۔یہ جنتی لوگوں کی علامت ہے۔

(۲) : کم کھاتے تھے۔یہ بھی نیک لوگوں کی عادت اور سنت نبوی ﷺ ہے۔

(۳) : شکایت نہیں کرتے تھے۔بلکہ شکایت کرنے والوں کو ڈانتے تھے۔جن لوگوں سے ملاحظہ ہوتا تھا۔اس وقت مجبوراوہ شکایت سن تو لیتے تھے۔مگر کراہت محسوس کرتے تھے۔

(۴) : اتنے بھولے تھے کہ جو آدمی جو سمجھا دیتا تھا۔اسی کے حامی ہو جاتے تھے۔یہ صفت قدرے ان کو زندگی میں تکلیف پہنچائی۔

(۵) :نمازی تھے۔مگر جب سے لاچار ہوئے۔نماز پڑھنے سے مجبور ہو گئے۔

(۶) :حافظ تو نہیں تھے۔مگر قرآن مجید کے مختلف سیپاروں میں سے مختلف مقامات میں سے بہت کچھ یاد رکھتے تھے۔میں نے خود سنا ہے کہ رات میں وہ تادیر قرآن مجید پڑھ کر ہی سویا کرتے تھے۔ایسے غیر حافظ پابند تلاوت قرآن مجید شخص کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ قیامت کے دن حافظوں میں سے اٹھائے جائیں گے۔اللہ کرے ایسا ہی ہو۔آمین۔

(۷) : رقم پاس میں رہتی تو جو بھی مجبور ہوتا اور وہ قرض مانگتا تو خود ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہوئے انہیں رقم قرض عنایت کر دیتے تھے۔

(۸) : قرض حسنہ ہی دیتے تھے۔ میرے علم کے مطابق بعض لوگوں سے میں نے خود ضد کر کے ان کی رقم حاصل کی ہے۔ ان سے انہی کی رقم کے مانگنے کے لئے جب بھی ان سے میں نے کہا تو جواب اپنی مادری زبان میں دیا کہ ''چھوڑ دَہو۔ اللہ حساب لیتئی''۔ یعنی چھوڑ یئے۔ اللہ حساب لیگا۔ وہ خود اپنے کام کی مزدوری کئی جگہوں کے بارے میں مجھے سنائے کہ فلاں فلاں جگہوں کے لوگوں کے یہاں میرے اتنے اتنے دنوں کے کام کی مزدوری باقی ہے۔ مگر ان لوگوں نے نہیں دی تو میں نے مانگی بھی نہیں۔ بس اللہ حساب لے لیگا۔ ایسا مزاج شخص خصوصا مال کے بارے میں آج کے پرآشوب دور میں میں نے نہیں دیکھا ہے۔

(۹) : محنت کی کمائی ہی لیتے تھے۔ محنت سے زیادہ نہیں لیتے تھے۔ ان کے اس صفت کا تذکرہ میں نے سنا ہے اور خود بھی دیکھا ہوں۔

(۱۰) : آپ راج مستری تھے۔ خصوصا مسجدوں کی کشیدہ کاری کاٹنے میں بہت ماہر تھے۔ وہ بار بار کہتے تھے کہ اس لائن میں میرے استاذ بقاءاللہ صاحب کے والد صاحب تھے۔ ان کی تعلیم کے مطابق وہ کام پر چوری کی عادت کے بہت سخت خلاف تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے بارے میں چوری کی حرکت کا کئی ایک واقعہ سنا کر مجھے خود بتائے کہ لوگ انصاف اور عدل کے ساتھ اپنی ذمہ داری تو نبھاتے نہیں ہیں۔ لیکن مزدوری اپنے کئے کام کے برابر قیمت سے بھی زیادہ لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں چوری بھی کر لیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ بالکل غلط ہے۔ میں نے ہمیشہ اپنی محنت کی رقم ہی لی ہے۔

والد صاحب جنتی ھیں:

حدیث شریف میں ہے کہ جس جنازہ کی تعریف تین افراد کردیں تو وہ جنازہ جنتی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے تعلق سے تذکرہ کرنے والے تمام لوگوں کی زبانی دو باتیں خاص طور سے سننے میں آئیں کہ پہلے سے تو خوبصورت تھے ہی۔ وفات کے بعد چہرہ مزید خوبصورت ہو گیا ہے۔ دوسری یہ کہ روح نکلنے اور عالم نزع میں بہت زیادہ تکلیف نہیں ہوئی۔ بس بہت جلد اور سکنڈوں میں روح پرواز کرگئی۔ محلّہ کے عزیزم بابو مولانا فضیل قاسمی نے مجھ سے کہا کہ بس پانچ منٹ پہلے دادا سے بات چیت اور خیر خیریت اچھی طرح پوچھ پاچھ کر گھر گیا تھا۔ اتنے ان کے

انتقال کی خبر ملی۔جس سے بہت تعجب ہوا۔اسی طرح نماز ظہر سے پہلے ان سے دیگر ملنے والے لوگوں نے بھی کہا کہ ابھی تو ان سے خیریت کے ساتھ بات اطمینان سے کر کے گیا ہوں۔مگر گھر جانے کے چند منٹ بعد ان کی موت کی خبر ملی۔

لوگوں کی اس خبر سے واضح ہے کہ اخیر اخیر وقت تک ان کی عقل سلامت تھی اور بفضلہٖ تعالی روح نکلنے میں کوئی زیادہ تکلیف نہیں ہوئی۔میں خود بھی والد صاحب سے دو دنوں قبل بات چیت کیا تھا تو عقل ان کی مکمل سلامت تھی۔جیسا کہ عزیزم بابو مولوی فضیل نان پوری نے بھی کہی۔اس طرح ان کی تعریف ہی تعریف میں نے سنی۔یہ تعریفی کلمات ان کے جنتی ہونے کی علامات ہیں۔

جنازہ میں تعداد مناسب تھی:

علاوہ ازیں والد صاحب کے جنازہ میں تعداد بھی وقت کے لحاظ سے بہت مناسب تھی۔ گاؤں کے معتبر ترین علمائے کرام،دانشوران قریہ اور حفاظ و علماء اور مفتیان کرام کی شرکت تھی۔کتاب وسنت کی روشنی میں جنازہ میں کثرت جماعت و افراد بھی جنتی ہونے کی علامت ہے۔ان میں سے بھی کسی سے والد صاحب کے تعلق سے کوئی عیب کا تذکرہ نہیں سنا۔

بلکہ یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں سے ان کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ان سبھوں نے ان کے نیک صفات وحسنات کا تذکرہ کیا۔اس لئے ظن غالب ہے کہ واقعی والد صاحب انشاءاللہ جنتی ہیں۔ویسے بھی ماہ شعبان اور رمضان کا رحمت والا مہینہ سایہ فگن تھا۔دعاء ہے کہ اللہ تعالی انہیں غریق رحمت فرمائیں۔آمین۔

خواب کے پہلی شق کے وقوع کی دلیل

دشمنوں کی خاموشی اور معاونین کا ظہور:

دوران سفر پلین ٹکٹ بنانے کے عین وقت میں والد صاحب کے دفنا دینے کی جو اطلاع مل رہی تھی۔وہ اطلاع تو خواب میں جو سانپ نظر آیا تھا۔اس کی تعبیر تھی۔کیوں کہ علامہ ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ خواب میں سانپ دیکھنے کی تعبیر دشمن کا ہونا ہے''۔لیکن سانپ کو میں نے کھاتے ہوئے

جو دیکھا تھا۔اس کا مطلب تھا کہ اچانک جو دشمنان ظاہر ہوں گے۔سب کے سب مغلوب و ماند پڑ جائیں گے اور مجھے سر بلندی حاصل ہوگی۔بحمد اللہ! وہ حاصل ہوئی۔

سربلندی کی دلیل اول:

ان دشمنوں کے مغلوب ہو جانے کی پہلی دلیل تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادوں کے مطابق مجھے گاؤں میں ذلیل ہونے سے بچا لیا۔خدانخواستہ لوگ والد صاحب کو دفنانے میں کامیاب ہو جاتے تو کیا جاہل! کیا پڑھا لکھا۔سبھوں کی زبان پر جو بدنظری اور بھانت بھانت کی بولیاں جاری ہو جاتیں۔اگرچہ سب حقیقت کے خلاف ہی ہوتیں۔مگرچہ جومی طور پر لوگ جو براہ راست میرے منہ پر بک بک کرتے ان کو فوری طور پر سمجھانا مشکل ہوتا! لیکن میرے لئے جنازہ روکا گیا اور تجہیز و تدفین کے تمام حقوق میں نے ادا کی۔جنازہ کی امامت بھی مجھے مل گئی۔خواہی نخواہی دشمنوں نے بھی میری امامت میں جنازہ ادا کی۔یہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے سربلندی عطا کی اور دشمنوں کو ماند کر کے تابع کر دی۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مثل حضرت یوسفؑ کے خواب کے وقوع وظہور کے میرے خواب کے پہلی شق کا بھی وقوع وظہور ہو گیا۔فللہ الحمد والمنۃ!

سرپرست کی غیرموجودگی میں تدفین جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو تابع اور ماند کر کے اصل مسئلہ کے مطابق ثابت کر دی کہ سرپرست کی غیر موجودگی میں جنازہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں پڑھا جا سکتا ہے۔نا ہی میت جنازہ کے پڑھانے کے لئے کسی مخصوص شخص کو وصیت کر سکی ہے۔دیکھئے!

سوال وصیت جنازہ کا مسئلہ :

کوئی آدمی اپنی زندگی میں یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں آدمی میرا جنازہ پڑھے۔اب جس وقت وہ مر گیا تو موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی تھی وہ) کہے کہ میرے سوا کوئی دوسرا جنازہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔لیکن اصل وارث و سرپرست میت نے جنازہ پڑھا دی۔پھر موصی لہ بھی دعوی کیا کہ میں اس میت کا موصی لہ ہوں اور اس نے بھی دوبارہ جنازہ پڑھا دی۔اب شرعی مسئلہ کیا ہے؟

جــواب: کفایت المفتی فتوی کی معتبر ترین کتاب رج:۴/ باب کتاب الجنائز رص:۹۱/ پر سوال نمبر ۸۳/ کیا گیا ہے۔اس مضمون کا جو جواب دیا گیا ہے۔اس کا خلاصہ صاف لفظوں میں یہ ہے کہ ''امام ابوحنیفہؒ کے ماننے والوں کے نزدیک جنازہ کی اپنی زندگی میں وصیت کرنی اور جس کے لئے وصیت کی تھی۔اس کا جنازہ زبردستی پڑھانا دونوں مکروہ تحریمی ہیں۔حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے دلیل اس کی فتوی کی عظیم ومعتبر کتاب بدائع الصنائع کے فصل فی شرائط وجوبہ رج:ا رص:۳۰۳/ سے یوں نقل کی ہیں'' فیؤدی الی تکرار الصلوة علی میت واحد وذالك مکروه عند نا '' کہ صلوۃ الجنازہ کا تکرار منجانب موصی لہ مکروہ ہے۔مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

مسـئلـه: جنازہ کی امامت کا حق قاضی شہر کو ہے۔قاضی سے مراد نکاح کا قاضی نہیں۔بلکہ شہر کا متفقہ قاضی ہیں۔اگر وہ نہ ہوں تو محلّہ کے امام کو ہے۔آج کل خصوصا ملک ہندوستان جیسے مما لک میں جہاں اقتدار اعلی غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے۔اسلامی نظام لاگو نہیں ہے۔جہاں قاضی کا انتظام حتمی نہیں ہے۔اگر محلّہ کے امام کے مقابلے میں ولی یعنی جنازہ کے سرپرست افضل متقی، اہل علم عالم اور مفتی ہوں تو پھر میت کے اسی سرپرست اعلی کا جنازہ کی نماز پڑھانا افضل ہے۔درمختار میں ہے'' و تقديم امام الحی مندوب فقط بشرط ان يكون افضل من الولی والا فالول اولی ''یعنی ولی کے افضل ہونے کی صورت میں جنازہ کے سرپرست اور ولی ہی یعنی میت کے سرپرست اعلی ہی جناز کی امامت کے حقدار ہیں۔

البتہ شوہر بیوی کا ولی نہیں ہیں۔بلکہ شوہر کی اجازت بھی معتبر نہیں ہے۔جیسا کہ ردالمحتار رص: ٦١٦ پر ہے'' ثم الولی بترتيب عصوبة الا النكاح ـفلا ولاية للنساء ولا للزوج ''یعنی شوہر بیوی کا ولی نہیں ہے۔

مسئله: اگر میت کا جسم اتنی دیر تک محفوظ رہ سکتا ہے۔جتنی دیر میں ان کی باہر سے آنے والی صلبی وحقیقی اولادیں جنازہ میں شرکت کر سکتی ہیں تو ان کا تھوڑا انتظار کر لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

مسـئلـه: میت کا خاص صلبی رشتہ دار حقیقی اولاد وغیرہ جنازہ میں بروقت اگر شریک ہو سکتی ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر میت کو دفنانا، جنازہ پڑھنا، پڑھانا دونوں حرام ہیں۔

سر بلندی کی دلیـــــــل ثانی:

ان شرعی فتاوٰی اور مسائل کی روشنی پر عمل کرنے کے لئے اللہ تعالی نے میرے کئی ایک حامیان کو پیدا کر دی۔ جنہوں نے مجھے بذریعہ فون تسلی دی۔ اطمینان سے سفر کر کے گھر آنے کے لئے مشورہ دیا۔ چنانچہ میں اطمینان کے ساتھ سفر کر کے گھر پہنچا اور جو میرا شرعی حق تھا۔ اس کے مطابق عمل کیا۔ اگر وہ حامیان حضرات میرے غائبانہ میں جنازہ کو روکنے کے لئے سامنے نہ آتے تو شاید ہم لوگ والد صاحب کا جنازہ نہیں پڑھا پاتے اور دیدار کا تو پھر کوئی معنی نہیں تھا۔ حامیان کا سامنے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو میری محبت میں کھڑا کیا۔ جن کی وجہ سے ہم لوگ والد صاحب کا دیدا کئے اور تجہیز و تکفین کے تمام شرعی حقوق کو پائے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

شکایت کرنے والے دشمنان بدنصیب ہیں

صدقۂ جاریہ اولاد چھوڑنے والا جنتی ہے:

ســـوال : یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ آخر جب لوگوں کو یقینی طور پر خبر مل چکی تھی کہ میت کے لئے حقیقی و صلبی اولادیں اور سرپرست اور تمام احکامات جنازہ کے اصل ذمہ دار اور تقریبا ان کا پورا گھرانہ ہی سفر میں ہیں۔ سب کے سب بروقت جنازہ میں شریک جائیں گے۔ پھر بھی لوگوں نے جلدی دفن کر دینے کے لئے کیوں مشورہ کی؟

جـواب : اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ''میرے گھریلو اختلافات کی وجہ سے حسد'' میں والد صاحب کو جلدی دفنا دینے کی کوشس کی گئی تھی۔ لیکن اگر ان جلد بازوں سے یہی سوال کیا جائے تو وہ اپنی حسد کی آگ کو ظاہر نہیں کریں گے۔ بلکہ ملمع سازی کے ساتھ ان کی طرف سے بظاہر یہ جواب ملے گا کہ ''علماء حضرات فرماتے ہیں کہ جب جنازہ ہو جائے تو اس کو دفنانے میں جلدی کرو۔ اس لئے جلدی کی''۔ جنازہ کے بارے میں شریعت سے اگرچہ یہی حکم ہے۔ لیکن میرے معاملہ میں میرے والد کو جن لوگوں نے جلدی دفنا دینے کی کوشش کی وہ اس حدیث کی رو سے نہیں

بلکہ حسد اور جلن میں کی۔

یہ بات یقینی ہے کہ حاسدین سے جب ان کے حسد کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو وہ بھی کتاب و سنت کے دلائل ہی پیش کرتے ہیں۔ جو بعض مرتبہ اگر چہ حقیقت ہوتی ہیں۔لیکن ان کو حاسدین پردہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔اگر اسی طرح کے نازک حالات حاسدین کے گھر میں پیدا ہو جائیں تو پھر وہ ان احادیث وقرآنی معلومات کی پیشکش کو بھول جاتے ہیں۔اس لئے یہ بات واضح ہے کہ حاسدین اور شیطان اصلی روپ میں حسد و دشمنی نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے وہ نیکی کے پردہ کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ میرے اور میرے جیسے لوگوں کے حالات کے معاملے میں ماحول اور سوچویشن کے مدنظر حاسدین کا حدیث کی روشنی میں جواب دینا، بظاہر پردہ والا جواب ہے۔حقیقت یہی ہے کہ ان جلد بازوں اور حاسدوں کا ان کے قرآن واحادیث کے حقیقی معنی کی روشنی میں والد صاحب کو جلد دفنا دینے کی نیت حدیث پر عمل کرنے کی نہیں تھی۔ بلکہ ان کے دلوں میں میرے گھریلو اختلافات کی شکایات کی روشنی میں وجہ حسد تھی۔

کیوں کہ جلد دفنانے کی وجوہات جو میرے حامیان نے فون پر کہیں اور گھر پہنچنے کے بعد جیسا کہ میں نے بھی لوگوں کے رویے اور بھانت کی بھانت کی بولیاں اور بے تکے الفاظ بولتے ہوئے سنی۔ان سے ثابت ہوتا ہے کہ میری حسد میں جنازہ کو جلدی دفن کر دینے کا خیال میرے حاسدین نے کی تھی۔ورنہ اگر میت کے اہل خانہ اور اصل سر پرست کے پہنچنے تک لاش خراب نہیں ہو جانے کا یقین ہو تو میت کے اہل خانہ کا انتظار کرنے میں حرج نہیں ہے۔بہت سارے بزرگوں کے جنازے اس طرح رکھے گئے ہیں۔اس تعلق سے لوگوں کو مسئلہ وہی سوچویشن کی روشنی میں یاد رکھنی چاہئے۔

الحمدللہ! ان مسئلوں کے اوپر مخلصین لوگوں نے پوری طرح عمل کی اور حاسدین کی ان کے سامنے کچھ نہ چلی۔آخر چلے کیوں؟ بیٹا میں۔باپ وہ۔اس جنازہ کا سرپرست میں تو ڈیکٹیٹری دوسرا کیوں چلائے؟ ایک مفتی اور عالم دین اور دونوں قبلوں اور حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کرنے والے اور ان میں نماز ادا کرنے والے فرزند کا رشتہ ان کے والد کے لئے کتنا مقدس رشتہ ہے۔اس کا اندازہ اور تصور جاہلوں اور حاسدوں کو کیا پتہ؟

وہ والدین جنتی ہیں:

آیئے! اس کا پتہ ہم دیتے ہیں۔ دیکھئے! احادیث سے جہاں یہ ثابت ہے کہ والدین میں سے باپ جنت کا دروازہ اور ماں جنت ہیں۔ وہیں یہ بھی ثابت ہے کہ وہ والدین بھی بہت خوب، جنتی اور خوش نصیب ہیں جو اپنے مرنے کے بعد عالم، فاضل، دیندار، کتاب وسنت کے ماہر اور حافظ اولاد چھوڑیں جو ان کے لئے کثرت سے فاتحہ پڑھ کر مغفرت کی دعائیں کیا کریں۔ اس اعتبار سے میرے والد صاحب جنتی ہیں۔ ان کے اعمال کا ثواب ان کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی جاری ہے۔ کیوں کہ میں خود ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہوں۔

نیم کڑوا ہے تو کڑوا ہی رہے گا:

اس دعوی سے متعصب لوگ یقیناً جلیں گے۔ لیکن جلیں تو مزید جلیں۔ کسی کے جلنے سے کسی کی کچھ نہیں جلتی ہے۔ بلکہ جس چیز میں آگ لگتی ہے۔ وہی چیز جل کر راکھ ہوتی ہے۔ اس لئے جس دل میں حسد کی آگ جل رہی ہوتی ہے۔ وہی دل جلتا، بھنتا ہے۔ اگر کوئی جلتا ہے تو جلے۔ اس سے میرا کیا بگڑتا ہے۔

مثال:

اس کی یوں ہے کہ کوئی بولے کہ "نیم کڑوا ہوتا ہے" اور اس جملہ سے دشمن اختلاف محض اس وجہ سے کرے کہ وہ اس جملہ کے بولنے والے سے عناد ودشمنی رکھتا ہے تو اس کے اختلاف کرنے سے نیم کی صفت کڑوی بیان کرنے والے کا جملہ غلط ہو کر نیم میٹھا ہرگز نہیں ہو جائیگا۔ کیوں کہ نیم کا مزہ فطری بناوٹ سے کڑوا ہی ہے تو وہ کڑوا ہی رہے گا۔ خواہ دشمن مانے یا نہ مانے! ٹھیک اسی طرح سمجھئے کہ قرآن وحدیث کے اندر عالم، حافظ اور ہمہ وقت قرآن کی تلاوت کرنے والے بیٹے کے بارے میں "صدقۂ جاریہ" کہا ہے تو یقیناً کوئی مانے یا نہ مانے وہ صدقۂ جاریہ ہی رہے گا۔

الحمد للہ! مجھے اللہ تعالی نے عالم، فاضل اور مفتی بنایا ہے تو بیشک بنایا ہے۔ یقیناً عالم، فاضل اور مفتی والدین کے لئے صدقۂ ج جاریہ ہیں تو ہیں۔ اس سے کوئی جلے تو جلیں۔ مزید جلیں! اللھم زد فزد!!

شکایت کرنے والے گدھوں سے بھی بد تر ہیں:

ایسے جلنے والے لوگوں ہی کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے دشمنی کرتے ہوئے

شکایت کرنے پر تلے ہیں۔لیکن حقیقت میں وہ شکایت کر کے مجھے نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔ بلکہ خود کو دارین میں تکلیف خرید رہے ہیں۔کسی سے ذاتی مفاد اور حسد وکینہ اور خاص دعوی کے پیش نظر جلن کرنے کا مطلب صاف ہے کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو بدنصیب بنایا ہے۔ایسے بدنصیبوں کے کسی کے عالم دین، حافظ اور مفتی بیٹے کے تعلق سے شکایت کرنے سے عالم و مفتی کی شخصیت پر کچھ فرق نہیں پڑتا ہے۔

ایسے لوگ ابوجہل بلکہ ان سے بھی اجہل اور گدھوں، کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ جاہل لوگ میری کیا شکایت کریں گے اور مجھ سے کیا پھریں گے۔ بلکہ میں ان جاہلوں سے حکم ربانی اور آیت کریمہ ''و اعرض عن الجاهلين'' کی دلیل سے منہ پھیرتا ہوں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔کیوں کہ میں فاضل دیوبند اور الحمدللہ ایک باوقار مفتی ہوں۔ممکن ہے کہ میرے اس جملہ سے بھی حاسدین کے پیٹ میں مزید درد وحسد پیدا ہوں۔مگر ہوں تو ہوں۔

نعمتیں چھپ نہیں سکتی ہیں:

حقیقت تو یہی ہے کہ ''وَاَمَّا بِنِعمَتِ رَبِّكَ فَحَدِ ث'' کے تحت جو نعمتیں رب نے مجھے عطا کی ہیں۔ان کو چھپانے سے چھپ نہیں سکتی ہیں۔اس لئے علی الاعلان میں اور بلکہ تمامی علماء وحفاظ اس بات کو متعصبین کے سامنے اپنے بارے میں بھی ظاہر کریں۔جیسا کہ میں ظاہر کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے علمائے کرام اور حفاظ عظام کو اپنا مقرب اور ان کے والدین کے لئے صدقۂ جاریہ بنایا ہے۔میں بھی اپنے والد کے لئے یقیناً صدقۂ جاریہ ہوں اور عالم، حافظ اور مفتیوں کی اللہ کے نزدیک بہت بڑی حیثیت ہے۔

اس حقیقت کو تمامی علماء و دانشوران حضرات علم رکھتے ہیں۔ان کے لئے برائے یاد دہانی اور جہلاء کے ذہن کی آب پاشی اور فہم وفراست کے لئے عالم و مفتی کی حیثیت کے بارے قدرے معلومات پیش کرتے چلتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

باب دوم

عالم اور مفتی کی حیثیت

جاننا چاہئے کہ عالم اور مفتی کی حیثیت بہت عظیم ہے۔قرآن مجید نے علماء اور مفتیان کرام کے بارے میں اعلان کردیا ہے کہ ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآء'' یعنی اللہ سے خوف کرنے والا سب سے زیادہ علماء اور مفتیان عظام ہی ہوتے ہیں۔ایک صحیح عالم دین ایک ہزار جاہل عابد پر بھاری ہوتا ہے۔اس کے درجات بہت بلند ہو ہوتے ہیں۔یہ انبیاء کے وارث ہیں۔مومن کے مقابلہ میں علماء کو سات سو درجے فوقیت حاصل ہے اور ہر دو، درجے کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے!

حدیث نمبر ا:حضورﷺ کی حدیث ہے کہ عالم اور مجاہد دو قسم کے لوگ درجۂ نبوت سے قریب ہیں۔قیامت کے دن شفارشی جماعتوں میں دوسرا مقام علماء صحیح کا ہی ہوگا۔یہ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔علم والا روشنی میں ہوتا ہے۔وہاں اندھیرے کا سوال ہی نہیں۔یہ ایک نور ہے۔جس کو خدا اپنے محبوب بندے ہی کو دیتا ہے۔یہ مالداری میں جمال ہے۔غریبی میں دوست ہے۔اہل علم پوری دنیا کا ہر وقت امام ہیں۔ساری دنیا علمائے دین کے غلام ہیں۔ساری دنیا سے بہتر علم دین میں وقت گذار دینا ہے۔یہ نفل عبادت سے بہتر ہے۔اس کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے۔اس کا طلب کرنا عبادت ہے۔اس کا یاد کرنا تسبیح ہے۔اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے۔اس کا پڑھنا صدقہ ہے۔اس کا اہل پر خرچ کرنا قربت الٰہی کا سبب ہے۔جنت کے راستوں کا نشان ہے۔سفر کا ساتھی ہے۔اہل علم کے لئے فرشتہ اپنا پَر ملتے ہیں۔اس کے لئے ہر خشک و تر چیزیں حتی کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے تک دعاء کرتے ہیں!اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے۔اس کا کچھ یاد کرنا تہجد پڑھنے کے برابر ہے۔یہ عمل کا امام ہے۔

حدیث / نمبر ۳: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اُغْدُ عَالِمًا اَو مُتَعَلِّمًا اَوْ مُستَمِعًا اَوْ مُحِبیًا وَلَا تَکُنُ الخَامِسَ فَتُھْلِكَ (مقاصد حسنہ، جامع) کہ یا تو تُو خود کو عالم دین بنو! یہ نہ ہوسکے تو طالب علم بنو۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو علم اور علماء سے کچھ سننے والا اور اس پرعمل کرنے والا بنو۔ان سے محبت کرنے والے بنو۔لیکن ان چاروں کو چھوڑ کر پانچویں قسم مت بنو۔ورنہ ہلاکت لکھی ہوئی ہے۔

ظاہر بات ہے جو عالم بھی نہ ہو۔علم کی چیزوں کو تلاش کر کے اُس پرعمل کرنے والا بھی نہ ہو۔عالموں کے پاس بیٹھتا بھی نہ ہو۔ان سے کچھ سنتا بھی نہ ہو۔اُس کے اندر کی بدمعاشرتی کی اصلاح کیسے ہوگی ؟ وہ تو ہلاک ہی ہوگا۔یہی پانچویں قسم ہے کہ ایسی قسم جو نہ عالم ہو۔نہ متعلم ہو۔نہ سننے والا ہو۔نہ عالم کا صحبت رکھتا ہوتو پانچویں قسم ہلاکت کی ہے!اس قسم میں کسی شخص کو نہیں رہنا چاہئے۔

عالم و مفتی والدین کے لئے باعث سرفرازی و مثل سونا ھیں:

بہرحال علم اور اہلِ علم کے اتنے فضائل ہیں کہ اس کی حد نہیں! پھر عالم سے بڑا درجہ مفتی کا ہوتا ہے۔وہ پوری دنیا اور عوام کے لئے خصوصا اپنے والدین کے لئے اتنا قیمتی سرمایۂ حیات ہیں۔یہ اصلی سونا کی قیمت کے لوگ ہیں۔ایک صحیح حافظ اور صحیح عالم دین ایک نائب رسول ﷺ کے درجے میں ہوتا ہے۔وہ پوری امت کے لئے اور پورے سماج کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہیں ۔اس لئے یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی کی اولاد عالم دین بن گئی تو وہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کے حق میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔خصوصا وہ عالم دین اور مفتی قیامت کے دن اپنے والدین کے لئے باعثِ سرفرازی ہوگا۔اُس کی وجہ سے ان کے والدین کو قیامت میں بڑا سا تاج ملے گا۔یہ گنہگار والدین کی غلطی معاف کروا کر خدا سے حجت کر کے انھیں جنت میں لے جائیگا۔یہ اپنے والدین کے مرجانے کے بعد ان کے گناہوں کو اپنی عبادت و ریاضت اور دعاء سے بخشوانے والا مجاہدِ اعظم ہوگا۔

عقلمند والدین:

اس لئے عقلمند والدین وہی ہیں جو عالم ہوں اور عالموں کے ساتھ رہتے اور ان کی قدردانی

کرتے ہوں۔ جو والدین بدنصیبی سے خود عالم نہ بنیں۔لیکن وہ اولادوں کو بہترین عالم بنادی اور اس کی قدردانی کی اور کروائی تو دنیا میں ایسے والدین سے زیادہ عقلمند و مالدار کوئی والدین نہیں ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے لئے ایسا توشۂ آخرت کا سلسلہ چھوڑا ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کی اولادوں کی دعاؤں کی برکت سے ثواب کا کھاتہ کھلا ہی رہے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ "تعصب پہلی بیماری "ہے:

اس لئے یہ حقیقت ہے کہ میرے والد صاحب نے زرودولت تو یقیناً نہیں کمائی۔ جو تھی وہ بھی زندگی ہی میں اپنی بدنصیب اولاد کے چکر میں گنوادی۔یعنی جس طرح خالی ہاتھ اپنے رب کے یہاں سے تشریف لائے تھے۔اسی طرح خالی ہاتھ اپنے رب کے پاس واپس بھی گئے۔مگر میری شکل میں جو مفتی اولاد حاصل کی۔ یہ انہوں نے اپنے لئے صدقۂ جاریہ اولاد چھوڑی۔ یقیناً وہ اس اعتبار سے جنتی ہیں۔اس حقیقت کو جاہل لوگ نہیں جانتے ہیں۔ جو صحیح مؤمن صفت لوگ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو ضرور اظہار کریں گے۔لیکن جو لوگ تعصب کی آگ میں جل بھن رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ حقیقت بیانی کی وہ تصدیق نہ کریں۔حقیقت میں تعصب وتکبر ہی پہلی وہ بیماری ہے۔جس کی وجہ سے عزازیل مقرب الی اللہ کے بجائے راندۂ درگاہ ہوا۔اسی بیماری نے نورالٰہی سے اسے محروم کردی۔اسی خطرناک وائرس کے اندھیرے میں مآل سے بے خبر ہوکر بجائے سدھرنے کے اس نے مزید ضد کی بیماری میں مبتلا ہوا۔اسی وائرس کے اندھیرے نے اسے بجائے رجوع الی اللہ اور توبہ تلا کر کے مقرب الی اللہ ہونے کے براہ راست اپنے خالق حقیقی سے ان کی پیدا کردہ اشرف المخلوقات یعنی حضرت انسان کو برباد کرنے کے لئے ڈھیٹھ بن کر پرمیشن طلب کی۔

اللہ تعالی نے شیطان کو پرمیشن دیدی:

رب کائنات،شیطان کے دماغی چپ یعنی میموری اور قوت عقلیہ کی حدوقوت کو جانتے تھے کہ معمولی ہے۔اس لئے اس کی حقیقت اس کو سمجھ میں آجانے کے لئے اس کے مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے پرمیشن دیدی۔اس کے بعداس نے ضد میں اپنے ہی خالق سے شیطانی ثالثی کا رول ادا کرنے اور غلط حرکت کرتے ہوئے حضرت انسان سے دشمنی کرنا شروع کردی۔

شیطانی ثالثی سے پیدہ شدہ وائرسس:

چنانچہ اس نے انسان سے دشمنی کرنے کے لئے کئی ایک وائرسوں کو چھوڑا۔ انہی وائرسوں میں ملوث ہو کر انسان روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ شیطانی وائرسس اور روحانی بیماریوں میں سے پہلی بیماری ''تکبر''، یعنی بڑا پن و وقار میں کسی وجہ سے کمی نظر آنے لگتی ہے یا خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے تو تکبر سے متعدی یعنی بڑھ کر ایک دوسری بیماری ''جلن وحسد'' کی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب تکبر جلن وحسد کے مرض سے مخلوط ہو جاتا ہے تو متکبر اپنے وقار وحیثیت اور مفاد کو برقرار و بحال رکھنے کے لئے بیشمار حربے اختراع اور گڑھتا ہے۔

تکبر سے متعدی امراض روحانیہ:

شیطان کی یہ اختراعی اور خود ساختہ و من موجی حفاظتی صورتیں، شکلیں اور طریقے تکبر کے مرض سے بڑھے ہوئے امراض روحانیہ ہیں۔ وہی ہیں ''جھوٹ، غیبت، چغلی، دھوکہ، خیانت، بدعہدی، بے وفائی، اصل میں نقل کی ملاوٹ، اصل ناقل کے حق بات میں تاویل، کاٹ چھانٹ کر اسی کی طرف غلط نسبت و غلط معانی کا لباس پہنانا، اپنے پراگندہ زبان سے گندے الفاظ، گالی گلوج، الزامات وغیرہ کے الفاظ کو صحیح اور سچے انسانوں کی طرف نسبت کر کے الزام تراشی، گول مول جملوں کے ذریعہ حقیقت کو جانتے ہوئے بھی حصول مفاد کے لئے یا اس خیال سے کہ کہیں ہم سے فلاں آگے نہ بڑھ جائے۔ اس کی واہ واہ نہ ہو جائے۔ اس لئے جلن کرتے ہوئے ایک قابل شخصیت اور دینی تعلیمات کو فروغ دینے والے احباب سے محبت میں عداوت کرنی۔ منافقت، حرص وطمع کا مزاج، میٹھی میٹھی باتیں، حقیقت بیانی کو سن کر اس کو اعتراض کی صورت میں نقل کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مگر ان سبھوں کا خلاصہ اور مخرج و منبع وہی اصلی مرض ''جلن، حسد اور تکبر'' ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کے فرمان ''کُلُّ الاَمـــرَاضِ اَلبَطَن'' ہے کہ جس میں حضور ﷺ نے تمام جسمانی بیماریوں کی جڑ و بنیاد ''پیٹ'' کو قرار دی ہیں اور یہ ظاہر و حقیقت بھی ہے کہ اگر پیٹ کی ہانڈی کو شرعی اور خدائی اصول کے مطابق استعمال میں رکھا جائے تو جسمانی امراض میں یقیناً تعدد نہیں ہوسکتا۔ مگر انسان چونکہ غیر محتاط ہوتا اور رہتا ہے۔ وہ اس ہانڈی میں اس کی بروقت یا ہمہ وقت صفائی کئے بغیر محض خواہشات کے مطابق بھرتے چلا جاتا ہے۔ جب اس کے پیٹ میں تعفن پھیل کر امراض کی شکل پیدا ہونے لگتی ہے اور نارمل حالت سے ہٹ کر اس کے پیٹ میں مرض پیدا ہو چکا ہوتا

ہے۔تب وہ ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتا دردر پھرتا اور پریشان ہوتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح روحانی امراض کا مخرج وخزانہ تکبر و بڑا پن ہے۔اسی لئے حضورﷺ نے اس سے بچنے کے لئے تاکید فرمائی کہ ''مَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ'' کہ جو تکبر کرتا ہے۔وہ نیچے گر جاتا ہے(اوپر نہیں اٹھ سکتا ہے)۔

پھنچنے سے قبل تدفین کی وجہ ''شیطانی وائرسس اور تعصب'':

آج کل لوگوں کی حرکتوں سے جو ماحول ومعاشرت پائی جارہی ہے۔یہ سب شیطانی وائرسس اور بیماریوں کی وجہ سے ہی ہیں۔کسی کو بھی ایک حرف صحیح سے تو ملاقات نہیں ہوتی ہے۔نہ روزہ،نہ نماز،نہ عبادات،نہ سچائی!بس عورتیں ایک طرف دروازے دروازوں پر جمگھٹ بنائے اور حقہ نوش فرماتے ہوئے ایک دوسرے کی شکایات اور فضول گفتگو،الزام تراشی مطلب پرستی کے لئے دوستی،بے محل وناجائز اور غلط لوگوں کا سپورٹ کر کے اپنے سر پر جس کی شکایت کرتی ہیں۔ان کے گناہوں کو اپنے سر پر لادتی رہتی ہیں۔اسی طرح مردلوگوں نے بھی چائے خانوں میں ادھر ادھر اور اچھے سے اچھوں کی شکایت کر کر کے ماحول کو بالکل خراب کر رکھا ہے۔انہیں علم اور اہل علم کے فضائل واہمیت اور حیثیت کے پیش نظر قدردانی سے اسی طرح کوئی مطلب نہیں ہے۔جیسا کہ ہفتوں سے بھوکے کو پاک،ناپاک،حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر جو ملا،جہاں اور جیسے ملا خواہ کسی کچڑے سے ہی اس کو کچھ کھا کر بھوک مٹانے کی صورت ہی کیوں نہ مل جائے۔وہ اس کچڑے میں پھینکے ہوئے کھانے کو کھا کر بھوک مٹانا چاہتا ہے۔یہی شیطانی وائرس اور تعصب کی وجہ سے متعصب لوگوں نے اپنی بھوک مٹانے کی خاطر مفاد پرست متعصب لوگوں نے والد کے جنازہ کو میرے گھر پہنچنے سے پہلے ہی جلدی سے دفن کر دینا چاہتے تھے۔مگر!رع:

مدعی لاکھ براچاہے تو کیا ہو تا ہے
وہی ہو تا ہے منظور خدا ہو تا ہے

کیا ھی خوب ھو تا!

اسی طرح جاہل،بدتمیز لوگوں کو خود اپنی اور اپنے گھروں کے کلچر،بداخلاقی و بگاڑ کی صورتوں کے حل کرنے کی تو سوجھتی نہیں ہے۔لیکن اپنے مستقبل کے نتائج سے مکمل ناوقف ہو کر محض

دوسروں کے گھروں کی کہانیاں چوک چوراراہوں اور پارکوں میں، چائے خانوں میں بیان کر کر کے کسی کی عزت وحیثیت عرفی کوخراب کرتے رہتے ہیں۔کاش کہ یہ لوگ اخلاق کریمانہ نہیں تو کم ازکم خاموش مزاج ہوکر اہل علم اور مفتی، حافظ اور عالم کی حیثیت کو جان کر حد احترام میں رہ جاتے تو کیا ہی خوب ہوتا!

افسوس صد افسوس!

مگر افسوس صد افسوس! جاہل تو جاہل بعض پڑھے لکھے لوگ بھی جاہل سے بدتر بن کر''جدھر دیکھی کھیر ادھر گئی پھیر'' مقولہ کا مصداق بنے، جاہلوں اور عورتوں کی جمگھٹ میں گھس گھس کر شکایت کرنے میں سپورٹ کر کے حقیقت بیانی اور مصلحانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے دوغلا پن کرتے ہیں اور فریقین کے پاس اچھا رہنا چاہتے ہیں۔جبکہ وہ حالات وکیفیات واقعہ سے بخوبی جانتے رہتے ہیں۔بعض شکایت کرنے والے لوگ علماء کی بھی کتاب وسنت کے فضائل مع دلائل بہت خوبصورتی کے ساتھ معلومات رکھنے کے باوجود خود بھی شکایت کرتے ہیں۔ان علماء پر اعتماد کی وجہ سے شکایت سننے والے لوگ جس کی شکایت سنتے ہیں اس کی طرف سے کامل طور پر متنفر ہوجاتے ہیں۔اگر کسی علماء کی شکایت سنے ہوتے ہیں تو ان مظلوم علماء کی وہ اس شدت جہالت کے ساتھ توہین کرنے لگتے ہیں کہ الامان والحفیظ!!

کیچڑ لیپ کر دلیل پیش کر دیتے ہیں:

حالانکہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو شکایت کرنے روکیں۔مگر بعض علماء جاہلوں کی معیت واکثریت میں رہ کر بجائے ان پر اپنا اثر ڈالنے کے انہی کے اثر کو قبول کرتے ہوئے اپنے علمی خزانہ کو اپنے سینہ کی الماری میں تالا لگا کر بدترین جاہلوں کے ساتھ چوراہوں پر اپنی ہی ذات وبرادری کے خلاف بکواس کر کے بجائے کسی عالم فاضل کی حیثیت میں لگے داغ دھبہ کو صاف کرنے کے ان پر مکمل گناہوں کے کیچڑ لیپ کر خراب نام کو مزید بھدا کر دیتے ہیں۔اس طرح نہ وہ تبلیغی ذمہ داری کو نبھا پاتے ہیں۔نا ہی دوسرے مبلغ علماء کو تبلیغی فرائض کو انجام دینے دیتے ہیں۔گویا کہ یہ تبلیغی فریضہ کی انجام دہی میں س سکندری بن جاتے ہیں۔جس کی وجہ سے علم، اہل علم اور مقام علوم کے باوجود جہالت پروان چڑھتی رہتی ہے۔

مثلا: کسی جاہل خواہ اس کے خاص رشتے دار شخص یا خود والدین اپنے عالم وحافظ بیٹے کے خلاف غیر شرعی اور حقیقت واقعہ کے خلاف شکایت کریں تو یہ چوراہے پر بیٹھ کر پان کھا کھا کر زخم پر نمک چھڑکنے والے لوگ یا کسی بیان ومیلادی محفل ومجلس میں اس شکایت کو ہوا دینے والے حاسدین لوگ شکایت ہونے والی شخصیت کے بارے میں تحقیق حال دریافت کر کے بجائے اصلاح معاشرہ والے بیانات کرنے کے ایسے جملوں کا استعمال کرتے ہیں کہ جن سے شکایت کو مزید تکمیل جاتی ہے۔اس طرح جس کی شکایت ہوتی رہتی ہے اس کی طرف سے لوگوں کا دماغ صاف ہونے اور بجائے فضیلت وحیثیت اور اہمیت بحال ہونے کے نہایت مجروح شبیہ عام ہو جاتی ہے۔لوگ ان کی طرف سے بدگمانی کو یقین کر مزید متنفر ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ ہاں! دیکھو! واقعی فلاں شخص عالم، مفتی، فاضل ہونے کے باوجود غلطی پر ہیں۔آخر فلاں کی غلطی نہیں ہے تو یہ حضرت کیسے علی الاعلان کہ رہے ہیں؟ آخر کیسا مفتی ہے؟ کیسا عالم ہے؟ اتنے بڑے عالم دین ہونے کے باوجود جبکہ قرآن مجید نے تو ماں باپ کو اف تک کہنے کو منع کیا ہے۔نیز اگر والدین کافر ہوں تب بھی ان کو خرچہ دینا واجب ہے۔پھر بھی وہ مفتی، عالم ہو کر والدین کو خرچ نہیں دیتا ہے۔بے چارے ماں اور باپ گھر کے ایک کونے میں مجبور پڑے بھوکے مر رہے ہیں اور وہ بیویوں کے ساتھ باہر عیش ومستی کر رہا ہے۔آخر والدین پریشان ہیں تبھی تو اس کے والدین اس کی شکایت کرتے ہیں نا!

بعض لوگ تو گالیوں کے ساتھ ایسا گول مول ایسا جملہ بول دیتے ہیں کہ جس سے جس عالم دین اور بے گناہ کی جو شکایت ہو رہی ہوتی ہے۔اس کی مزید شکایت ہو۔اس کا نام مزید خراب ہو۔شکایت کرنے والے کو مزید شکایت کرنے پر شہ ملے۔ان کی غلطی پختگی کے درجہ کو پہنچ جائے۔بلکہ مزید اس بے چارے کے اندر کی صفت حسنہ کو برائی کی صورت میں ایسے انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔جس سے جن لوگوں کو اس بے چارے باہر رہنے والے کے تعلق سے شکایت پر اب تک صرف شبہ تھا۔اس میں پختگی آجاتی ہے۔اس طرح ان کی نظر میں بھی وہ گر جاتا ہے اور حاسد دراصل اپنا الوسیدھا کئے ڈیکٹیٹر شپ اختیار کرتے ہوئے اپنے بڑا پن وسرداری کے مقصد میں کامیاب رہتا ہے۔جب تک اس کی سانس چلتی رہے۔وہ یہ نہیں چاہتا ہے کہ فلاں شخص

اس کے سامنے سر بلند رہے۔اس لئے سرنگوں رکھنے کی ہر صورت اختیار کرتے ہیں۔

شکایت کرنے والوں کی اصلاح کرنی چاہئے:

حالانکہ ایسے دانشوروں کے سامنے اگر حق پرست شخصیت کی شکایت کوئی شکایت کرتا ہے تو اولاتو انہیں شکوہ کی حقیقت معلوم کرنی چاہئے۔اس کے بعد اسے خوبصورت الفاظ میں '' اَلدِّینُ اَلنَّصِیحَۃُ'' کے مطابق خیر خواہی کرتے ہوئے شکایت کرنے والے کی پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفے ﷺ کی نیابت کرتے ہوئے اصلاح کرنی چاہئے اور فریقین کو ملا کر ایسی اتحاد پیدا کرادینی چاہئے کہ ان کے گھر کا ماحول نور علی نور کا بن جائے۔

مصلحانہ اقوال کی مثال:

مثلا: یوں کہنا چاہئے کہ بھائی! تم کیوں ان کی صرف شکایت ہی کرتے رہتے ہو۔ارے! جہاں قرآن وحدیث میں لکھا ہے کہ والدین کو''اف'' کہنا بھی منع ہے اور نافرمان اولادوں کو جس طرح حدیث میں کہا گیا ہے کہ''ناک زمین پر رگڑ رگڑ کر مر جانا چاہئے''۔وہیں علم اور اہل علم کی بھی بڑی حیثیت کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔اولادوالدین کے نزدیک خصوصا عالم حافظ ومفتی اولاد تو سونا،چاندی،ہیرے جواہرات وغیرہ قیمتی اشیاء سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ایسی اولاد کی قدردانی ماہرین ہی کرتے ہیں۔کیوں کہ سونا کی صحیح پہچان سونار ہی کرتا ہے۔دیکھو! اہل علم اولاد کی ناقدری اور اس کی شکایت وہجو بیان کرنے پر قدرت نے والدین کی بھی محرومی رکھی ہے۔

سنو! ایک عالم و فاضل کے توسط سے ایک عالم بنتا اور بگڑتا ہے۔کسی علم والے کی شکایت خاص طور سے نہیں کرنی چاہئے۔تمہاری شکایت سے اگر ان کے علم ووقار کو ٹھینس پہنچتی ہے تو ان کے ذریعہ تبلیغی کام کام میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔جس سے فریضۂ تبلیغ کے نبھانے میں ان سے بھی کوتاہی ہوگی اور سماج بھی ان کے علمی فائدہ حاصل کرنے سے محروم رہ جائے گی اور تمہارا گھر بھی جہنم بن کر رہ جائے گا۔

اسی طرح اگر شکایت کرنے والا جس کی شکایت کر رہا ہے خاص گھر کا آدمی ہے تو ان کو خاص طور سے تاکید کرنی چاہئے کہ:''گھریلو باتیں گھر میں ہی رہنے دو۔ان کو باہر لا کر اپنے ہی چراغ کو مت بجھاؤ۔سنو! ایسے والدین بھی گناہ گار ہیں جن کی اولاد عالم فاضل ہوں اور والدین ان کے علم کے خلاف چل کر معاشرت کو درست نہ کرتے ہوں۔ان کا رویہ اولاد کے ساتھ بالکل غلط

ہے۔ میں نے تحقیق کی ہے۔ جو بات آپ بول رہے ہیں وہ غلط ہیں اور اس کی حقیقت یوں ہے۔اس لئے آپ شکایت نہ کریں''۔

با نر جانے آدی کا سواد:

اسی طرح یوں کہے اور سمجھائے کہ اپنی زبان میں کہتے ہیں نا! کہ ''بانر جانے آدی کا سواد ''تو صاحب! کوئی بے وقوف ''سونا'' کو نالے میں پھینک دے۔اُس سے ''سونا'' کی حیثیت گھٹ نہیں جاتی ہے۔ بلکہ اس کو پھینکے والا بیوقوف، گدھا اور اس کی حقیقت و قیمت سے ناواقف پکا جاہل ہے۔اس لئے جان لیجئے کہ سونے، چاندی، ہیرے جواہرات و دیگر قیمتی سے قیمتی مالیات سے بھی زیادہ قیمتی اور محترم علمائے کرام ہیں۔پس جس طرح سونا غلاظت میں ڈالدینے سے کوئی نہ کوئی سونا رُسے اُس غلیظی سے نکال ہی لے گا اور جس طرح ''سونا'' غلاظت سے باہر آنے کے بعد اپنی ہیئت و کیفیت کو کھونہیں دیتا۔ بلکہ ''سونا''، ''سونا'' ہی ہوتا ہے۔نالی کی گندگی نہیں۔اسی طرح حق گو اور انصاف ور عالم بھی اللہ کی نظر میں اور عالموں کی قدر دانی کرنے والے احباب کی نظر میں محترم و مکرم ہی ہوتا ہے۔

گناہ سب کے لئے برابر ہے:

اسی طرح موجودہ دور کے خصوصا بہار کے والدین حضرات اپنے غیر شرعی رویے اور اولاد کے حقوق کی پامالی کرتے ہوئے بھی پارسا اور خود کو جنتی شمار کرتے رہتے ہیں اور اولاد سے تھوڑی سی کمی بیشی ہوئی یا بہوؤں سے کچھ آگے پیچھے ہوگیا تو بس پورا پہاڑ انہی کے سر پر لادنا شروع کر دیتے ہیں۔ایسے والدین کی حق پرست لوگوں کو عدل کے ساتھ یوں ذہن سازی کرنی چاہئے کہ:

''بھائی صاحب! والدین اور بڑے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عدل و انصاف کو آپ طلاق دے کر شریعت کے خلاف محض ڈیکٹیٹری کریں۔ایسا ہرگز نہیں ہے کہ والدین، اگر والدین ہیں تو ان کے لئے سب گناہ بمقابلہ اولاد کے کرنا درست ہو گئے اور لڑکے کے حقوق سے وہ بالکل بے پرواہی کریں تو بھی چلتا ہے۔کوئی بات نہیں۔نہیں! ہرگز نہیں! سنو! صحیح علماء، حفاظ، اور مفتیانِ عظام سب اصلی سونا ہیں۔جن میں مفتی کا درجہ بہت بڑا ہے۔اس کی شان بہت بڑی ہے۔ایسے نیک بیٹے کے خلاف محض من مانی و مفاد ذاتی کی بنیاد پر شکایت کرنے کی وجہ سے وہ عالم، فاضل

اور دیندار بیٹا گنہگار نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ جاہل والدین کے لئے عالم بیٹا درجات کی ترقی کا سبب ہیں۔سات خاندانوں کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ایسے فاضل اولاد سے بحیثیت انسان کے کچھ کمی بیشی ہوبھی جاتی ہے تو آپ ان کے مربی اور والدین ہیں۔ان کی شکایت سے آپ کی عزت نہیں ہورہی ہے۔ بلکہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کیسے والدین ہو؟ اور کیسی اولاد کو پیدا کی آپ نے؟ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہِ " کہ اولاد والدین کی کا پرتو اور لیبر ہوتی ہے۔آپ ہی کے اخلاق ان میں ودیعت ہیں۔ان کی شکایت آپ کی شکایت ہے۔اگر واقعی وہ کچھ غیر شرعی کام کرتے بھی ہیں تو اس پر خاموش رہ کر اندرون خانہ معاملہ کوحل کر لیجئے!اور اگر وہ نیک ہیں تو دنیا میں اس کی شکایت سے اور ان کی حیثیت کو گھٹا کر بیان کرنے سے اس عالم اور مفتی کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ خود آپ کا نقصان ہوتا ہے اور یہ آپ دونوں کے لئے نہایت بدنصیبی کی بات ہے۔اس لئے آپ ایک عالم دین کی شکایت اور ہجو بیان کر کے خود کو کیوں گنہگار بن رہے ہیں۔اس عادت کو چھوڑ دیجئے۔وغیرہ وغیرہ''۔

مگر! بہت افسوس کی بات ہے کہ اس طرح ذہن ساز شخصیت معاشرہ موجود نہیں ہیں۔یا تو ایسے لوگ ہیں جو شکایت کر کے اہل خانہ کو چڑھانے بڑھانے والے الفاظ و رویے اختیار کر کے اپنوں سے اپنوں کی شکایت کراتے اور لڑاتے ہیں یا پھر تماشائی بنے الو کی طرح تکتے مزہ لیتے رہتے ہیں۔ایسی ذہنیت تعصب کی بنیاد پر ہوتی ہے۔اس طرح کے مزاج رکھنے والے خواہ کوئی بھی ہوں۔وہ شریر اور شیطان کے چیلے ہیں۔ایسے لوگ قدرت کی گرفت سے ہرگز بچ نہیں سکتے ہیں۔

آج کل اکثر اندرون خانہ بھی بہت تعصب کا مرض پھیل چکا ہے۔ایک بھائی اگر حق کے لئے اور شریعت کے لئے لڑتا ہے تو دوسرا سراپا جاہل و بدتمیز محض اپنے مفاد کے لئے مرتا اور جنگ کرتا ہے۔وہ اپنے مفاد ذاتی کے حصول کے لئے شیطانی تمام حربے اور سازشیں اپنے ہی بھائی کے خلاف کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ایسے جاہل اور مفاد پرست بھائی اور دیگر افراد خانہ خفیہ طور پر شرارت کرتا ہے۔اپنے غیر قانونی مزاج کے مطابق چالاکی و چرب زبانی سے اپنے والدین کے ذہن کو اپنی طرف پھیر کر رکھتا ہے۔والدین بھی حق پرستی سے کام نہیں لیتے ہیں اور جو بیٹا یا جو بہو یا افراد خانہ اپنے مطلب پرستی کے لئے ان کی ذہن سازی کر دیتے ہیں۔اسی ذہنیت پر گامزن ہو کر

غلط روش پر چلنے والے فرزند کی والدین طرفداری کرتے ہوئے اپنے ہی گھر کی یکجہتی کو پاش پاش کرتے رہتے ہیں۔ اپنی ہی اولادوں کے درمیان ایک کے حق میں طرف یکطرفہ نظریہ، ظالمانہ رویہ، شکوہ شکایات کرتے رہتے ہیں تو دوسری اولاد کے حق میں نہایت نرم، معاون و مددگار، پردہ دینے والا عمل اور محبت پیش کرنے والا رویہ اور سلوک پیش کرتے ہیں۔ اگر کسی کے والدین میں یہ صفت ہے تو یقیناً ان کا یہ ظالمانہ رویہ ہے۔

ایسے ظالم اور شریعت کے خلاف عمل کرنے والے والدین اپنے جاہل اور مفاد پرست بیٹے کی طرفداری کرتے ہوئے اپنے باوقار اولاد کے خلاف جو قدم اٹھاتے ہیں وہ سن لیں کہ وہ اللہ کی عدالت میں ہرگز بچ نہیں سکتے ہیں۔ کیوں کہ حکم و قانون سب کے لئے برابر ہے۔ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا پوسٹ پر کیوں نہ ہو یا کتنا ہی غریب کیوں نہ ہوں۔ اللہ عادل ہے۔ وہ اپنے عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔ جھوٹ، چوری، غیبت، دھوکہ، زنا، وغیرہ گناہ بہرصورت چھوٹے بڑے، استاذ، شاگرد، باپ، بیٹے، ماں بیٹی، دادا، دادی، سب کے لئے اس ذات نے یکساں طور پر حرام و گناہ کی چیز بنائی ہیں تو یہ چیزیں چھوٹے بڑے جاہل عالم اولاد اور والدین سبھوں کے لئے گناہ ہی ہیں۔

ذاتی تصور سے حقیقت بدل نہیں جاتی:

ایسا ہرگز نہیں ہے کہ گناہ اگر چھوٹا کریں تو گناہ ہوا، اور وہ قابل سزا و ملامت ہوا، اور یہی گناہ کوئی بڑا خواہ والدین ہی کیوں نہ کریں تو وہ ان کے لئے گناہ نہیں۔ بلکہ ثواب ہو گیا اور ان کے لئے وہ قابل عفو و درگذر ہو گیا۔ ایسا عقیدہ آدمی خود رکھ لیتا ہے۔ یاد رکھ لیجئے کہ کسی کے خود سے قانون کے خلاف سمجھ لینے اور ذاتی تصور قائم کر لینے سے قانون بدل نہیں جاتا ہے۔ اس سے چیزوں کی حقیقت بدل نہیں جاتی۔

سورج کو بیل خیال کر لینے سے وہ بیل نہیں ہو جاتا:

پس کوئی شخص جس طرح سورج کو ''بیل'' تصور کر لیں تو سورج ''ہرگز ''بیل'' نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح اللہ نے جن چیزوں کو گناہ قرار دیدیا ہے۔ یقیناً وہ گناہ ہی ہیں۔ ان کو نیکی سمجھ لینے سے گناہ کی چیز نیکی نہیں بن جاتی۔ ماحول و معاشرت میں ایسی کئی برائیاں اور عقائد براہ مروت اور قانون میں زبردستی سمجھوتہ کے مضبوط ہو چکی ہیں۔ جبکہ وہ شریعت و قانون کی روشنی میں

جرم وگناہ ہے۔ اگر وہ گناہ کسی بڑے سے سرزد ہوں تو لوگوں نے انہیں از خود ''دعاء اور قابل عفو'' عقیدہ بنالیا ہے۔

والدین کی گالی گالی ہی ہے دعاء نہیں:

اسی قبیل سے ایک عقیدہ لوگوں نے یہ گھر لیا ہے کہ ''والدین کی گالی اولاد کے حق میں دعاء ہے'' اچھا تو پھر غیروں کے حق میں گالی کیوں ہے بھائی؟ یہ عقیدہ قرآن واحادیث میں کہاں پر بیان کیا گیا ہے؟ بلاشبہ یہ خیال وعقیدہ بھی بالکل غلط ہے۔ اس سے والدین کی اہمیت نہیں۔ بلکہ ان کو مزید گناہ کرنے کے لئے شہ اور مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ اکثر علماء بھی اسی کی تائید کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے والدین طبقہ کے لوگ گالی بولنے میں مزید پختہ ہوتے رہتے ہیں۔

اس طرح ایک بار والدین کے ایک گالی کو دعاء سمجھ کر اصلاحی پہلو اختیار نہیں کیا گیا تو آئندہ وہی والدین گالی کا حافظ بن جائیں گے۔ اس کے بعد بلا سوچے سمجھے وہ انشاء اللہ بہت ہی قیمتی قیمتی اور قابل سماعت گالیوں سے نواز کر کتاب وسنت کی مخالفت کر کے خود بھی گناہوں کا ڈھیر لگا لیں گے اوران معاونین کو بھی ڈھیر سا گناہ جمع کروا دیں گے۔ جنہوں نے ''گناہ کے کام میں مدد نہ کرو'' مذکورہ حدیث کی مخالفت میں والدین یا بڑوں کو مزید گالی بکنے اور زبان گندہ کرنے کے لئے شہ اور موقع فراہم کیا تھا۔ اس لئے اس بات کو جانئے کہ ''والدین کی گالی دعاء ہے'' کہنا۔ خیال کرنا، سمجھنا اور سمجھانا ''سِبابُ المُؤمِنِ فُسُوقٌ وَقِتالُه' كُفُرٌ'' ترجمہ: مؤمن مسلمان کے لئے گالی بکنا فسق وگناہ اور گندگی ہے اور قتل کرنا تو کافر بنا دیتا ہے'' حدیث کے بالکل خلاف ہے اور ''تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ''یعنی قانون کی حد کو توڑنا ہے۔ پس جو شخص والدین کے گالی بکنے کو دعاء کہتے ہیں۔ یہ ان کی ذہنی کتاب کا فرمان ہے۔

مجھے توخوف لگتا ہے :

مجھے تو اس طرح کے عقیدہ پر روک ٹوک نہ کرنے سے خوف لگتا ہے کہ یہ لوگ بھوک مری کے موقع سے والدین کے فضلات ''پیشاب وپاخانہ'' کو بھی کہیں ''غذا وحلوہ'' کہ کر لوگوں کو ثواب سمجھا کر ترغیب نہ دینے لگیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! بھائی! احترام کی بھی ایک حد ہے بھائی! اور اصل

احترام توحکم شریعت کو مان لینا ہے۔اپنے من کی سوچ والے احترام اکثر ظلم کے فولڈر میں شمار ہونے لگتا ہے۔جیسے والدین یا کوئی بھی بڑے آدمی نے کرسی پر اپنے سامنے بیٹھنے کوحکم فرمادیا تو یہاں پر اپنے من کا احترام یہ سمجھنا کہ ''بڑے کے سامنے کرسی پر بیٹھنا بے ادبی ہے'' اس لئے بڑے کے حکم کو نہ ماننا اور کھڑے رہکران کا احترام ہے۔''احترام نہیں بلکہ ''اَلْاَمرُ فَوقَ الْأَدَب'' کے تحت نافرمانی ہے۔یہاں پر بڑے کے حکم کو مان کر کرسی پر بیٹھ جانا ہی ادب ہے۔کیوں کہ حکم ماننے کا نام ''جھکنا، ماننا، اطاعت گذار، اسلام، مسلمان'' ہے۔

آخر شیطان شیطان کیوں بن گیا؟

آخر! شیطان کیوں بن گیا؟ اسی لئے نا کہ اس نے منمانی و من سوچی کہانی بکنا شروع کردی اور حکم ربانی انکار کر دیا تھا۔اس لئے من مانی کا نام ''شریعت'' نہیں ''شیطانیت و بغاوت'' ہے۔اصل شریعت '' حدود حکم کی پابندی کے ساتھ اطاعتِ ربانی'' کا نام ہے۔رب کائنات نے اپنے کلام ''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰکُمُ عَنْهُ فَانتَهُوا'' کے ذریعہ اپنا حکم اور اپنی شریعت واضح کر دی ہے کہ ''ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے (رب کے حکم و وحی سے) جتنا حکم دیں اتنا ہی کرو اور جن چیزوں سے (جتنا اور جس پوائنٹ پر رک جانے کو) منع کریں۔بس وہی پہ رک جاؤ''۔

پس اس حکم شریعت کا اجرا و نفاذ انسانی زندگی کے تمامی احکامات کے ساتھ ساتھ اولاد اور والدین کی زندگی میں بھی ہوگا۔اس لئے اس حکم شریعت اور حکم ربانی کے تحت جتنا جس درجے کا اور جس پوائنٹ تک اولاد کے لئے والدین کے حق میں حکم ہوگا۔اتنا ہی اولاد کو عمل کرنا واجب ہے زیادہ نہیں۔اسی طرح جتنا حکم والدین کو اولاد کے حق میں ہوگ اتنا ہی عمل بلا کم و کاست والدین کریں گے۔

جب اللہ کا کلام وشریعت اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ '' لَا تَسُبُّوا الَّذِینَ یَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ '' کہ تم لوگ ان لوگوں کو جو اصلی اللہ اور رب کو چھوڑ کر نقلی رب کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔یعنی مشرکوں کو گالی مت دو''۔اس آیت میں مسلمان مسلمان کو کیا غیروں اور کافروں و مشرکوں کو بھی جو کہ خود رب کائنات کی تعریف اور حمد وثنا بیان نہیں

کرتے ہیں اور انہی کے مخالف ہیں۔ان کو بھی گالی دینے سے منع کیا گیا ہے۔اس ممانعت سے واضح ہے کہ گالی دینی ایک بری چیز ہے۔اچھی چیز نہیں ہے۔الا یہ کہ جسے کبھی گالی بکنے کی عادت تو نہیں۔لیکن جھنجھلا کر اس کے منہ سے گالی نکل گئی۔

اسی طرح حدیث رسول ﷺ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ'' سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفرٌ''۔یعنی''گالی'' دینا''فسق'' یعنی گناہ کا کام ہے اور کسی کو قتل کر دینے سے تو انسان کافر ہی بن جاتا ہے۔

دیکھئے اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے کلام میں بھی واضح فرمادی ہیں کہ''گالی'' بکنا فسق یعنی ایک بری اور گناہ کی چیز ہے۔یہ ایک روحانی بیماری ہے۔وائرس ہے۔جو شخص اس کو اپنی زبان پر لاتا ہے۔اس کی زبان گندی ہو جاتی ہے۔ایسے لوگ اللہ کے نزدیک مبغوض اور مقہور ہیں۔ویسے بھی عام انسان بلا قید مذاہب اس چیز کو برا ہی سمجھتے ہیں۔کیوں کہ حقیقت میں یہ چیز ہے ہی بری!

جب کتاب وسنت میں ایک چیز کو واضح طور پر بری چیز اور وائرس بتلا دی گئی ہے۔پھر کیسے وہ چیز کسی خاص شخصیت کے لئے جائز ہو جائے گی؟ کہ لوگ والدین کے ادب کے دائرہ اور حدود میں ان کے گالی بکنے کو''دعا'' سمجھتے ہیں۔یہ تو آر ایس ایس اور''گائے ماتا'' عقیدہ رکھنے والے لوگوں کی طرح گائے کے پیشاب کو پینا شفایاب اور باعث ثواب سمجھنے والے خیال جیسے ہو گیا!!

اسی لئے پیچھے میں نے لکھا ہے کہ مجھے تو خوف لگتا ہے کہ والدین کسے فرط محبت میں''تِلْكَ حدُودُ اللّٰهِ'' کی دیوار کو توڑ تاڑ کر والدین کے فضلات''پیشاب و پاخانہ'' کو بھی کہیں''غذا وحلوہ'' کہہ کر لوگوں کو ثواب سمجھا کر ترغیب نہ دینے لگیں۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

ادب نہیں شیطانی عمل کی نقل ہے :

تعجب ہے! لوگوں نے کہیں پر تو من موجی اتنا ادب واحترام میں غلو کیا کہ اصل کو چھوڑ کر نقل کو ہی خدا بنا کر مشرک بن گئے اور کہیں پر اتنی بخالت وکمی کی کہ اصل کے ڈھانچے ہی کو گرا کر اصلیت کو بالکل مسخ ہی کر دی۔یہی تو افراط وتفریط اور قانون عدل کے خلاف ہے۔اسی سے بچ کر معتدل پوائنٹ پر قائم رہنے کے لئے تو اللہ نے'' مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا '' کے ذریعہ اپنا حکم اور اپنی شریعت واضح کر دی کہ''رب کے حکم و وحی سے جتنا حکم ملے۔اتنا ہی کرو

اور جن چیزوں سے جتنا اور جس پوائنٹ پر رک جانے کو کہے۔بس وہی پہ رک جاؤ' اسی کا نام ''شریعت'' ہے۔

اس لئے اہل عقل کو چاہئے کہ وہ اپنی عقل کے ساتھ ساتھ اپنے شعور کو بھی استعمال کرے اور اللہ کے عین حکم کو فالو کریں اور اپنا ئیں اور دوسروں تک بھی اسی حقیقت کو پہنچا کر واضح کریں۔بے تکے اور من مانی ادب و احترام کی غلیظ چادر کو اتار پھینکیں۔کیوں کہ وہ غلیظ ہے۔علاوہ ازیں اس طرح کے خیالات اوران پرعمل درآمد سے اللہ کے حکم وفرمان اورشریعت کو نیچے کرنا اور من موجی اورشرک ہے۔اللہ سے مقابلہ کرنا اور شیطانی عمل کی نقل ہے۔

یہ بات تو ظاہر و باہر ہے کہ اللہ کی مخالفت ان کے کلام کے رد اور مقابلے میں اپنے کلام ودعوی کو پیش کرنا،اس کے لئے حربےاور قیاس کرنا ''شیطان'' کا کام ہے۔کیوں کے سب سے پہلے قیاس وتقابلی بات اور بحث ومناظرہ من موجی طور پر اللہ کے حکم وشریعت کے مقابلے میں اللہ سے شیطان نے ہی کی تھی۔جس کے سبب وہ راندۂ درگاہ ہوا تھا۔اس لئے یقیناً والدین کی گالی بکنے کو''دعا''سمجھنا یہ بالکل غیرشرعی،جاہلانہ ؟اورآرین سماج والا شیطانی عمل،مزاج وما حول ہے۔شریعت اسلامیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔اس لئے یادرکھیں کہ جولوگ والدین کے آداب واحترام اپنی مرضی سے حدود الہی سے آگے بڑھتے یا کم کرتے ہیں۔دونوں صورتیں آیات مذکورہ کے تحت غلط ہیں۔

والدین لوگ کان کھول کر سن لیں:

والدین لوگ بھی کان کھول کرسن لیں کہ ''شریعت'' اللہ کا حکم اور قانون ہے۔یہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں سیٹ اور فٹ ہے۔جب پارٹس سیٹنگ اور فٹنگ میں آجاتے ہیں تو ان کا ایک نام پڑتا ہے۔کائنات کے اندر جتنی چیزیں ایک خاص قانون وضابطہ اور ترتیب کے ساتھ سیٹنگ اور فیٹنگ میں ہیں۔سب ایک ایک خانہ اور سیٹ کئے ہوئے فولڈرس ہیں۔ان میں سے جس فولڈر کو اپنی مرضی سے یوز اور استعمال کریں گے اگر ان کی سیٹنگ وفیٹنگ ترتیب میں آپ نے انگلی کردی تو ان سے فائدہ اٹھانے کے بجائے نقصان پہنچ جائے گا۔یادرکھا جائے کہ انسان بھی منجانب اللہ ایک حیاتیاتی قدرتی سیٹ وفٹ کردہ حیاتیاتی مشین وفولڈر ہے۔ان کے بدن کے پارٹس بھی ترتیب

سے لگائے اور فٹ کئے گئے ہیں۔انسان سمیت تمام دنیا کی چیزوں سے صحیح فائدہ اٹھانے اور ان کے نقصانات سے بچنے کا ضابطہ اور طریقہ صرف اور صرف ''اللہ کا حکم و دستور یعنی'' قرآن مجید'' ہے۔اسی لئے یہی کتاب مکمل اور دائمی دستور و قانون یعنی یکسا سول کوڈ'' ہے۔اس دستور نے واضح کر دی ہیں کہ گالی بری چیز ہے تو وہ والدین کے بولنا کبھی نیکی اور اولاد کے حق میں دعاء نہیں بن سکتی ہے۔اسی طرح جس طرح ہر ایک کے فضلات و پیشاب وغیرہ کھانا حرام ہے۔اسی طرح فرط محبت و آداب والدین میں شرشار ہو کر ان کے فضلات و گندگی کو کھانا اور اس کی ترغیب دینا بھی حرام و جاہلیت ہے۔

پس اس قانون کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ایک سائز ہوتی ہے۔ایک قانون کے تحت مربوط و فٹ ہوتی ہے۔چیز کا استعمال اس کی حد و سائز اور قانونی دائرہ ربط رکھنے کے ساتھ ہی خوبصورت عمل ہے۔اسی طرح روح و جسم دونوں کیلئے کچھ وائرسس ہیں۔روح کی بیماریاں اور وائرس'' جھوٹ، چوری، گالیاں'' وغیرہ ہیں۔پس جیسے ماں باپ کے فضلات والدین کی اہمیت کے پیش نظر کھانا جائز نہیں۔اسی طرح ماں باپ کا غیر شرعی کام مثلاً چوری، ڈکیتی، زنا، اور گالی وغیرہ بکنا بھی گناہ ہی ہیں۔ان کے گناہوں کے ارتکاب کرنے پر ان کے لئے یہ شرعاً ''دعا'' نہیں بن جائیں گے۔ان سے ثواب ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ورنہ گالی والی حدیث رسول میں حضورﷺ والدین کے لئے گالی بکنے یا گناہ کرنے کو شرط لگا کر حکم الگ کر دیتے۔جبکہ ایسا نہیں ہے تو پھر یہ حکم عام ہے۔سب انسانوں کے لئے۔اس لئے چھوٹا، بڑا، استاذ، ماں باپ کوئی بھی ہوں۔سب کے لئے گالی گالی ہی ہے۔دعاء ہرگز نہیں ہے۔جو لوگ والدین کے گالی بکنے کو دعاء شمار کرتے ہیں۔یہ حدیث رسولﷺ کو جھٹلاتے اور مخالفت کرتے ہیں۔آریہ سماج کے خواہی نخواہی آداب و احترام سے وہ لوگ متأثر ہیں۔ان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

والدین کا اولاد سے زبردستی غیر شرعی مطالبہ حرام ہے:

اسی طرح اولاد کے تعلق سے ذہنی یا عملی یا بدن کے کسی بھی حصے سے والدین کی طرف سے غیر شرعی عمل بھی قابل ملامت ہیں۔اس لئے معاشرت میں جس طرح اولاد کا ناجائز عمل روحانی

یا جسمانی ہر حال میں ناجائز ہے۔اس پر مناسب سزا مرتب ہوگی۔اسی طرح والدین سے بھی کوئی روحانی جسمانی غیر شرعی عمل کا ظہور جان بوجھ کر یا اچانک ہوجائے تو بہرحال وہ بھی گناہ ہی ہوگا۔پس والدین لوگ کان کھول کر سن لیں کہ اپنی کسی اولاد کے حق میں یا کوئی بڑا چھوٹوں کا ناجائز طریقے سے جو ساتھ دیتے ہیں۔یکطرفہ مطالبہ رکھتے ہیں۔بلاشبہ وہ حد اعتدال سے باہر ہے۔ظلم ہے۔جس طرح آگ کو گلاب کا پھول خیال کرنے سے آگ،گلاب کا پھول بن کر خوشبو نہیں دے سکتی ہے۔بلکہ چھونے پر ہاتھ کو جلا کر خاک کر دے گی۔اسی طرح کسی اولاد کا اپنے والدین کی گھریلو ذمہ داری اور والدین کے اخراجات و خدمت گذاری سے پیچھے ہٹنے کے لئے ذہن سازی کرنے سے والدین کے حقوق وہ ادا نہیں کرسکتا ہے۔یہ خیال شیطانی ،دھوکہ اور غلط ہے۔''مَنْ خَدَعَ فَلَیسَ مِنا'' حدیث کی روشنی میں وہ مکمل مسلمان نہیں۔اس پر ہر حال میں عذاب مرتب ہوکر رہے گا۔اسی طرح والدین کا ذہن ساز بیٹے کی بات پر عمل کرتے ہوئے اُسے مکمل چھوٹ دیدینا اور دوسری اولاد پر کلی ذمہ داری اور بوجھ ڈالنا،اُسے نوچنا،بدنام کرنا،پنچایت بیٹھانا سبھی گناہ اور ظلم ہیں۔ان پر بھی عذاب کا سلسلہ جب شروع ہوگا تو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

اگر یہ باتیں سمجھ میں آگئی ہیں تو اس بات کو بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ والدین لوگوں کے لئے سب گناہ بمقابلہ اولاد کے کرنا درست ہیں۔والدین لوگ اولادوں کے حقوق سے بالکل بے پرواہی کریں تو بھی چلتا ہے!نہیں۔جہاں والدین اولاد کے لئے قیمتی اور نعمت غیر مترقبہ ہیں۔وہیں صحیح علماء،حفاظ اور مفتیانِ عظام جیسی اولادیں بھی والدین کے لئے اصلی سونا ہیں۔ان کی قدر ان کے مرتبہ کے اعتبار سے کر کے ایک اچھی معاشرت کی تشکیل دینی چاہئے۔

شیطان ثالثی کے لئے نیک بن کر ظاہر ہوتا ہے:

لیکن شیطان کو اچھی معاشرت و ماحول سے کہاں مطلب ہے!وہ تو دشمنی پر تلا ہوا ہے۔باضابطہ اس نے اس کام کو انجام دینے کے لئے اپنے رب سے ہی ڈیٹھ ہوکر اور اپنے انجام سے بے خبر ہوکر پرمیشن لے رکھی ہے۔اسی لئے وہ چاہتا ہے کہ میں تو آگ میں جلوں گا ہی تو کیوں نہ انسانوں کو بھی ساتھ میں لے کر جلوں؟اس لئے وہ شیطانی ثالثی کا رول ادا کرنے کے

لئے اچھے اور نیکوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور دوغلا پن اور گول مول جملوں سے جھگڑے کی کیفیت کو باقی رکھنے کی کوشس کرتا خوش ہوتا رہتا ہے۔ جس سے علمائے کرام اور صاحب تبلیغ قسم کے لوگوں کی توہین ہوتی رہتی ہے۔ جن سے علمی واصلاح معاشرہ کا فائدہ کالعدم ہو جاتا ہے۔

میرے تعلق سے بھی کچھ ایسی ہی باتیں اور شیطانی ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ جس کے بنانے میں اپنوں نے ہی شیطانی رول ادا کی ہیں۔ ایسے ماحول میں دیگر علماءودین کے ذمہ داران کو چاہئے کہ اپنی ذات کے وقار کو بحال رکھنے کی ہر ممکن تدبیر کریں۔ میں ایسے دانشوروں اور اہل علم کو علم کے لئے نہیں بلکہ تذکیر کے لئے اور جاہلوں پر تبلیغ وتعلیم کے لئے علماء کی توہین کے نتائج احادیث وقرآن سے مختصراً پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

علماء کی توہین کے نتائج

علماء کی توہین کرنے والے بد بخت ہیں:

ترغیب کی روایت مذکورہ بحوالہ اسلامی سیاست ص/۱۴۹/ پر حدیث نمبر ا/ گذری ہے۔ اسی حدیث کا ٹکڑا ہے'' نیک (علمائے صحیح اور کتاب وسنت کے جانکار) لوگوں سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتے اور فائدہ اٹھاتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن بد بخت ہی لوگ عالم کے علمی فوائد سے محروم رہتے ہیں۔ اُن کی شکایت وہجو بیان کرتے ہیں۔ یقیناً بدنصیب لوگ ہی علماء اور مفتیان عظام کا درجہ گھٹا کر بیان کرتے ہیں!

حدیث نمبر ۲: ترغیب بحوالہ اسلامی سیاست ص/۱۴۹/ پر ایک دوسری حدیث یہ بھی منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں کرتا! منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ (جاہل اور بدنصیب لوگ) علم والے شخص کو دیکھیں اور اس کو ضائع کر دیں۔ پرواہ نہ کریں۔ یہی حال میرے ساتھ ہے۔

اللہ کا اعلان جنگ:

مذکورہ کتاب میں ہی اسی مضمون سے آگے امام نوویؒ کے حوالہ سے بخاری شریف کی ایک

حدیث یہ بھی لکھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے کسی وَلی (باعمل عالم وحافظ اور اللہ کے قریب ترین ماہر شریعت لوگوں) کو ستائے۔ میری طرف سے اس کو لڑائی کا اِعلان ہے اور خطیب بغدادیؒ نے حضرت اِمام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر فقہا سے مراد علماء (صحیح) ہیں۔ اگر علماء صحیح اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی وَلی ہے ہی نہیں۔ مطلب ہے کہ در اصل علمائے صحیح ہی ولی کامل ہیں۔ حبر الأمة حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عالم کو تکلیف پہنچائے گویا اُس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہونچائی اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کو اَذیت پہونچائے۔ اُس نے گویا اللہ جل جلالہ کو اذیت پہونچائی!!!

اللہ دل کو مردہ کر دیتا ھے:

آگے حضرت شیخ نے شرح مہذب کے حوالے سے لکھا ہے کہ: علماء (کی غیبت) گوشت بہت زَہر یلے ہیں۔ ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے کہ جو لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں۔ ان پر عیب لگانے (الزام کسنے میں) لب کشائی کرتے ہیں۔ اس کے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مردہ کر دیتے ہیں۔

علماء کی تحقیر کفر سے کم نہیں:

مولانا عبدالحی فرنگیؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ علماء کے علم اور علماء کی ذات کی تحقیر (ان کو گرانے کے الفاظ وعمل) کرنے والے کافر ہو جاتے ہیں۔ حضرت شیخ (زکریاؒ) نے کہا کہ اگر کفر نہیں تو کم از کم وہ شخص فاسق وفاجر کے زمرے میں تو آتا ہی ہے اور آخرت کے عذاب کے مستحق ہونے میں تو کچھ شبہ ہی نہیں ہے!!!

حضور کی تاکید:

پیچھے مقاصد حسنہ اور جامع صغیر کے حوالہ سے ایک حدیث ''اغدُ عالِمًا اَو مُتَعَلِّمًا اَوْ مُستَمِعًا اَوْ مُحِبًا وَلَا تَكُنْ الخَامِسَ فَتُهْلِكَ'' گذری ہے۔ جس میں عام لوگوں کو حضور پرنور ﷺ نے تاکید فرمائی ہیں کہ یا تو تُو خود کو عالم دین بنو! یہ نہ ہو سکے! تو طالب علم بنو! یہ بھی نہ ہو سکے تو علم اور علماء سے کچھ سننے والا اور اس پر عمل کرنے والا بنو! ان سے محبت کرنے والے بنو! لیکن ان چاروں کو چھوڑ کر پانچویں قسم مت بنو! ورنہ ہلاکت لکھی ہوئی ہے۔

اطاعت و اقتدا کی اصل عمر نہیں علم ہے :

اس لئے اگر کوئی چھوٹا ''بیٹا، بھتیجا، پوتا ناتی، شاگرد، محلّہ سماج کے غریب گھرانے کا کوئی بچہ وغیرہ'' بحرالعلوم بن گیا تو اس کی اطاعت کی جائے گی۔ اس سے اس کے عمر کی اطاعت مقصود نہیں۔ بلکہ علم دین اور قرآن حکیم کے نور کی اطاعت ہے۔

غور کیجئے! حضورﷺ عمر میں چھوٹے تھے۔ لیکن علمی و روحانی پاکیز گی رہنما و سردار تھے تو ان کے خاندان کے بہت سے چھوٹے اور بوڑھوں نے آپ کی پیری کو قبول کی۔ سرِتسلیم خم کیا۔ آپ کی اطاعت کر کے صحابہؓ کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے چلے۔ عمر میں بڑا ہونے اور رشتے میں مقدس ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر جہالت والی معاشرت میں صرف بڑوں کی ہی بات ان کے بڑے ہونے کی وجہ سے مانی ہی جائے گی۔ ایسا تو ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ شریعت مطہرہ کا قانون ہے'' لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعصِيَةِ الْخَالِقِ ''کہ کسی مخلوق کی (خواہ بڑے ہوں۔ مقدس ہوں) ان کی بات اگر خالق کی نافرمانی کی حدود میں ہے تو ہر گز نہیں مانی جائے گی۔

چھوٹے اہل علم کی اطاعت سے وقار بڑھتا ہے :

بلکہ ان مقدس لوگوں اور بڑوں کے بیچ اگر عمر میں کوئی چھوٹا، بیٹا، بھانجہ بھائی کوئی بھی قابل و باصلاحیت ہوں تو ان کو چاہئے کہ اپنے عالم و فاضل بیٹے کے علمی و دینی مشوروں کے پیچھے پیچھے چلیں۔ اپنے چھوٹوں کے پیچھے ان کے شرعی مشورہ عمل کرنا اور چلنا ان کے وقار کو گھٹاتا نہیں۔ بلکہ بڑھاتا ہے۔ سماج میں ان کی بھی عزت و سرفرازی ہوتی ہے۔ اگر والدین، کوئی بڑے اور مقدس رشتے دار اپنی جہالت کے گھمنڈ میں اپنی اولاد کے عالمانہ اخلاق کو معاشرت کو اپنانے سے انکار کرے اور چھوٹی موٹی گھریلو معاملات کو گھر کے باہر اچھالیں تو ایسے والدین بھی گنہگار والدین ہیں۔ ایسے والدین کو اہل بیٹے کے علمی حیثیت کو سمجھنا چاہئے کہ ایک نیک و عالم فرزندار جمند ایسے گناہگار والدین کی غلطی کو معاف کروا کر خدا سے حجت کر کے انھیں جنت میں لے جائے گی۔ یہ اپنے والدین کے مرجانے کے بعد ان کے گناہوں کو اپنی عبادت و ریاضت اور دعاء سے بخشوانے والا مجاہد اعظم ہوگا۔

علم و اہل علم کے بڑے فضائل ہیں :

بہر حال! علم اور اہلِ علم کے اتنے فضائل ہیں کہ اس کی حد نہیں! پھر عالم سے بڑا درجہ مفتی کا

ہوتا ہے۔پس جو مفتی ہو۔اُن سے کیسے ممکن ہے کہ وہ ایک دَم فاش غلطی کر بیٹھے۔اس لئے اُن کے اعمال اگر بظاہر کسی غلط کو لگیں۔اس لئے خبر سننے والوں کو چاہئے کہ اس سلسلے میں اللہ کی شریعت ''اِذَا جَـآئَـكُـمْ فَـاسِـقٌ بِـنَـبَـأٍ فَتَبَيَّنُوا'' کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر پہنچے تو پہلے اس کی تحقیق کرو (مبادا وہ کہیں مشکی عنہ کے خلاف غلط اور سازش کے تحت ہوں) کے تحت جو خبر اور شکایت سنیں۔ان کو دھرلے سے مان کر میڈیائی شکل دے کر گناہ نہ اٹھائیں اور اپنے اعمال صالحہ کو ضائع نہ کریں۔ایسی بلا تحقیق اخباروں کو پھیلانا حرام ہے۔آج کی میڈیا اسی حرام کام کو کر کے انسانوں کے چین وسکون کو غارت کر دی ہیں۔غیر تو غیر مسلمانوں نے بھی اس میڈیائی ماحول کو کتاب و سنت سے جاہل ہو کر پراگندہ کر کے اچھے سے اچھوں کی حیثیت عرفی کی دھجی اڑا دی ہیں۔ان کے جائز حقوق کی پامالی کر دی ہیں جو کہ گناہ عظیم ہے۔

مخالف شریعت والدین اور اولاد دونوں بد نصیب ہیں:

اس لئے تعلیم یافتہ خصوصا دینی علم جماعت کے احباب کو چاہئے کہ وہ لوگوں پر تبلیغ کریں اور بیانوں میں کہیں کہ اگر ایک غیر اہلِ علم والدین اپنے عالم بیٹے کے حقوق کی رِعایت نہ کرے۔ان کے مشوروں کے مطابق عمل کر کے اُن کے علمی چراغ سے اپنے دِین و دنیا کی و عاقبت کو روشن نہ کرے تو یہ اُسی طرح افسوس کی بات ہے۔جس طرح ایک نافرمان فرزند اپنے والدین کو بوڑھاپے میں پا کر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے۔یہ والدین اور وہ فرزند دونوں برابر کے بدنصیب ہیں۔بلکہ یہ دونوں ایسے ہیں جیسے کہ اُنہیں یاقوت وزمرد دستیاب تو ہوں۔لیکن انہیں استعمال کرنے کے بجائے گنوا کر خالی ہاتھ رہ جائے۔یا شہد، بادام، کاجو، پستہ وغیرہ جیسی قیمتی چیزیں، خرید کر اُسے زمین پر انڈیل دیں، پھینک دیں اور انہیں استعمال کر کے طاقت حاصل نہ کریں اور چلائیں کہ یہ چیزیں ضائع ہو گئیں! تو غلطی ضائع ہونے والی قیمتی چیز کی نہیں۔بلکہ اس قیمتی چیز کے ضائع کرنے والے کی ہے۔

شکوہ کا منہ بند کرنا چاھئے!

بہر کیف! ایک عالم دین کو ایک عالم کی فضیلت وشان بہت زیادہ ہے۔اس لئے کسی کے

سامنے کسی عالم وفاضل کی حیثیت عرفی کو کوئی جاہل شکوہ کر کے خراب کر رہا ہو تو ان کے فضائل بیان کر کے شکوہ ہونے اور کرنے کی صورت ہی کو مٹا دینا چاہئے۔مگر بہت افسوس کی بات ہے کہ بہت سے علماء زمرہ کے لوگ بھی خود عالم فاضل ہو کر دوسرے عالم کی شکوہ سن کر بجائے اس کی حیثیت کو بچانے کے بگاڑنے کی صورت اور رویہ ظاہر کرتے ہیں۔ایسوں کو شکوہ کا منہ بند کرنا چاہئے اور ایک اچھی معاشرت کا ماحول بنانا چاہئے۔

میرے تعلق سے فضول عقیدہ نے ماحول بگاڑا:

میرے گھریلو حالات میں کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔جو ہیں ان کو کوئی ثالثی پیغمبرانہ صفت ومزاج کی شخصیت اگر آیت قرآنیہ ''اَصلِحُوا ذَاتَ بَینِکُم'' کہ تم اپنے ذاتی ماحول کی اصلاح کرو' پر عمل کرتے ہوئے شیطانی ثالی کا رول ادا کرنے کے بجائے پیغمبرانہ ثالثی کا رول ادا کریں تو میرا گھر بہت جلد جنت میں تبدیل ہو جائے گا۔اگر کوئی ایسا اہل حق قرآن وحدیث کی روشنی میں چھان بین کریں تو ان کے نزدیک میں اپنے گھریلوں مسائل ومعاملات میں شرعی روشنی میں مکمل حق پر ثابت نکلوں گا۔جیسا کہ ہوں۔اس لئے کہ جس طرح لوگوں کے بھیجے میں میرے تعلق سے بات بیٹھا گئی ہے کہ میں اوالدین کو خرچے نہیں دیتا ہوں اور یہ کہ مولوی اعجاز کے حق وراثت کو میں ہڑپ لیا ہوں۔اس طرح غلط ہوا بشکل طوفانی ہوا دراصل اپنے ہی لوگوں نے بوجہ مفاد پرستی اور مفاد ذاتی کے چلائی ہیں۔

حقیقت حال سے لوگ ناواقف ہیں:

جبکہ میں شکایت کرنے والوں سے کہیں زیادہ والدین کے فضائل ومناقب کو بفضلہٖ تعالی جانتا ہوں اور ان کے فضائل کی روشنی میں ہمیشہ ان کی خدمت کر کے سعادت حاصل کرنے کی کوشس کی ہے اور الحمد للہ! یہ میری سعادت ہے کہ میں ہر چھوٹے بڑے حالات میں ان کی حفاظت کے لئے میں کھڑا رہا ہوں۔یہ بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔لیکن چونکہ میں نے اپنے تئیں شکوہ شکایات کا ماحول پا رہا ہوں۔لوگ علم واہل علم جہالت میں ناقدری کر کے بجائے فائدہ اٹھانے کے گناہگار بن رہے ہیں۔چونکہ بدگمانی بھی شیطانی وائرس اور روحانی مرض میں سے ہے۔جس کو دفع کرنا ایک عالم کی ذمہ داری ہے۔اس لئے حقیقت بیانی کر رہا ہوں۔

ویسے ''ہاتھی چلے بازار تو کتا بھونکے ہزار'' مقولہ کے تحت عموما بزرگوں نے خاموشی اختیار کی

ہیں۔یہی اصل جواب بھی ہے۔لیکن میرا نظریہ تبلیغی یہ بنا کہ شاکیوں کی اصلاح اور ان تک ہدایات ربانی پہنچا کرانہیں شکوہ سے خاموش کرانا اوراعمال صالحہ کی طرف ترغیب دینا ایک عالم دین پرتحریریاتقریر سے فرض مع القرض ہے۔اس کتاب کوترتیب دی۔

فاسد و فضول عقیدہ نے ماحول کو بگاڑا:

امیدقوی ہے کہ باشعور اورحق کوقبول کرنے والے اورحق کے متلاشی حضرات اپنے مزاج و میموری کے محدود چپ کے اندر میرے تعلق سے ناجائز اور غیرشرعی باتوں کو ڈیلٹ کر کے خود بھی اچھا بنیں گے اور میرے لئے ایسا ماحول پیدا کر کے دینی وتبلیغی کام کے فریضے کی ادائیگی میں معاون بن کرصحیح راہ سے ناموانسان ثابت ہوکر جان لیں گے کہ میرے والدصاحب یقیناً جنتی ہیں۔میرے اوران کے درمیان جوبھی نزاعی صورت پیش آئی۔اس کی حقیقت اندرون خانہ مکمل شرعی ہے۔محض جہالت کی بنیاداورغیرقانونی طور پرراور میں تو کہتا ہوں کہ آریہ سماج کے ہندوانہ سمجھ رکھنے والےلوگوں کےمزاج وماحول کی روشنی میں میراث وزمین وجائداد یابڑے بھائی کے تعلق سے زبردستی گدھا بنانے والے فاسدوفضول عقیدہ نے ماحول کوبگاڑا ہے۔

غیر قانونی ناراضگی باعث ذلت و عذاب نہیں:

اس بگاڑ اورذہن سازی کی وجہ سے میرے والدین خاص طور سے اور وعام والدین عام طور سے جو اپنی اولادوں سے ناراض ہیں۔وہ سب غلطی پر ہیں۔ایسے لوگ جان لیں کہ غیر قانونی ناراضگی باعث ذلت وعذاب نہیں۔اس طرح کی فضول باتوں پر ناراضگی سے اولادوں کوکوئی تکلیف نہیں ہوگی۔خودوالدین ہی تکلیف میں رہتے ہیں اور رہیں گے۔

مثـــــال:

آپ کے ہاتھ سے دس روپیہ نیچے گر گیا۔سامنے والا آدمی اگر اسے اٹھا کرنہیں دیئےتو اس لئے اس سے ناراض ہوگئے۔ یہ غیر قانونی ناراضگی ہے۔کیوں کہ یہ اس کے اخلاق کی بات ہے۔ممکن ہے کہ وہ بداخلاق ہو یا اسے جھکنے میں کوئی پریشانی ہوں۔اس لئے آپ کا پیسہ ہے۔ آپ اٹھائیے۔دوسرا اسے اٹھا کرنہیں دیا۔اس لئے آپ ناراض ہوگئے ۔رشتہ توڑ لئے ۔غصہ غصی کرلئے ۔اس کی شکایت کرنے لگے۔غلط ہے۔

اسی طرح آپ نے کسی سے کچھ مانگا۔اس نے نہیں دی۔اس لئے ناراض ہو گئے ۔یہ غلط ہے۔اسی طرح ہماری ماحول میں نئی دلہنوں اور چھوٹوں پر ساس اور بڑی عمر کی عورتیں یہ لازم سمجھتی ہیں کہ جب وہ ان کے گھر جائیں تو نئی دلہنیں ان کا پاؤں دبائیں۔اگر کوئی دلہن نہیں دبائی۔اس لئے بڑی عمر کی عورتیں ناراض ہو جاتی ہیں۔اس دلہن کی شکایت شروع کر دیتی ہیں۔یہ غیر قانونی ناراضگی ہے۔

اسی طرح کوئی بڑی عورت سو رہی ہیں یا ساس ہی سوتی رہتی ہیں۔جیسا کہ یہ مزاج معلوم ہوا کہ دلہن کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ روزانہ فرض کی ادائیگی کے طور پر ساس کے بدن کو دبائے گی اور مالش کرے گی۔ایک دن کسی وجہ سے بے چاری نہیں دبائی۔بس اسی کے لئے ہنگامہ! بات بند۔ پتوہ کو گالیوں کا تحفہ۔بلکہ بعض ساسیں انہیں مار بھی بیٹھتی ہیں۔یہ کہاں کا اسلام ہے بھائی؟ دلہن انسان نہیں ہے کیا؟ اس کا بدن درد نہیں کرتا ہے؟ اس کو تھکن نہیں آتی ہے؟ کیا وہ گھوڑے کا جسم رکھتی ہیں کہ شادی کر کے گھر میں آنے کے بعد ساس ،سسرے، دیور، جیٹھانی بلکہ بچوں تک کے افرادوں کی گھر کے تمام کاژ کر کے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ گھر کے تمامی افراوں کی نوکری پر مامور ہو جاتی ہیں۔اس نوکری میں تھوڑی سی کمی بیشی ہوئی تو بس سبھوں کی طرف سے ناراضگی شروع ہو جاتی ہے۔کیا ساس کبھی دلہن نہیں رہی؟ اپنے دلہن کے زمانے میں کیا پابندی ساس نے کی تھی؟ اگر کی تھی اور خون کے آنسو بہائی تھی تو ظلم کیوں سہے؟ کیا وہی بدلہ اب اپنی دلہنوں سے نکال رہی ہیں؟ کہ آپ بھی ناراض ہو گئے؟ یہ کہاں کی ناراضگی اور کون سے دین کا سبق ہے بھائی؟ بلا شبہ یہ غلط ناراضگی بلکہ دلہن اور پتوہوں پر ظلم ہے ظلم!!

واضح ہو کہ عورت کی شادی اس کے شوہر کے ساتھ ہوتی ہے۔وہ بھی شوہر اور مرد کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ ہوتا ہے۔یہ اور بات ہے کہ اندرون خانہ مرد کو حاکم بنایا گیا ہے۔مگر اس حاکم کا مطلب ڈیکٹیٹر شپ اختیار کرنا نہیں ہے۔بلکہ دو اجنبی افراد سے تشکیل شدہ نئے خاندان ے نظام زندگی کی صحیح ترتیب و ترکیب کے لئے مرد کو عورت کا حاکم بنایا گیا ہے اور حاکم دراصل خادم و محافظ ہوتا ہے۔عورت اس حاکم کی نعمت عظمی میں سے ایک ہے۔اس لئے حاکم ہونے کا مطلب خود کو گنیش جی کی مورتی بن کر محض حکم چلانا اور ناجائز احکامات میں بھی بیویوں کو پیروی

کرنے پر مجبور کرنا اوران سے تمام کاموں اور ضروریات میں نوکر کی طرح خدمت لینا نہیں ہے۔اس طرح کوئی مرد کرتا ہے تو وہ مرد بھی عورت پر ظلم کرتا ہے جو کہ روا نہیں ہے۔اس لئے واضح ہو کہ شوہر اور بیوی کے درمیان ایک دوسرے کے شرعاً آپسی حقوق مع الحدود متعین ہیں۔جن کو اسی حدود و پوائنٹ میں ادا کرنا دونوں پر واجب ہے۔ان میں سے مردوں کے رشتے داروں کی عورت کے لئے خدمت لازم نہیں ہے۔اس لئے مرد بھی اپنی عورت پر اپنے متعلقین کی مستقل خدمت گذاری کرنے کے لئے مجبور نہیں کرسکتا ہے۔جب عورت پر شوہر کی خدمت لازمی طور پر ضروری نہیں۔بلکہ آداب زندگی میں سے ہے تو ساس ،سسرے اور گھر کے دیگر افرادوں کی خدمت عورت نے لازم نہیں کی تو اس پر کیا زوروزبردستی؟

مسلمان مرد و عورت کو علم ہونا چاہئے کہ یہ آرین اور ہندوانہ خیالات میں سے غیر معتدل خیالات ورسم ہیں۔اس سے بے شمار گھروں میں طلاق ہو چکی ہے۔خانہ کا خانہ اجڑ چکا ہے۔اس مزاج و ماحول کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح اس بات کو بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ اگر آپ مخدوم یعنی کسی سے خدمت لینے کے درجہ کو پہنچنا چاہتے ہیں تو پہلے آپ کو خادم بننا پڑیگا۔پس عورت سے آپ خدمت لینا چاہتے ہیں تو حد اعتدال میں آپ کو بھی ان کی جائز ضروریات میں حسن سلوک ،بہترین رویہ اور خدمت کرنی پڑے گی۔اس لئے گھر کے افرادوں کا رویہ اور سلوک نئی دلہن کے ساتھ عتدال کے ساتھ ایسا بہتر ہونا چاہئے کہ نئی دلہن کو محسوس نہ ہو کہ وہ اپنے والدین ،خاندان ورشتے دار کو چھوڑ چھاڑ کر ایک اجنبی گھر میں آئی ہے۔تا کہ وہ آزاد و خوش ہو کر افراد خانہ کی بجائے حکم کرنے کے بعد از خود بنیت ثواب اور براہ احسان و مروت من چاہی خدمت خدمت کرے۔اس صورت کے برعکس پولس کی طرح حکم رعبداری کر کے ان پر لازمی طور پر خدمت کرنے کو تھوپنا، زبردستی کرنا اور ظلم وگناہ ہے۔اس لئے دلہنوں کو آداب سکھانے اوران سے خدمت لینے کا طریقہ اپنے اندر خدمت کرنے کی حکمت و ہنر پیدا کرنا چاہئے۔اس کے برخلاف زبردستی یا رواجی ماحول کی وجہ سے روزانہ لازمی طور پر خدمت لینا اوراس صورت میں اگر بہو خدمت نہ کریں۔یا کریں۔لیکن کبھی کسی عارض کی وجہ سے چھوڑ بھی دیں تو اس کے لئے ناراض ہو جانا۔یہ ناراضگی غیر شرعی ہے۔غلط ہے۔

اسی طرح گھر میں کوئی اپنے بچوں کے لئے نیا کپڑا باہر سے بھیجایالایا۔اب ماں یادوسری بڑی عورتیں ناراض ہو جاتی ہیں کہ دوسرے بیٹے کے بیٹوں کے لئے بھی لانا تھا یا بھیجنا تھا۔جبکہ یہ حیثیت،اخلاق اورمحبت کے اوپر ہے۔آج کل محبت نادادر! بلکہ اسی نظریے میں زبردستی کی وجہ سے محبت پاش پاش ہوکررہ جاتی ہے۔لیکن لوگ اس نکتہ کو بالکل نہیں سمجھتے ہیں اورمحض من موجی خیال کو اپنامذہب بنالیتے ہیں اور جیسے ہی اس کے ذاتی اورمن موجی خیال کی مخالفت ہوتی ہے۔بس ناراضگی شروع ہوجاتی ہے۔یہ غیر قانونی ناراضگی اوردوسروں کے مال میں زبردستی لالچ کرنا ہے۔

اسی طرح ایک صاحب میرے یہاں بلا اطلاع کے آگئے۔میں گھر میں نہیں تھا۔مصروفیت سب کی کچھ نہ کچھ ہوتی ہے۔آنا تھا تو اطلاع کر کے آنا تھا۔اگر رابطہ نہ ہوا تو بھی اگر آگئے اور میں گھر میں نہ ملا۔تالا بند تھا تو اپنی غلطی سمجھنی چاہئے۔لیکن وہ صاحب اس کے بعد سے آنا ہی چھوڑ دیئے۔بات بھی بند کردی۔ایک موقع سے ملاقات ہوئی۔علیک سلیک ہوا۔اس نے جواب نہ دی۔بار بار پوچھنے پر ناک بھنو چڑھا کر بولا میں آپ کے یہاں گیا تھا تو آپ تھے ہی نہیں! اس لئے میں آپ سے بات نہیں کرتا اورآپ کے یہاں نہیں جاتا! آپ لوگ مہمانوں اور رشتے کا خیال کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔یہ لو بھائی زبردستی کی ناراضگی! یہ غیر قانونی ناراضگی ہے۔

اسی طرح سنت ہے کہ کسی کے یہاں جایا جائے تو کچھ لے جایا جائے۔لیکن یہ فرض اورقرض نہیں ہے۔کوئی مجبورغریب اورعیالدارشخص کسی رشتے دار کے یہاں گئے اورمجبوری میں خالی ہاتھ چلے گئے۔کچھ نہیں لے گئے۔اس پر گھر والے ناراض ہو گئے۔شکوہ شکایات شروع کردی۔یہ غیر قانونی ناراضگی ہے۔

اسی طرح میراث کی تقسیم خوداللہ تعالی نے کردی ہیں۔اس میں بہنوں کا حصہ بھی ایک بہن ہے تو ثلث اورایک سے زائد بہنیں ہیں تو ثلثان متعین ہیں۔اب بہنوں کے حصہ مانگنے پر بھائی لوگ ناراض ہو گئے۔غصہ میں دے بھی دیا تو ان پر پابندی عائد یہ کہ اب سے وہ اس گھر میں داخل نہ ہوں گی۔ناراض ہو گئے۔یہ غیر قانونی ناراضگی ہے۔کیوں کہ جس معاملہ میں حاکم اوررب نے فیصلہ کردی۔اس میں اپنی مرضی چلانا ہے۔یہ خودکی غلطی ہے۔لیکن خودغلطی کر کے حقدار کے حق کو نہ دینے پر الٹا انہیں سے ناراض ہو جانا،غصہ کرنا،پینترے بدلنا،اتحاد کو پارہ پارہ کرنا غیر قانونی

ناراضگی ہے۔

اسی طرح کسی نے شادی کی۔ بے چارے کو حیثیت نہیں تھی۔ اس لئے دعوت نہیں دی یا دعوت دینا بھول گئے یا کچھ تحفہ تحائف دینے کی سکت نہ ہونے کی وجہ سے نہیں دے پائے۔ یا کسی نے اپنی حیثیت سے بشوق دعوت دی۔ لیکن وہ پسند نہ آئی۔ ان تمام صورتوں میں خواہی مخواہی لوگ ناراض ہو جاتے ہیں۔ یہ سب ناراضگی غیر قانونی ہیں۔ ماں باپ یا گھر کا کوئی بڑا بیمار پڑ گئے۔ سر درد یا کچھ طبیعت ناساز ہوگئی۔ چھوٹا شخص بڑوں کو درد سر اور ان کی طبیعت کے بارے میں نہیں پوچھا تو طبیعت کے بارے میں چھوٹے نے، بہو نے کیوں نہیں پوچھی کہ کیا ہو رہا ہے؟ ان کی خدمت گذاری، سر مالش وغیرہ کیوں نہ کی۔ اس کے لئے ناراضگی۔ غصہ، سب فضول ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ بغیر بتائے کسی کی تکلیف کا حال دوسروں کو کیسے معلوم نہ ہوسکتا ہے؟ مگر نخرے باز عورتیں اور لوگ منہ سے کچھ بولتی نہیں۔ محض نخرے اور ڈھنگ والی حرکتیں ظاہر کرتی رہتی ہیں۔ چھوٹوں کو خیال نہ آیا یا ان کی حرکت کی طرف غور نہ کر کے کچھ خیر خیریت نہیں پوچھے تو اب بعض لوگ صرف اسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ یہ غلط رویہ اور ناجائز ناراضگی ہے۔ آپ کو تکلیف ہے تو براہ راست ذکر کیجئے۔ انشاءاللہ آپ کا چھوٹا خدمت ضرور کریگا۔

اسی طرح کسی کے یہاں گئے۔ اس نے کھانے کو نہیں پوچھا۔ اس کے لئے ناراضگی غلط ہے۔ کیوں کہ نہ جانے اس بے چارہ کے گھر میں کیا حالت ہے۔ اب اس نے نہیں پوچھا تو آخر ناراض ہونے کی اس میں کیا ضرورت ہے؟ لیکن پھر بھی لوگ ناراض خواہ مخواہ ہو کر اتحادی قوت کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں۔ چمنستان حویلیوں کے درمیان لوگ اس طرح کی چھوٹی چھوٹی غیر قانونی باتوں اور ذاتی خیالوں کی وجہ سے آپس میں دلوں کو فرق کر کے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں بٹ کر الگ الگ دیواریں کھڑی کر رکھے ہیں اور ایک خون کے لوگ منقسم ہو کر خدا کی لعنت برسانے کی معاشرت میں جی رہے ہوتے ہیں۔

اسی طرح سماج میں بعض رعبدار اور جاہ وجلال کے دیوانے لوگ محض اپنی برتری ومخصوص و قدیم فرعونی مزاج کی حکمرانی کر رہے ہیں۔ وہ اپنی حکمرانی کے لئے غنڈے قسم کے جاہلوں کو ہڈیاں دے کر اور زبانی چاپلوسی و پالیسی والی باتیں اور رویے ظاہر کر کے اپنی حفاظتی جاہل سیکوریٹی

کے نزدیک صوفی سن لائٹ بنے بیٹھے اپنے فرامین پیش کرتے رہتے ہیں۔اگران کی ان فرامین کو کسی نے انکار کردی یا کوئی علمدار دیندار حقیقی اس کی مخالفت کی اور شرعی حکم اسلامی پیش کی تو وہ اپنے غیر شرعی و ذاتی فرامین کے خلاف عمل دیکھنے اور سننے پر اس صحیح مخالفت کرنے والے کے خلاف زندگی بھر کے لئے دل میں دعوی وکینہ رکھ لیتے ہیں۔ناراض ہوجاتے ہیں۔پھر تو اللہ کی پناہ دین کا سراپا نقصان ہوجائے تو ہوجائے۔حرج نہیں۔لیکن وہ شخص ہر صورت میں ناراضگی کا رویہ ظاہر کرتے ہی رہتے ہیں۔بلکہ اس صحیح آدمی کے بارے میں ایسا ماحول بنا کر چھوڑ دیتے ہیں کہ عوام الناس اور جاہل لوگ اس حقیقی اور صحیح اسلام پسند شخص کی حیثیت عرفی کو جان بوجھ کر ختم کر کے اپنی من موجی اور اپنے پیر مغاں کی مرضی کے مطابق تابعداری کی کوشس کرتے رہتے ہیں اور اس شخص سے ناراض رہتے ہیں۔یہ ناراضگی غیر شرعی اور غیر قانونی محض ذاتی مفاد کے تحت ہے۔یہ بالکل غلط ہے۔

اسی طرح بعض لوگ آپس میں اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادی کی بات کرتے ہیں۔اگر شادی نہ ہوئی تو جس گھر والے نے شادی کرنے سے انکار کردی۔اس سے شادی کے خواہشمند لوگ خواہ مخواہ ناراضگی کر کے آپس میں نااتفاقی کر لیتے ہیں۔زندگی بھر گال پھلا لیتے ہیں۔خوبی کے بجائے شکایات شروع کر دیتے ہیں۔لگونی بجھونی شروع کر دیتے ہیں۔صحیح موقع پر شرعا ساتھ دینے کے مواقع میں بھی ساتھ نہیں دیتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں صاف صاف فرمادیا ہے وَمَا قَدَرُواللّٰهَ حلقَّ قَد رِہٖ"۔ طرح کہا' وَقَدَّرْنَاهُ تَقْدِيرًا" کہ جو کچھ لوگوں کے لئے اللہ نے طے کی ہیں۔حق طے کی ہیں اور ہر ایک شی کے لئے اللہ تعالی نے تقدیر یعنی ہونے والی چیزوں کو متعین اور طے کر دی ہیں۔شادی بھی اللہ کی طرف سے طے کردہ نشانیوں اور متعینہ قانون میں سے ایک ہے۔مگر عجیب لالچی انسان ہے۔غیر تو غیر مسلمانوں کے دماغ میں دشمنی گھس جاتی ہے اور گال پھلا لیتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالی نے اس رویہ سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمادی ہیں' وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ مَرَحًا" کہ لوگوں سے گالوں کومت پھلایا کرو۔اگر پھلانا ہی ہے تو اسکی وجہ اللہ کی ذات

ہونی چاہئے۔جیسا کہ حدیث میں ہے'' اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہِ '' کہ محبت ہوتو اللہ کے لئے اور عداوت وکینہ بھی ہوں تو بس اللہ تعالی ہی کے لئے ہوں۔خاندانی نسبت تو بہر حال ناراضگی عام ہی ہے۔اسی مزاج وخیال نے تو اسلام کے ماننے والوں میں ایک کی تلوار دوسرے کی گردن پر پڑی اور رہی ہے۔حالانکہ یقیناً یہ بھی غلط ہے۔

ایسی سینکڑوں مثالیں ہیں۔جہاں پر ناراض ہونا بے معنی اور غلط ہے۔لیکن لوگ بے محل ناراض ہوکر یکجہتی اور اسلامی تعلیم میں آگ لگا رہے ہیں اور انسانیت کو حیوانیت میں تبدیل کر دی ہیں۔جبکہ ان غیر قانونی ناراضگی باعث ذلت وعذاب نہیں اور نہ کوئی منجانب اللہ عذاب مسلط نہ ہوگا۔

میرا کیا بگڑتا ھے :

میرے گھر کے لوگ اوران کی وجہ سے دیگر لوگ جو ناراض اور شکوہ کر رہے ہیں۔ان کی ناراضگی بھی مذکورہ حالات کے پیش نظر ناراضگی کی طرح جہالت پر مبنی غیر قانونی فضول ناراضگی ہے جو کہ باعث ذلت وعذاب نہیں۔اسی وجہ سے میں بالکل مطمئن ہوں۔بلا وجہ کے لوگ مجھ سے ناراض ہیں تو رہیں۔شکوہ شکایات کرتے ہیں تو کریں۔میرا کیا بگڑتا ہے اور کیا فرق پڑتا ہے۔

میں اس ناراضگی کی ایک اور مثال دیتا ہوں کہ ان لوگوں کی ناراضگی اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی حاسد شیطان کسی کے والدین کو بجلی میں ہاتھ ڈالنے پر عمر بڑھنے کو سمجھا دیں اور وہ اس غلط فہمی میں بیٹا کو کہے کہ تو بجلی میں ہاتھ ڈال! اور بیٹا بجلی کی حقیقت کو جانتا ہو۔اس لئے اس میں ہاتھ نہیں ڈالے اور کہے کہ اماں جان! اس فعل سے عمر بڑھتی نہیں۔بلکہ ون شاٹ میں ختم ہوجاتی ہے۔بیٹے کے اس جائز اور صحیح جواب سے اب والدین بیٹا سے ناراض ہو جائے تو یقیناً یہ ناراضگی فضول ناراضگی ہے۔

ظاہر ہے۔'' آگ میں ہاتھ ڈالنے سے عمر بڑھتی نہیں بلکہ تکلیف کا باعث ہے۔اس لئے آ میں ہاتھ ڈالنے کے لئے حکم کرنا'' خلاف قانون حکم ہے۔بد دماغی اور جہالت ہے۔دشمنوں کی دشمنی والدین کے ذریعہ نکالنے کی دغلا والی ترکیب ہے۔یہ ہرگز نہیں مانا جائے گا۔اس جگہ پر بیٹا کو ماں کے حکم کی مخالفت کر کے ناراض کرنا ہی ضروری ہے۔کیوں کہ ماں جاہل ہیں۔ان کو تیسرے شیطان نے حسد کی وجہ سے ذہنی غلام بنالیا ہے۔جس کی غلامی وہ کر رہی ہے۔بحیثیت انسان اور فطری عقل کے مالک ہونے کے یہاں پر ماں کو تو خود ہی عقل ہونی چاہئے کہ آگ جلانے والی چیز ہے۔اس میں انگلی

ڈالنا خطرہ سے خالی نہیں۔لیکن کچھ بد دماغ لوگ جادوٹونے اور انتر منتر کے چکر میں ایسے بھی ہیں جو نقصان دہ چیز کو بھی فائدہ مند تصور کر لیتے ہیں۔جیسے ہندو جماعت کے لوگ شیو کے لنک کی پوجا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ پاروتی شرمگاہ کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ظاہر ہے یہ فطری عقل انسانی کے بالکل خلاف اور شرم وحیا کی بات ہے۔لیکن عقل جب ثالثی کے خوف دلانے یا لالچ پیدا کرنے سے اندھی ہو جاتی ہے تو بری سے بری چیز میں انہیں فائدہ نظر آنے لگتا ہے۔انہی وجوہات کے تحت دنیا میں مذاہب بنتے چلے گئے ہیں اور لوگ چوہا، بلی، کتا سورحتی کہ شرمگاہوں کی عبادت کرنے لگے۔انہی لوگوں میں سے یا انہی جیسے لوگوں میں سے بعض جاہل ماں بھی ہوسکتی ہیں کہ آگ میں ہاتھ ڈالنے کو کسی نے خواب دکھلا دی ہو کہ اس عمل سے فلاں چیز ہو جائے گی جو ماں کے نزدیک قابل و ضرورت کی ہوں۔اس وجہ سے ایسی ماں بیٹے کو ہاتھ آگ میں ڈالنے کے لئے حکم کردے۔ورنہ عموماً ماں کو خود فطری عقل کے تقاضے کی روشنی میں ورغلانے والے کسی ثالثی شیطان کی شیطانیت سے بچاتے ہوئے خود بھی محفوظ رہنے والی حکمت عملی اختیار کرنی ضروری ہے۔لیکن میری ماں ایسی نہیں ملی۔وہ حدودالہیہ سے بالکل ہٹ کر جیسے پیغمبر ابراہیم خلیل اللہ نے پتھروں کے معبود کو پوجا ن کرنے سے روکا تو مشرک ماں باپ نے موحد و پیغمبر خدا فرزند کو ہی الٹے کافر اور خدا کا باغی قرار دی اور اتنی حالت خراب کردی کہ انہیں بالآخر عراق سے ہجرت کرنی پڑی۔

ایسا ہی حال میرا ہے۔جبکہ میں خود مفتی اور بحمد للہ شریعت مطہرہ سے واقف ہوں۔ایک مفتی وقت باطلانہ وخبیثانہ صفات والے احکامات سے بچ بچا کر چلنے چلانے والی شرعی مشیر کار اور بصیرت والی شخصیت ہوتی ہے۔ایسے قابل، مدبر و دانا شخصیت سے کوئی خواہ والدین ہی کیوں نہ ہوا گر غیر شرعی رویہ کو اپنانے کے لئے حکم کیا جائے تو مفتی وقت کو اس غیر شرعی حکم کا انکار کرنا فرض ہے۔ضرورت پڑے تو جنگ بھی کی جائے گی۔اس جنگ وبغاوت کی وجہ سے حضرت ابراہیم و دیگر پیغمبروں کے باغیوں اور مخالفین کی طرح خود مفتی ہی کو کافر و مشرک اور بے عقل کہنے لگے۔لچےلفنگوں سے دوستی یاری رکھنے والا قرار دیا جانے لگے اور محض اس وجہ سے الٹے لوگ ناراض ہو جائیں تو یہ ناراضگی اور مخالفت شکوہ شکایات بکواس ہے۔

اسی طرح مفتی اپنے دینی واسلامی تعلیمات کی روشنی میں گھر والوں کو راہ دکھاتے ہوئے دینی مشورہ دے اور کہے کہ گھر میں نئی دلہنوں کے بیچ کوئی اجنبی نہیں آئے گا۔مگر ماں یا باپ یا کوئی اور

فرد محض پیسے کی آمدنی کے پیش نظر مصر اور بضد ہوں کہ فلاں شخص گھر میں آ کر اکثر اوقات کام کرے گا تو مالی فائدہ ہوگا۔ جبکہ اس کام کرنے والے اجنبی کے کام کرنے کے لئے پردے سے کام کرنے والی دوسری تجویز بھی مفتی وقت پیش کر رہے ہوں۔ پھر بھی ماں باپ اور دیگر افراد خانہ اپنے بڑے ہونے کے گمان میں اپنے ہی جہالت والے حکم کو زبردستی چلانے پر بضد ہوں تو یقیناً والدین اور گھر کے دیگر لوگوں کا یہ حکم زبردستی آگ میں ہاتھ ڈالنے کے برابر والا حکم ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ مضر حکم ہے۔ کیوں کہ آگ سے صرف ہاتھ ہی جلے گا۔ لیکن اس صورت حال سے پورا گھر گھر بدنامی و گناہ کے جہنم کی آگ سے جل کر راکھ ہو جائے گا یہ ضد اندرون خانہ بد اخلاق معاشرت و ماحول کو پیدا کرنے میں تعاون کرنا ہوگا۔ ایسے حالات میں مفتی اور فاضل پر کیا بلکہ گھر کے جاہل فرد کو بھی جنگ ہو تو ہو۔ مگر اس حکم کی مخالفت کرنا فرض ہے۔

اسی طرح ایک عورت ایک مرد سے محبت کرتی ہے۔ والدین اور افراد خانہ بلکہ شوہر تک کو یہ حقیقت معلوم ہے۔ محلّہ لوگ بھی جانتے ہیں۔ پھر بھی عورت عاشق مرد کے گھر دعوت کھانے کو جاتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ بجلی میں ہاتھ ڈالنے کے برابر کام ہے۔ نتیجہ اہل تقوی جانتے ہیں۔ اگر اس طرح کی دعوت میں شرکت اہل خانہ بھی جان بوجھ کر کھاتے ہیں تو ان کے عمل کو شرع میں ''دیوثیت'' کہتے ہیں۔ اس طرح کا دیوثیت والا عمل حرام ہے۔ اگرچہ عاشق و معشوق دونوں نے توبہ کر لی ہوں۔ پھر بھی احتیاطاً فقہاء اور علمائے کرام کے علمی روشنی میں عاشق و معشوق کو آپس میں قریب ہونے کی صورت کو مکروہ تحریمی ہے۔ اگر محلّہ یا رشتے میں وہ عاشق ہے تو دینی رشتہ رکھنے میں حرج نہیں۔ مگر اس طرح کی قربت کرنا پھر بھی مکروہ ہے۔

ایک غیور شخص جس کے گھر میں اس طرح کے ناہنجار لڑکے سے عشق و محبت کا واقعہ رونما ہوا ہو۔ وہ نہایت محتاط رشتہ رکھے گا۔ اگر اس طرح کی حرکت پر ایک کوئی عالم دین روک لگائے۔ ایسی دوستی رچانے سے منع کرے تو گھر میں بجائے اپنے خاص پرسان حال و مربی اور خونی رشتہ سے عالم دین کی مخالفت کی جائے۔ ان کی شان میں شکوہ شکایات کا بازار گرم کیا کیا جائے۔ مخالفت کی جائے۔ مخالفت سے ایسے عالم دین کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہ نہایت غور طلب بات ہے۔

ایسے بیٹوں بھائیوں سے والدین اور افراد خانہ اگر ناراض ہوں تو ایسی ناراضگی کے سبب سے اللہ تعالیٰ غلط ماحول کی مخالفت کرنے والے بیٹوں، بھائیوں وغیرہ کو ہرگز دوزخ نہیں دے گا۔ کیوں کہ یہ شریعت سے متعلق حکم سے روکنا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ آگے اللہ تعالیٰ نے والدین اور افراد خانہ کے ایسے ہی شرکیہ اور غیر شرعیہ احکامات میں مخالفت کرنے کے لئے اپنے نوری کلام "فَلَا تُطِعْهُمَا" کے ذریعہ نا باضابطہ نافرمانی کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ پس ڈائریکٹ شرعی حکم یعنی اللہ کے حکم کو ماننا شریعت ہے۔ اللہ کی شریعت کے اوقات میں انسان کا غیر شرعی حکم خواہ والدین ہی کا حکم کیوں نہ ہوں۔ ماننا حرام ہے۔

اسی طرح م کسی انسان کا کسی کو نماز کے نہ پڑھنے یا شراب اور اس جیسی دیگر حرام چیزوں کے استعمال کرنے کا حکم دینا غیر شرعی حکم ہے۔ پس کسی انسان خواہ والدین یا اور کوئی بڑوں نے حکم کیا کہ بیٹا یا کوئی چھوٹا شراب پئیں تو ان کے اس شراب پینے کے حکم کو ان کے بڑے ہونے اور ادب کرنے کے دائرہ میں مان کر پینا یا نماز کو ترک کر دینا حرام ہے۔ اس جگہ ان کی بات نہ ماننا شریعت ہے۔ خواہ اس کے لئے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے اور وہ جو " وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا حکم ربانی والدین کے آداب کے ساتھ احترام ملحوظ رکھتے کا قرآن نے حکم فرمایا ہے۔ اللہ کے اس حکم کا لحاظ حتی الوسع کرتے ہوئے ان کی پوری مخالفت کی جائے گی۔ کیوں کہ مخلوق کی اطاعت اللہ کے حکم کے خلاف میں نہیں مانی جائے گی۔

پھلے خود شان والا بنیں:

لیکن موجودہ ماحول میں لوگ شریعت کا معنی ہی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ وہ بڑے کے ہر حکم غیر شرعی کو بھی ادب اور شریعت ہی سمجھ رہے ہیں۔ اسی لئے ماں کی گالی کو براہ ادب دعاء کہہ رہے ہیں۔ ادب اللہ کے فرض حکم کے مقابلے میں بالکل بے معنی چیز ہے۔ اسی بات کی تعلیم مفتی اگر دیتا ہے اور والدین کے غیر شرعی احکامات کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو لوگ والدین کا نافرمانوں میں سے شمار کرتے ہیں۔ ان کی شان وشوکت، علمی لیاقت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

شان مفاد سے وابستہ ھو گئی:

میں سمجھ رہا ہوں کہ آج ان لوگوں کی شان لوگ سمجھتے ہیں جن سے کسی کا مفاد وابستہ ہوتا

ہے۔اگر ذاتی فائدہ حاصل نہ ہوا تو اُن کے نزدیک وہ کوئی شان نہیں۔بس فوراً ناراض ہوکر آرین مزاج کی دلیل دینے لگ جاتے ہیں۔میں ان لوگوں سے مؤدبانہ عرض کرتا ہوں کہ جو کسی مفتی کی شان کی بات کرتے ہیں۔پہلے وہ خود شان وَالے بنیں۔اَخلاق کریمانہ کی چھت پر چڑھیں۔پچھلی علانیہ گناہوں سے توبہ علانیہ اور خفیہ گناہوں سے توبہ خفیہ کرکے اپنی شان خدا اور اس کے بندے کے درمیان پیدا کریں۔تب دُوسرے کے اندر شان تلاش کریں۔اُس وقت سمجھ میں آئیگا اور کہنے کو موقع ملے گا کہ ہاں! یہ ہے وہ آدمی جو نہایت پاک وصاف ہے۔اس کا عمل قابل تقلید ہے۔یہ صحیح امامت کے لائق ہے۔

لیکن! اپنی زبان میں کہہ لیجئے کہ خود تو گونہاں بنے بیٹھے ہوں! بدزبان ہوں! سبحان اللہ! الحمد للہ! کی جگہ گالی کی تسبیح میں مصروف ہوں! نماز ودیگر فرائض واجبہ کے تارک ہوں! چغلی دھوکہ، ہیرا پھیری اور ذَاتی واپنیتی کی محبت میں عدل وانصاف کو گولی مارتے ہوں۔پھر دوسرے میں شان تلاش کرتے ہوں تو یہ دوسروں کو تکلیف دے کر اپنے سر گناہ کا بوجھ اٹھانے کے علاوہ شکوہ کے عمل سے گناہ کی کمائی کررہے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے۔

ھنسنے والوں پر ھنسا جانا فرض ھے:

اَیسے لوگ گویا خدا کے لئے نہیں۔بلکہ اَپنے ذاتی مفاد کے واسطے اچھوں پر ہنستے ہیں۔ان کی ہجو بیان کرتے ہیں۔اَیسے لوگ ''حدیث رسول ﷺ ''مَنْ ضَحِكَ ضُحِكَ ''جو کسی پر ہنسنے والے ہیں۔ان پر ہنسا جاتا ہے'' حدیث کی روشنی اپنے اوپر جگ ہنسائی کی راہ ہموار کررہے ہیں۔اس لئے کسی پر خواہ مخواہ ہنسو مت!! کیوں کہ جو کسی پر خود بے ین ومردار ہوکر ہنستا ہے۔مذاق اڑاتا ہے۔وہ ان چیزوں میں خود مرنے سے پہلے پہلے مبتلا ہوجاتا ہے۔اس سے پہلے وہ مر نہیں سکتا!

ویسے بھی حال ظاھر ھے:

ویسے بھی جو لوگ دوسروں پہ ہنستے ہیں۔کسی کی شکایت کرتے ہیں۔حدیث کی روشنی میں وہ خود پریشان ہیں۔کھانے کھانے کو ترس رہے ہیں۔امراض مختلفہ میں رات دن کراہ رہے ہیں۔مرنے مرنے تک دوسروں ہی کے ہجو وشکایت میں وقت گذارتے ہیں۔لیکن! وہ اپنی غلطی کا احساس تک نہیں کرتے ہیں اور بجائے کلمہ، دَرود اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے کے اپنے نتیجے اور

حال پر غور ہی نہیں کرتے ہیں کہ یہ حال ہے تو کس وجہ سے ہے؟ جبکہ ان کا یہ حال قدرت کی طرف سے مار اور عذاب ہی ہے۔ اللہ ہی رحم اور سمجھ پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے جو لوگ کسی عالم، مفتی کی ہجو بیان کرتے ہیں۔ وہ لوگ پہلے خود اپنی شان بنائیں۔ پھر دوسرے کی شان و اہمیت اور درجہ کی بات کریں! اور برائے کرم کسی عالم دین کی شکایت نہ کریں۔

گھر میں نزاعی شکل ثالثی نے چھیڑا تھا:

کیوں کہ عالم و مفتی کی حیثیت و قیمت قرآن و احادیث کی روشنی میں بہت زیادہ ہے۔ جس عالم و مفتی کی حیثیت خود رب کائنات نے سمجھی اور ان کے احترام کی تاکید کی ہیں۔ ان کی شکایت و توہین کرنے والوں کا نتیجہ اللہ تعالی بہت برا دیتا ہے۔ اس لئے سمجھئے کہ میں خود ایک فاضل اور عالم دین ہوں۔ میں اپنے گھریلو نزاعی صورت حال اور کیفیت و پوائنٹ کو بخوبی جانتا ہوں۔ میرے اور میرے والد صاحب کے درمیان جو نزاع تھا۔ وہ میں نے نہیں چھیڑا تھا۔ نا ہی میرے والد صاحب نے چھیڑا تھا۔

والدین کی مصیبت میں اولاد کو ساتھ دینا چاھئے :

بلکہ والد صاحب پر ان کے چھوٹے بیٹے کی وجہ سے ایک مصیبت کا پہاڑ پڑ گیا تھا۔ اس وقت والدین مدد کے محتاج تھے۔ صاحب اولاد اگر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو اولاد کو چاہئے کہ اپنے والدین کو مصیبت میں کام آئے۔

والد صاحب مصیبت میں مبتلا ہو گئے :

میرے والد صاحب اپنے چھوٹے بیٹے نیاز کی وجہ سے جس بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ۔ضرورت تھی کہ اعجاز اور سجاد دونوں والدین کے سر پر آئی مصیبت کو براہ راست چل کر دور کرتے! ایسے نازک وقت میں کوئی اولاد اپنی ذاتی کمزوری، فقیری کا تذکرہ کر کے اور مجبوری ظاہر کر کے باپ کی مصیبت والے بوجھ و ذمہ داری کو اٹھانے سے پیچھے ہٹے۔ یہ انسانیت اور رشتۂ بنوت نہیں ۔ یہ آزاد خیالی، مفاد پرستی اور جاہل عورتوں کی امامت میں زندگی گذارنی ہے۔

والدین کی مدد کے لئے تنہا میں کھڑا تھا:

لیکن مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جب پنچایت بیٹھائی گئی تو کوئی خاندان والے کے ساتھ اعجاز

کا بھی کہیں کچھ پتہ نہیں تھا۔تن تنہا والدین کی فضیلت ہی کے تحت ان کے کاندھے میں کاندھے ملا کر میں ہی کھڑا تھا۔اس وقت سب پرسان حال گونگے ہو گئے تھے کہ اعجاز میاں کو تلاش کرتے!

مولانا عبد القدوس قاسمی سے اعجاز کا رف بات کرنا:

استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدوس قاسمی صاحب مدظلہ العالی نے پنچایت میں سے اعجاز میاں سے فون پر بات چیت کی۔ان کو بھی بہت رف انداز میں اس نے جواب دیا تھا۔علاوہ ازیں اس نے بار ہا مجھ سے بھی کہا کہ ''مجھے نان پور سے مطلب نہیں۔والدین سے مطلب نہیں''۔بلکہ اس نے بعض مرتبہ بہار ہی کے خلاف بکواس کی کہ ''مجھے بہار سے ہی مطلب نہیں''۔مولوی اعجاز کا نیاز کے معاملے میں بیٹھی پنچایت کی مجلس میں قاضی مجلس حضرت مولانا عبدالقدوس قاسمی مدظلہ العالی نے جو فیصلہ میں ڈیڑھ لاکھ روپئے جرمانہ عائد کی۔اس کو ادا کرنے کی سخت ضرورت تھی۔اس وقت اعجاز اگر نہایت فقیر تھا تو کم از کم اخلاق کریمانہ سے بھی پیش آتا! میرے ساتھ ساتھ رہتا۔جان سے مجلس پنچایت میں شریک رہتا تو گھر کے سارے بوجھ کو اٹھانے کے لئے دلی محبت کی کشش پیدا ہو جاتی! کیوں کہ حسن اخلاق اور محبت کے اندھیرے میں قانون سے ہٹ کر مظلومیت کو شدت محبت کا تقاضا جان کر انسان حلم و بردبار بن ہی جاتا ہے۔اعجاز کے ایسے اخلاق کریمانہ رویے سے احسان و مروت کی راہ اختیار کرنے کے لئے میری ذات میں شاید اللہ تعالی کیلشیم پیدا کر دیتا اور یقیناً اس وقت سب کے بوجھ کو اٹھانے کے لئے میں مظلوم اور گدہا بن جاتا!

یکلخت سراپا فقیر بن گیا:

لیکن جاہلوں خصوصاً اللہ کے عذاب سے غافل عورتوں کی جاہلانہ چالاکی کے غیر شرعی مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اعجاز نے نہ قول و رویے سے ادب کیا۔ نہ ہی مال و جان سے باپ کی مدد کی۔بلکہ یکلخت مکمل اور سراپا فقیر بن گیا۔ہمیشہ سے گھریلو تمام مسائل و معاملات میں ہمہ وقت یہی اس کی پالیسی رہی ہے کہ جب بھی والدین اور گھریلو ذمہ داری اٹھانے کا وقت آیا تو اس وقت وہ مکمل فقیر بن کر اپنے آپ کو ایسا ظاہر (شو) کیا اور ابھی بھی وہی صورت حال ہے کہ لوگ اس کو نہایت کمزور اور معصوم سمجھ کر اس پر ہائے ہائے اور رحم کھائیں اور بجائے اس کی اس بداخلاقانہ اور نافرمانی والے اعمال پر تنبیہ کرنے کے اسی کے سپورٹ میں نظریات قائم کر لیتے ہیں۔

تماشا نہیں تو کیا ہے؟

دیکھئے! نیاز کا مسئلہ جب پیش آیا اور اس کی حقیقی طور پر ضرورت تھی تب تو اس نے مکمل طور پر

بہار سے ہی رشتہ کاٹ لیا اور جب مسئلہ ختم ہو گیا تو وہی شخص بہار میں داخل ہو کر والد صاحب کی نجی جائداد کے لئے ان کی زندگی ہی میں بظاہر مصالحت سے رہنے کی چاپلوسی کی اور بباطن میراث کا دعوی، مسئلہ شریعت سے بالکل ناواقف ہو کر من موجی اور جاہلانہ خیال کے مطابق عورتوں کے توسط سے خصوصاً پس پردہ والدین کو مہرہ بنا کر ان سے حق میراث طلب کرتے ہوئے کھیل شروع کر دی۔ یہ تماشا اور مفاد پرستی نہیں تو کیا ہے؟ بتایئے! گھر میں نزاعی صورت کس نے چھیڑی؟ یقیناً ثالثی شیطان نے ہی چھیڑی تھی نا!

میں اس ثالثی شیطان اور میرے گھر کے مخالفین لوگوں کی جانکاری کے لئے پہلے میراث کی حقیقت اور اس کے چند مسائل قرآن وحدیث سے نقل کر دیتا ہوں۔ تا کہ اگر وہ مسلمان ہیں تو ذرا سا بھی خدا سے خوف کھا کر باتیں کریں۔ البتہ وجہ ناراضگی اور اس کی حقیقت کو آشکارا کر دینا ضروری ہے تا کہ مبادا ان میں کوئی جاہل عالم کے زمرہ میں آ جائے اور اپنی عاقبت درست کر لے۔ اس لئے چند سوال وجواب کی روشنی میں اس کو پیش کرتا ہوں۔

پہلا سوال:

کیا والد صاحب پر ان کے چھوٹے فرزند نیاز کے کئے ہوئے جرم کی سزا میں عائد کردہ جرمانہ کی رقم ادا کرنا فرض تھا؟

جواب:

نہیں! قرآن مجید میں اللہ کا قانون نازل ہوا ہے ''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفسِهٖ وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا '' کہ جو شخص نیک عمل کیا۔ اس نے اپنے حق میں کیا اور جس نے برا عمل کیا۔ اس نے اپنے حق میں کیا۔ برے کی سزا اس کے کرنے والوں دی جائے گی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخرٰی '' کوئی کسی کا بوجھ کہیں پر نہیں اٹھائے گا۔ ان آیات کریمہ کی روشنی میں والد صاحب پر نیاز کے جرمانہ ادا کرنی ذمہ داری نہیں تھی۔

دوسرا سوال:

جب والد صاحب پر نے نیاز کے جرمانہ کی ادائیگی کی ذمہ داری نہیں تھی تو پھر انہوں نے یہ ذمہ داری کیوں اٹھائی؟

جواب :

قانون ہے کہ اجتماعیت اور اکثریت کے حکم پر خواہ وہ حکم جائز ہوں یا کہ ناجائز مجبوراً عمل کرنا پڑتا ہے۔مقولہ مشہور ہے''جس کی لاٹھی اس کی بھینس''پس ایسے موقع سے فیصلہ والاحکم اگر شرعاً جواز کا ہو۔تب تو عمل بطور احسان کے مستحب ہوتا ہے۔اگر عمل غیر شرعی ہو۔لیکن وقت کے تقاضے کی روشنی میں عمل ضروری ہو تو ایسے ماحول میں حکمتاً عمل واجب ہوتا ہے۔کیوں اللہ کا حکم سوچویشن اور حالات کے پیش نظر ہوتا ہے۔

نیاز کے مسئلہ میں پنچایت نے جو فیصلہ کیا۔وہ یقیناً شرعاً نیاز کے علاوہ اس کے کسی رشتے دار پر بھی کچھ عائد کرنا غلط تھا۔لیکن اسکے باوجود نیاز کے والد پر جرمانہ بھرنے کو پنچایت نے عائد کی۔اس کی وجہ پنچایت کی اہل خانہ سے خیر خواہی تھی۔اگر یہ فیصلہ نہ کیا جاتا! تو نیاز کے جرم کی آگ میں اس کے دیگر اہل خانہ بشمول بکواس کرنے والا مولوی اعجاز کی فیملی بھی داخل جیل ہوتے! اس لئے پنچایت وسماج کے باشعور لوگوں کی تمام اہل خانہ کو دنیاوی قانونی زد سے بچانے کے لئے متفقہ فیصلہ برائے استحبابی تھا۔ایسی جگہ پر قانون پر عمل نہ کرنا جائز ہوا۔اسی لئے پنچایت کا فیصلہ غیر شرعی مگر بوجہ اکثریت وحکمت اہل خانہ عمل کرنا واجب تھا۔اس واجبی اور مجبوری کے فیصلے پر عمل کرنے کی وجہ سے ہی والد مرحوم نے اپنی اور اپنے اہل خانہ کو تکلیف ومصیبت سے بچائی۔یہ ان کا اپنی مرضی سے احسان عظیم ہوا اور جب احسان کوئی اپنی مرضی سے کرے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا ہے۔نہیں کرے تو کوئی زبردستی بھی نہیں کر سکتا ہے۔مگر بد دماغی کا کیا جواب ہے کہ لوگ ایسے محسن باپ ہی کو الٹے کوستے ہیں اور انہی سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔یقیناً یہ ناراضگی فضول،غیر شرعی اور غلط ہے۔

تیسرا سوال:

اگر والد صاحب نے اپنے مجرم بیٹے کے جرم کی سزا کا جرمانہ اپنی ذاتی کمائی سے خریدی زمین ومکان کو بیچ کر ادا کردی۔جس کے سبب دوسرے بیٹوں کے لئے کچھ ٹھکانہ،نہ رہا تو کیا یہ ناجائز عمل ہوا؟

جواب:

جائز عمل ہوا۔کیوں کہ انہوں نے اپنی ذاتی کمائی میں سے احسان کیا۔ذاتی کمائی سے کوئی

کسی پر احسان کرے تو دوسرے کو بولنے کا کوئی حق نہیں۔ البتہ اس مکان اور زمین میں جس بیٹے کی جتنی رقم لگی تھی۔ ان سے پوچھنا والد صاحب کو ضروری تھا۔ اگر انہوں نے نہیں پوچھا تو اس بیٹے پر یہ ظلم ہوا۔ کیوں کہ وہ باپ کا مال نہیں تھا۔ پس جس مکان وزمین کو والد صاحب نے بیچی اور اگرچہ میں نے خریدی۔ اس مکان کی تعمیر میں میرا ذاتی مال بھی لگا ہوا تھا۔ اس طرح اس خریدنے میں اپنی چیز کو بھی خریدنا ہو گیا۔ اگر چاہتا تو میں اعتراض کر کے گھر کے خریدنے میں میری لگی رقم کو وضع کروا سکتا تھا۔ لیکن مجھے والدین کی خدمت وسہولت پیش نظر تھی۔ جس فیصلے پر انہوں نے رضامندی ظاہر کی۔ اس میں چونکہ میری اور میرے تمام اہل خانہ کے لئے سکون مضمر تھا۔ اس وجہ سے اس کو میں نے نظر انداز کیا۔

چوتھا سوال:

والدین نے اپنے دیگر بیٹوں سے اس ہنگامی حالات میں زمین ومکان بچانے کے لئے مدد چاہی تاکہ ایک بیٹے کا مسئلہ حل ہو جائے اور دیگر بیٹوں کا ٹھکانہ باقی رہ جائے۔ غلط تھا؟

جواب:

اپنے اہل خانہ کی حفاظت اور اپنے تمامی اولاد کے ٹھکانہ کی نیت سے والد صاحب کا اپنی اولادوں سے مطالبہ کرنا صحیح تھا۔ غلط نہیں۔

سوال:

کیا دیگر بیٹوں پر والدین کی مانگ کو پورا کر کے مسئلہ کو حل کر دینا فرض تھا؟ اگر فرض تھا تو اعجاز نے کیوں ساتھ نہیں دی؟

جواب:

جس سوچویشن میں والد صاحب کے سر پر مصیبت آئی تھی۔ اس میں دیگر بیٹوں پر والدین کی مانگ کو پورا کر کے مسئلہ کو حل کر دینا فرض تھا۔ کیوں کہ موقع ومحل اور وقت جب قانون پر عمل کرنے میں عارض وآڑے پیش آجائے تو ایسے وقت میں فرضیت پر عمل چھوڑ کر مصلحت وحکمت پر عمل کرنا فرض کے درجہ میں ہوتا ہے۔

اس قاعدہ سے دیگر اولادوں پر موقع ومحل اور وقت کا تقاضا تھا کہ ایسے وقت کی فرضیت پر عمل چھوڑ کر مصلحت وحکمت کے واجبی عمل کو انجام دیتے ہوئے سب بیٹے مل جل کر والدین کے سر چھوٹے بیٹے کی طرف سے آئی مصیبت میں تعاون کر کے والدین اور اپنے اپنے ٹھکانے کی حفاظت کرتے! ایسے مواقع میں والدین کو مطالبہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑ نی چاہئے ۔ بلا مطالبۂ والدین تمام اولادوں کو سامنے آ کر گھر کے مسئلہ کو حل کر دینا چاہئے تھا۔ ان مواقع میں والدین کے حکم وخواہش کے مطابق ان کا ساتھ دینا ان کے ساتھ حکم خداوندی کے حکم حسن سلوک پر عمل کرنا اور ان پر مالی اخراجات کرنا بہترین اخراجات میں شمار ہیں۔

والدین کی خدمت کے بارے میں تو سب جانتے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی اس موضوع پر سخت تاکید وحکم فرمایا ہے ''وَ بِالْوَالِدَ یْنِ اِحسَنًا'' کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آ ؤ۔ ان کی مدد کرو۔ خرچہ دو''۔ اگر والدین کافر بھی ہوں تو بھی ''اللہ تعالی نے حکم دی کہ ''وَصَاحِبهُمَا فِی الدُّنْیَا ''یعنی کافر والدین کے ساتھ بھی قانون سے مدد کرنی اور ساتھ ساتھ رہنا فرض ہے۔ جانی اس طرح کے حسن سلوک کے علاوہ قرآن مجید دوسرے پارہ رآیت نمبر :۲۱۵ر میں ان پر مالی اخراجات کے تعلق سے کہا ''مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیرٍ فَلِلْوَالِدَ یْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَیرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیمٌ'' کہ سب سے خیر وبرکت والا خرچ والدین، قریبی رشتے دار، یتیموں، مسکینوں، مسافروں پر خرچ کرنا ہے۔ اللہ کو تمہارے خیر کے اخراجات کی حقیقت بخوبی معلوم ہے۔ اللہ تعالی کے اس حکم کی وجہ سے سخت ترین ضرورت کے موقع سے والدین کی مانگ کو پورا کر کے مسئلہ کو حل کر دینا فرض تھا۔

والدین کی ضرورت و پریشانی میں ان کی جانی و مالی فرض والے حکم شریعت پر عمل نہ کر کے ان کی مانگ پوری نہیں کی تو انہوں نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے امر واجبی حکم شریعت کی مخالفت کر کے گناہگار ہوئے۔ ایسے بچے نافران بچوں کے زمروں میں قیامت میں اٹھائے جائیں گے۔

نیاز کے مسئلہ میں اعجاز کو اللہ کے حکم شریعت کے مطابق عمل کرنا فرض تھا۔ لیکن اس نے عمل نہیں کیا تو اس نے نافرمانی کی۔ رہا مسئلہ اور سوال یہ کہ اس نے کیوں نہیں عمل کی تو اس کا جواب

وہی دے سکتا ہے۔ جہاں تک میری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بوجھ اٹھانا نہیں چاہتا ہے اور گھریلو ماحول کو ایک امیر کے تحت چلانے میں عورتوں کے مشورہ سے بوجہ بدگمانی حقیقت کو جانتے ہوئے الگ ہے۔ اس طرح خدمت والدین کے ثواب سے محروم رہ کر بھی والدین کے نزدیک محبوب نظر ہے۔

جہاں تک میرا مسئلہ ہے تو میرا نظریہ حضرت یوسفؑ کی طرح ہے کہ جس طرح ان کو بھائیوں نے جلن حسد میں کنویں میں مابلجنگ کر کے ڈال دی۔ پھر مسافر تاجر کے ہاتھ کم قیمت میں بیچ بھی دی۔ اس کے باوجود انہوں نے بھائیوں کے لئے دعائیں کیں۔ اسی طرح میں بھی اپنے علم کی روشنی میں والدین کے ہر قدم پر ساتھ تھا۔ رہا اور ہوں۔ زندگی کے کسی مرحلے کی اعجاز اپنی مثال پیش نہیں کر سکتا ہے کہ آڑے وقت میں اس نے والدین یا گھر کی کسی پریشانی میں میرے قدم بہ قدم رہا ہو۔ نیاز کے اس بڑے مسئلہ میں بھی والدین اور خود مجھے اس کے سپورٹ اور معیت کی سخت ضرورت تھی۔

لیکن ایسے نازک موقع سے بھی میرے والدین اس کی ادنی سے ادنی تعاون سے بھی محروم رہے۔ ایسے موقع سے ان کے ساتھ میں تن تنہا تھا۔ سارا بوجھ و مکمل ذمہ داری میرے سر آرہی تھی۔ ان کو تنہا اٹھانے میں اندرون خانہ جائز فساد فرض دیکھ رہا تھا۔ شرعاً یکطرفہ ذمہ داری قانون عدل کے بھی خلاف تھا۔ بایں سبب مکمل بوجھ اٹھانے سے میں قاصر تھا۔ اس موقع پر اعجاز میاں کو اللہ کے امر واجبی پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کی جو تمام اہل خانہ کے لئے بھلائی کی ترکیب و ترتیب تھی۔ پوری ہو کر تمام اہل خانہ کو سکون کا باعث بنتا۔ لیکن اس نے اللہ کے حکم ''حسن سلوک'' پر پر بالکل عمل نہیں کی۔ بلکہ اس کے خلاف رویہ اختیار کرتے ہوئے گھر کی اجتماعیت کو انتشار کی صورت میں لانے کا سبب بنا۔ وہ قرآن اور سماجی فیصلے کی نظر سے پکا غلط کیا۔

مگر عجیب دوغلا پن ہے:

مگر عجیب دغلا والا بعض لوگوں کا دماغ ہے کہ جو بیٹا والدین کی مدد کے موقع سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ لیکن پھر بھی لوگ اسی کی تعریف کرتے ہیں اور جو بیٹا والدین کی ہر قدم پہ معین و مددگار

تھا۔ٹھکانہ دی ۔اسی سے بغاوت اور شکوہ شکایات کا ماحول بنا رکھا ہے۔ یہ ناراضگی غیر شرعی اور فضول ناراضگی ہے۔

پانچواں سوال:

یہ وہی سوال ہے جو لوگوں کے نزدیک میرے لئے وجہ ناراضگی ہے۔ یہ وجہ ناراضگی نیاز کے معاملے میں جو والد صاحب کی زمین بکی اور میں نے خرید لی۔ جس کی وجہ سے اعجاز کا حصہ اور ٹھکانہ ختم ہو گیا۔ وہ ہے۔اسی وجہ سے میرے اپنوں نے ہی میرے اوپر اعتراض اور شکایات کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

اعتراض:

جاہل لوگوں کا کہنا ہے کہ:''سجاد گھر میں بڑا بھائی تھا۔ باپ کے درجے میں تھا۔مفتی تھا۔ نیاز کے مسئلہ کو سجاد ہی کو حل کرنا تھا۔ساری جرمانہ کی رقم سجاد ہی کو بھرنا تھا۔اگر اس نے زمین لی بھی تو بس نیاز کے حصہ والی زمین لینی تھی۔اعجاز والی زمین لے کر اس نے اعجاز کو اجاڑ دی؟

جواب:

پہلا جواب تو یہ ہے کہ بلا تحقیق حال واحوال کے کسی اہم مسئلہ میں اپنی طرف سے نظریہ قائم کرنے والا احرامی مزاج لوگوں کا چلن ہے۔ میں ان ضدی اور مرغی کے دو ٹانگ کو ایک ہی ٹانگ کہنے والوں سے مخاطب نہیں ہوں۔کیوں کہ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے میں نے لکھی ہے جو میری طرف سے شکوہ شکایات کی بندیا پر حقیقت کے متلاشی ہیں۔ دوسرا جواب حقیقت کے متلاشی لوگوں کے لئے یہ ہے کہ نیاز کے مسئلہ میں میرے والد صاحب سے جائداد لینے پر لوگوں کا جو مذکورہ اعتراض ہے۔جس کی وجہ سے کچھ لوگ شک میں ہیں۔ یہ محض ذہنی، عقلی اور سماجی روایات ونظریہ کے تحت ہے۔اس طرح کے نظریات نے ان گنت گھروں میں خود والدین، بھائی بہنوں نے ایک دوسرے پر ظلم کر رکھا ہے۔ یہ دین اسلام اور نبوی تعلیمات اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میری عزت وحیثیت عرفی کی دھجی اڑا کر مجھ پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اس لئے خود میں مظلوم ہوں۔

اس اعتراض کو میں نے گھر کے اندر بوجہ نیاز پیش آمدہ مکمل حالات و کیفیت کو بشکل استفتاء ایشیاء کے عظیم الشان اور معتبر برترین اداروں کے دارالافتاؤں میں تحریر کر کے فتاوی یعنی شرعی حکم منگوایا۔ان دارالافتاؤں سے میرے استفتاء کے جوابات میں والدین کے ساتھ ان کے نازک اور مصیبت کے موقع سے میرے اقدام اور رویے کو بہترین حسن سلوک جائدادا کے باپ سے لینے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ میں اسی استفتااوراس کے جواب کونقل کر دیتا ہوں۔

باب سوم

استـــــــفتاء وفتاوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ:

سوال:۱ : جناب عبدالستار صاحب کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے اور اہلیہ بھی حیات سے ہیں۔ان کے سب سے چھوٹے والے لڑکے نے اپنی بیوی کو تیزاب ڈال دیا۔سماج نے جیل سے بچانے کے لئے عوامی پنچایت بٹھا کر ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپئے جرمانہ باندھا۔اس رقم کے ادا کرنے کی طاقت نیاز اوراس کے سرپرست کے پاس نہیں تھی۔چنانچہ سماج نے باپ کی گھراری ایک کٹھہ (باعتبار18 دھور) زمین میں سے نیاز کا شرعی حصۂ میراث چھ دھور زمین لڑکی کے نام لکھوا کر نیاز اور اس کے گھر والے کو نوے دنوں کا موقع دیا کہ اگر اس درمیان جرمانہ والی رقم ادا کردیں گے تو لڑکی زمین واپس کردیگی ۔عبد الستار صاحب نے اپنے بیٹوں سے مدد چاہی۔دوسرے بیٹے نے مدد کرنے سے انکار کرتے ہوئے بڑے بھائی کو زمین لکھ دینے کی اجازت دیدی اور کہا کہ مجھے گاؤں اور وہاں کی زمین سے کوئی مطلب نہیں ہے۔تب عبدالستار صاحب نے بڑے بیٹے سے منت سماجت کی کہ تم ہی اس رقم کو ادا کر کے زمین اپنے نام لکھوالو۔بڑے بیٹے نے کہا: آپ نے میرے نانیہال میں اپنے نام کی زمین کو دوسرے والے بیٹے کے ساس، سسر کے نام کر کے ہم دو بھائی اور ایک بہن کو محروم کر دیا ہے۔اب اِس وقت وہ بیٹا تو آپ کی مدد کرنے سے منکر ہے۔جبکہ اس کی بیوی کے راستے سے نانیہال میں اس کوٹھکانہ بن چکا

ہے۔اِس وقت آپ کی پریشانی میں کون مدد کریگا؟ مجرم میں نہیں ہوں کہ اِتنی موٹی رقم ادا کر کے اِتنی کم زمین واپس لوں؟ کیوں کہ دوسری جگہ مجھے اتنی رقم میں ایک ڈیڑھ کٹھہ زمین حاصل ہوجائیگی۔ہاں! آپ اپنی ساری گھراری والی زمین بیچیں گے تو میں خرید کر تعاون کرسکتا ہوں ۔والدین نے بات مان لی اور زمین بڑے بیٹے کے نام لکھ کر اپنا بوجھ اتار لیا!

واضح رہے کہ بڑا بیٹا خود مفتی اور دیو بندی فاضل ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ نہ عاق کا ہے۔ نا ہی حق تلفی کا۔کیوں کہ تعاون سے منکر بھائی نے اجازت دے دی ہے اور باپ نے زمین لکھ دینے کے بعد بھی براہ راست اپنے اُس بیٹے سے بات چیت کی تو اُس نے کہا''مجھے کوئی اعتراض نہیں! میں خوش ہوں''نیز والدین نے اپنی زندگی میں اپنی مجبوری میں اپنی زمین کو بیچا ہے اور میں نے خریدا ہے۔میراث کا اجراء بعد الممات ہے اور عاق بلا مجبوری کے کسی بیٹے سے ناراض ہو کر کسی دوسرے سے خوش ہو کر اُسے لکھ دینے کو کہتے ہیں۔لہذا! یہ صورت درست ہے!

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ اس صورت میں باپ کا اپنے دوسرے والے تعاون سے منکر بیٹے کو عاق کرنا کہلائیگا؟ نیز کیا بڑے بیٹے کا مجرم کے حصہ والی زمین کے ساتھ ساتھ مدد کرنے سے منکر بھائی کے حصہ والی زمین بھی لکھوالینا حق تلفی ہوئی؟

صالحہ خاتون بنگلور
۲/اپریل ۲۰۱۲ء

فتوی دارالعلوم دیوبند سہارن پور یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب/۳۶۹
الجواب وباللہ التوفیق!!

الجواب: ۹۵۳ھ:

جب تک باپ حیات ہے۔کسی بیٹے کا کوئی حق اور حصہ جائداد میں نہیں ہے۔باپ نے جو مین بیچی ہے۔وہ اپنی مملوکہ زمین بیچی ہے اور اپنے چھوٹے لڑکے کا جرمانہ ادا کرنے کے لئے

ہے۔اس میں کسی لڑکے کا حق مارنے یا اسے عاق کرنے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جو لوگ عاق کا مسئلہ یہاں اٹھاتے ہیں۔صحیح نہیں ہیں۔

فقط واللہ اعلم

حبیب الرحمٰن عفی عنہ

۲؍شعبان ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح — الجواب صحیح

محمود حسن غفرلہ بلند شہری — وقار علی غفرلہ.

اصل کاپی کی تحریر:

۱۱۸۵/ب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
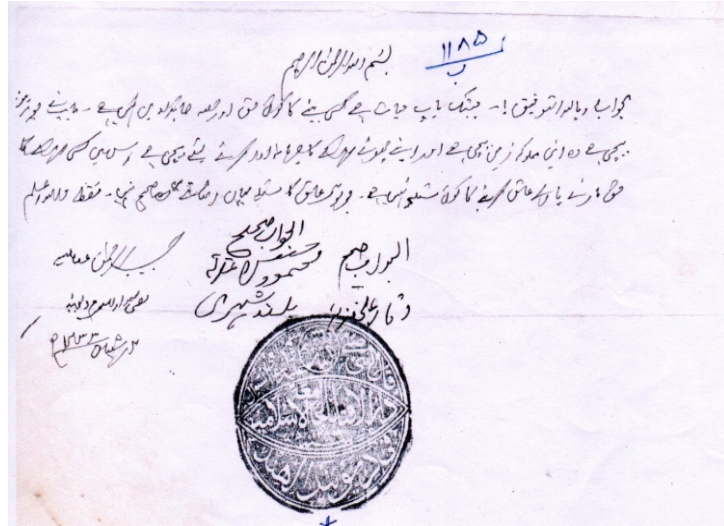
فتویٰ مظاہر العلوم سہارن پور یوپی

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب: ۲۳۷ھ:

و بالله التوفيق:

بڑے بیٹے کی بات درست ہے۔اس نے زندگی میں اپنے والد سے خریدی ہے تو تنہا وہی اس کا مالک ہوگا اور باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی ساری زمین کسی ایک بیٹے کے ہاتھ فروخت کر دے

اور اولاد کو ھبہ کرنے میں برابری ضروری ہے۔فروخت کرنے میں برابری ضروری نہیں۔نیز اگر کسی ایک کے ہاتھ فروخت کردی تو بقیہ اولا دو کے اعتبار سے اس کو''عاق'' بھی نہیں کہا جائیگا۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ بشیر احمد غفرلہ

الجواب صحیح رطاہر اللہ عفا اللہ الجواب صحیح : معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور

اصل تحریر کی نقل مع موہر یہ ہے!

۲۲۳

الجواب وباللہ التوفیق

بڑے بیٹے کی بات درست ہے، اس نے زندگی میں اپنے والد سے جائداد خریدی ہے تو تنہا وہی اس کا مالک ہوگا، اور باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی ساری زمین کسی ایک بیٹے کے ہاتھ فروخت کردے، اولاد کو ھبہ کرنے میں برابری ضروری ہے، فروخت کرنے میں برابری ضروری نہیں، نیز اگر کسی ایک کے ہاتھ فروخت کردی تو بقیہ اولاد کے اعتبار سے اس کو "عاق" بھی نہیں کہا جائیگا

حررہ العبد بشیر احمد غفرلہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۵/۷/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح
مقصود ... ۱۵/۷

الجواب صحیح
طاہر اللہ

فتویٰ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: ۱۲۸۳ھ:

و باللہ التوفیق:

بشرط صحت سوال صورت مسؤلہ میں جبکہ عبدالستار نے مذکورہ مجبوری کے تحت اپنی مذکورہ زمین

بڑے لڑکے کے ہاتھ فروخت کر دی اور بڑے لڑکے نے خرید لی تو ایسی صورت میں بڑا لڑکا مذکورہ زمین کا شرعاً مالک ہوا۔ یہ معاملہ نہ عاق کا اور نہ ہی حق تلفی کا مذکورہ زمین میں دوسرے لوگوں کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد سعید الرحمان قاسمی

۱۴۳۶/۸/۲۱ھ

اصل تحریر کی نقل مع موہر یہ ہے!

۱۲۸۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب ــــــ وباللہ التوفیق۔

بر تقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں جبکہ عبدالستار نے مذکورہ مجبوری کے تحت اپنی مذکورہ زمین بڑے لڑکے کے ہاتھ فروخت کر دی اور بڑے لڑکے نے خرید لی تو ایسی صورت میں بڑا لڑکا مذکورہ زمین کا شرعاً مالک ہوا، یہ معاملہ نہ عاق کا ہے اور نہ ہی حق تلفی کا ــــــ مذکورہ زمین میں دوسرے لوگوں کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد سعید الرحمٰن قاسمی

۲۱/۸/۱۴۳۶ھ

۲۰۱۵ء

دارالافتاء امارت شرعیہ

بہار اڑیسہ و جھارکھنڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

ان فتاؤں سے حقیقت واضح ہے :

ان فتاؤں سے حقیقت واضح ہے۔ عقلمند لوگ اسی فتوی سے اپنے بگڑے دماغ کو ٹھکانے پر لے آئیں گے۔ ان کو بار بار یہ سمجھانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ ''مفتی سجاد حسین قاسمی'' نے مولوی اعجاز کے حق وراثت کو ہڑپ لی ہے اور بھائی کو اجاڑ دی ہے۔ جیسا کہ ابو جہل سے بھی

خطرناک ابوجہل اور بدترین دماغ والوں کے خیالات ہیں''۔ مجھے تعجب ہے کہ جن لوگوں نے شرعی ثبوت کے ساتھ زمینیں ہڑپ لی ہیں۔ان کی تو کہیں کوئی شکایات نہیں ہیں اور میرے جیسے لوگوں نے کسی کی مدد کر کے ذاتی رقم سے شریعت پر عمل کی ہیں تو شیطانوں کی شیطانیت شروع ہوگئی۔آخر کس دین کے یہ لوگ پیروکار ہیں۔وہی میرے نزدیک زیرِ غور ہے۔

تمام اہل عقل لکھ رہے ہیں کہ مفتی سجاد کا نیاز کے موقع سے اٹھایا گیا قدم بہت بہترین اور قابل تعریف ہوا۔ کیوں کہ اس نے اس نازک موقع سے سوچ سمجھ کر راہ اعتدال پر عمل کی۔جس سے'' مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا'' اور'' وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' والی آیتوں پر عمل کے ساتھ ساتھ والدین اور دیگر بھائیوں کے آنے جانے اور ٹھکانے کی صورت لگادی۔والد صاحب کے سر آئی مصیبت کا حل بھی نکال دی۔اس طرح گھر کی چیز گھر میں ہی رہ گئی۔یہ بھائیوں کے حق کا مارنا،ان کی زمین کے حصۂ میراث کا ہڑپنا اور انہیں اجاڑنا نہیں ہوا۔اگر وہ نہ مدد کرتا تو یقیناً کوئی دوسرا خریدتا! جس کے سبب سب کے سب بے گھر اور مداری کا فقیر بنتے۔اس لئے بڑے بھائی نے والدین کی جائداد خرید کر در پردہ ان کے مطالبہ کو بھی ایک پہلو سے پورا کردی اور اللہ کے حکم احسان پر بھی عمل کر لی۔

علاوہ ازیں دیگر بھائیوں کو ٹھکانہ دے کر ترقی کرنے کے لئے موقع بھی فراہم کردی۔دوسرے مجرم بھائی پر موٹی رقم سے احسان کر کے خود کو مظلوم بھی نہ بنا اور اپنا نقصان بھی نہ کیا۔اس بھائی نے اپنے دیگر بھائیوں کے لئے ان کے اخلاق کریمانہ اور حکمت عملی کی راہ سے باپ کی جائداد میں سے اپنے ٹھکانہ کے لینے کا راستہ بھی باقی رکھا۔ یہ راستہ کسی دوسرے کے جائداد خرید لینے پر نہیں رہتا! جیسا کہ گھر کے سامنے حضرت مولانا عبدالقدوس قاسمی نے زمین کم قیمت ہی میں خرید لی۔اب اعجاز کے حصۂ میراثی کے لئے کوئی صاحب ثالثی بن کر ان کی خریدی زمین میں اعجاز کے لئے نہیں بات کرسکتا ہے۔اگر نیاز کے معاملہ میں یہ رہائشی گھر اری بھی مولانا یا کوئی دوسرا شخص خرید لیا ہوتا تو کوئی ڈرامہ نہیں کرسکتا تھا۔

لیکن عقل چاہئے راستہ ڈھونڈنے کے لئے اور بہترین عقل ''اخلاق کریمانہ اور سکوت کے ساتھ اطاعت وفرماں برداری کی عقل'' ہے جو اپنے علاقے کے ماحول میں ''پیٹ میں گھس کر کام

نکال لینا بھی کہتے ہیں''۔ ویسے بھی کسی کی طرف سے نزول رحمت و احسان و کرم کے لئے اخلاق، عزت و اکرام، وفاداری اور محبت کے ساتھ فرماں برداری کی راہ سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے۔ جو لوگ اس راہ کو اپناتے ہیں۔ وہ لوگ محسن کے اندر سے کبھی قانون کو بھی چھڑا دینے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ حضرت پیغمبر یوسفؑ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے جیل میں جانے کے بعد جیل کے تمام لوگوں کو مسلمان بنادی۔ تخت مصر پر عزیز مصر کا عہدہ حاصل کر لی۔ اخلاق کی حکمت والی وہ دنیا کی سب سے تیز طرار تلوار ہے کہ مقصود کائنات حضرت محمد ﷺ نے تن تنہا مکہ کی شرک و بت پرستی والی آبادی کو خالص مسلم آبادی اور توحید پرستوں میں تبدیل کر دی۔ جو قتل کے درپے مہمان بنے اس کو آپ ہی کے قدموں تلے جھکنا پڑا۔ اسی حکمت عملی کے تحت اللہ تعالی نے اپنی شریعت میں ہدایت کی ہیں'' اَطِیعُوالّٰہَ وَ اَطِیعُو الرَّسُولَ وَ اُولِی الاَمرِ مِنُکُم ''، یعنی پہلے تو توحید پرست بنو۔ مشرک نہ بنو۔ بس اللہ کے شریعت وحکم کا بعینہ مانو۔ دوسرے نمبر پر اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ تیسرے نمبر پر اپنے بڑے، اساتذۃ اور سرپرستوں کی بات کو مان کر چلو''۔ اللہ تعالی نے اس حکم میں اپنی، اپنے رسول ﷺ کی اور بڑوں کی اطاعت اور ان کو امیر مان کر چلنے کا حکم دیا ہے۔

اس میں بھی امر یعنی حکم کے ساتھ اللہ کا حکم ہے اور قاعدہ ہے کہ جب حکم ہو جائے تو عمل واجب ہو جاتا ہے۔ اس حکم ربانی کے تحت اولی الامر سے مراد'' بڑے اور شرعی روشنی میں سرپرست وراہنمائے حق لوگ'' ہیں۔ اگر یہ لوگ راہ سنت کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں تو ان کے حکم پر عمل کرنا اللہ کے حکم پر ہی عمل کرنا ہے۔ ان کی نافرمانی اور توہین کرنا اللہ کی ہی نافرمانی کرنی اور توہین کرنی ہے۔

نیاز کے مسئلہ میں جب سارا مسئلہ حل ہو گیا تو میرے گھر کے لوگوں کو خصوصا مولوی اعجاز تو مرد تھا۔ اس کو نہایت اخلاق کریمان کی چادر میں لپٹنا اور مربی اور استاذ کے درجہ میں بڑے بھائی کے ساتھ اخلاق کریمانہ کے ساتھ جاہل عورتوں کے بدگمانی والے غیر شرعی مشورہ کو لات مار کر چمٹ جانا تھا اور بجائے سازش کرنے کے محبت کی چالاکی اور کنجی سے ایسا بہترین رویہ پیش کرنا چاہئے تھا کہ ''سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹتی!''۔ یعنی اندرون خانہ محبت میں دراڑ بھی نہ آتا اور جائداد

میں بھی حق بحال رہ جاتا!اس طرح اپنی حکمت عملی سے باپ کی جائداد میں اپنے بھائی نیاز کو بھی داخل کردیتا!

جبکہ اس راہ کے لئے میں نے خود بہت سے مواقع صاحب اعلی کو دی۔مگر اس نے ہر موقع کو عورتوں کی بدگمانی والی سرداری اور سازش و پلان کی ماتحتی میں اور اپنے غصہ کی گرمی اور بداخلاق رویے سے گنوادی اور الٹے میرے اوپر اعتراض کا ماحول بنا رکھا ہے۔والدین کو بھی کوس کوس کر گناہ اٹھانے کی راہ نکال لی ہے۔بھلا کوئی اپنی حیات میں اپنی چیز میں سے کچھ نہ دے تو اس پر اس کو کوسنے سے کیا فائدہ؟ کہاں تک یہ صحیح ہے؟!! کتاب وسنت کے دلائل حاصل کرنے سے پہلے اپنے دل کے مفتی سے جواب حاصل کرنا چاہئے۔

چھٹا سوال:

جو ترکیب وحکمت عملی آپ اعجاز کو بتلا رہے ہیں۔وہی حکمت آپ ہی کو اختیار کر لینی تھی؟ آپ تو مفتی ہیں۔آپ ہی سکھاتے ہیں کہ دوسروں کے لئے جینا اصل انسانیت ہے۔اسی خیال سے تو لوگ آپ سے ناراض ہیں نا!

جواب:

میرے خونی بھائی اور حکمت عملی ہی کے اپنانے سے آج وہ ایک حد تک پرسکون اور کرناٹک میں مستی سے جی رہا ہے۔شروع سے میں نے ہی حکمت عملی برتی ہے۔آپ نے پیچھے پڑھا ہے کہ ''ہر چیز کی پیچھے آپ نے پڑھا ایک حد اور سائز ہوتی ہے۔حدود وسائز کے اندر ہی حکمت عملی ممکن ہے۔باہر نہیں''۔اس قاعدہ کی روشنی میں ابتک یا پوری زندگی میں جس قدر حدود شرعیہ اور مناسب سائز میں مجھے حکمت عملی اپنانے کی ضرورت پڑے گی۔انشاء اللہ اپنانے کی حیثیت کے موافق کوشس کروں گا۔مگر نیاز کے معاملہ میں جہاں تک حکمت برتنے کی بات تھی۔وہ مناسب حکمت میں نے برت لی۔مثلا!اس وقت اعجاز بہار سے ہی نفرت کرتے ہوئے نیاز کے مسئلہ میں کسی بھی شامل نہ ہوا۔اگر میں بھی بیچ میں اعجاز ہی کی طرح شامل نہ ہوتا! تو باپ تن تنہا ہونے کی وجہ سے اپنی جائداد یقیناً کسی غیر سے بیچ باچ کر بھیک مانگنے پر مجبور ہوجاتے۔میں نے اپنی شرکت کو ان لوگوں کے بلانے اور کہنے پر اپنی جائز حکمت عملی سے والد صاحب کی جائداد کو خرید کر گھر کی چیز گھر

ہی میں رکھ کر والدین کو ٹھکانہ کا انتظام کر لی۔اس سے بڑی حکمت عملی ایسے نازک موقع سے اور کیا ہوسکتی تھی؟

رہا اپنی طرف سے زمین و جائداد کو بجائے خریدنے کے نیاز والی جرمانہ کی رقم کو بھر کر سبھوں کے حصوں کو بچا لینے کی بات! اور یہی مزاج معترضین کا ہے بھی تو واضح ہو کہ یہ حکمت عملی نہیں بلکہ یکطرفہ عمل اور اپنے اوپر ظلم کمانا تھا۔حدیث میں ہے کہ اپنے اوپر بھی ظلم کمانا نہیں چاہئے۔اگر یہ جائز ہوتا تو حاملہ عورت کی تکلیف کے وقت شوہر کو وہ تکلیف لے لینا جائز اور ممکن ہوتا۔جلے ہوئے شخص کی تکلیف رشتے دار کو لے لینا تھی۔یہ صورت ہر دوسرے کی تکلیف میں اپنائی جا سکتی تھی۔لیکن یہ اس لئے ممکن نہیں کہ حدود وسائز سے یہ باہر ہے۔اسی طرح سمجھئے کہ ابھی جتنی بفضلہٖ تعالٰی مجھے مالی سہولت ہے۔اس وقت نہیں تھا۔اس وقت اگر مکمل جرمانہ کی رقم ادا کرتا تو مجھے پورے طور پر قرض میں ڈوبنا پڑتا۔رقم نہ ہونے کی وجہ سے میں نے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بطور قرض اپنے سالے لوگوں سے رقم لی تھی۔اس وقت آنے جانے اور مکمل مسئلہ کو حل کرنے میں تقریباً کم وبیش ڈھائی لاکھ کا خرچہ ہوا تھا۔یہ معمولی رقم نہیں تھی۔

پھر میرے علاوہ کسی بہار کے کسی بھی مرد کی کوئی ایسی پارسا بیوی نہیں ہے جو اپنے شوہر کو وہ بھی سالے لوگوں سے مدد لینے کی صورت میں مکمل فری اور عطیہ میں ایک ناپاک و ناشائشتہ حرکت کرنے والے بھائی کی مدد کرنے کے لئے اجازت دیدیتی! وہی حال یہاں بھی تھا جو کہ جائز تھا۔جب اعجاز کے اہل خانہ اور پرسان حال بشمول والدین اعجاز کو اس مصیبت کی آگ میں پلنے سے منع کر رہے تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ میرے اخراجات کے ماتحت جینے والی بیوی مجھے بالکلیہ اعجاز و نیاز کی اتنی بڑی رقم سے مدد کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیتی! اگر کسی جائز مسئلہ میں اس طرح کی مدد کرنے کی ہوتی تو الگ بات تھی۔مگر یہاں جو ناشائشتہ حرکت و جرم کی پاداش میں جرمانہ بھرنے اور بنگلور تا نان پور نان پور تا بنگلور آنے جانے کے اخراجات تھے۔وہ بہت بڑی رقم تھی۔اتنی بڑی رقم کو مکمل فری دے کر جبکہ ایک بھائی دور ہی سے ترش روئی کرتا بھاشن کر رہا تھا۔میرے لئے انتظام کر کے مسئلہ کو حل کرنا بالکل جائز اور حکمت عملی والا کام نہیں تھا۔

علاوہ ازیں قرآن کی روشنی میں اور دنیاوی عقل کی روشنی میں بھی کوئی کسی کی غلط حرکت کا جرمانہ کہیں پر نہیں ادا کرسکتا ہے۔ اگر مدد کرنے کی حیثیت بھی ہو اور موقع بھی مل گیا تو بس قرض ہی دے سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اعجاز کو ساتھ دینا فرض تھا۔ جس سے وہ منہ چرایا۔ اس لئے یہ وہ ماحول تھا جو حد شرعی اور چیز وحیثیت کے سائز سے بڑا ماحول تھا۔ اس وقت اپنے اوپر تمام بوجھ کو لینا یہ حکمت نہیں۔ بلکہ دوسرے کے جرم کی از خود سزا بھگتنا تھا۔ نیز یہ کوئی حکمت نہیں ہے کہ جرم کرے کوئی اور، اور سزا بھگتے کوئی اور۔ جرمانہ عائد ہو کسی مجرم پر اور بھرے اس کو ایک غیر مجرم شخص۔ اس لئے میں نے بین بین اور وہ اعتدال کی راہ اپنائی۔ جس سے والدین کو ٹھکانہ بھی مل گیا۔ باپ کی نشانی بھی میں نے بچالی اور اعجاز میاں کو بھی لڑ جھگڑ کر نصف نصف رقم لوٹا دینے کی صورت میں حق حاصل کرنے کی راہ کو باقی رکھا۔ یہ صورت کسی غیر کی زمین و جائداد خریدنے کی صورت میں اعجاز کے لئے بند ہو جاتی۔ اسی طرح اپنی حکمت عملی سے خود کو بھی کسی کا بوجھ اٹھا کر مکمل مظلوم نہ بنا۔

اب اعتراض کرنے والے بد دماغ بتائیں کہ اس سے بہتر حکمت عملی اور کیا ہو سکتی ہے؟ میری اس حکمت عملی کو حیدر آباد کے دارالافتاء سے میرے استفتاء کا جو جواب آیا ہے۔ کافی سراہا گیا ہے۔ میں اس فتویٰ کو نقل کرتا ہوں دیکھئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وحامدا ومصلیا

بر بنائے صحت سوال جناب عبدالستار صاحب کے فروخت شدہ مال و جائداد میں کسی لڑکے یا لڑکی کا حصہ نہیں ہوگا اور کسی وارث کے لئے اس میں قیل قال کی شرعاً اجازت نہیں، والد کے لئے اس بات کی مکمل گنجائش ہے کہ اپنی زندگی میں مرض موت سے قبل اپنے سارے مال کو بیچ دیں اور اپنی ملکیت میں کچھ نہ رکھیں، جناب عبدالستار صاحب نے اپنے چھوٹے لڑکے کے جرم کے وبال سے بچنے کے لئے اپنی جائداد فروخت کی، یہ جائداد جس طرح دوسرے سے بیچنا درست تھا اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرے، نیز بڑے لڑکے کا اپنے والد سے جائداد کا خریدنا درست ہے، اس میں دوسرے کسی وارث کا کوئی حق نہ ہوگا اور نہ ہی لوٹانے کا مطالبہ از روئے شرع درست ہے، ان کے بارے میں یہ کہنا کہ بڑے بھائی نے باپ کی زمین ہڑپ لیا ہے، سراسر جہالت اور ضد وعناد پر مبنی ہے۔

سوال کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے لڑکے میں فراست، والدین کی محبت، بہن اور بھائیوں سے ہمدردی اور قرابت داروں کی حقوق شناسی مکمل طور پر موجود ہے۔ جو ان کے علم وصلاحیت کا تقاضہ بھی ہے۔ اس کے سبب چاہئے کہ دیگر اہل خانہ ان کا بھرپور ساتھ دیں اور ان کے جائز مشوروں کو قبول کریں مگر چند لوگوں کے اکسانے پر دوسرے بھائیوں اور رشتہ داروں کا معاندانہ رویہ لائق صد افسوس ہے اس سے گھر مزید بکھرے گا اور گھر میں تباہی آئے گی۔ بہتر ہے کہ اب بھی اپنے کام پر شرمندہ ہو کر اجتماعیت پیدا کریں اور شریعت کو ہاتھ سے جانے نہ دیں کہ یہی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی
استاذ حدیث
دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد
۳، مئی ۲۰۱۲ء

الجواب: جناب عبدالستار صاحب کا مجرم بیٹے کے جرم کے وبال سے بڑے بیٹے کے ہاتھ بیچنا درست ہے، باپ کے لئے جس طرح فروخت کرنا درست ہے، اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ وہ بیٹے کے ہاتھ بیچے، کسی وارث کو اس میں اعتراض کا حق [illegible] بڑے بیٹے کا زمین خریدنا درست ہے، یہ [illegible] اور نہ ہی منکر بیٹے کو عاق کرنا کہا جائے گا۔
واللہ اعلم بالصواب

کتبہ
تنظیم عالم القاسمی
نائب مفتی دارالعلوم سبیل السلام
حیدر آباد
۱۴۳۳/۶/۱۷ھ الموافق ۲۰۱۲/۵/۹ء

دارالافتاء دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

لیکن عجیب شیطان، جاہل اور سور دماغ کے لوگ ہیں کہ کہ بلا سوچے سمجھے اور تحقیق حال کئے بس میرے اور پر انگلی اٹھاتے اور اپنے جاہلانہ خیال کو تھوپ رہے ہیں اور میری ہی شکایت کرنے والوں کے ہاں میں ہاں ملا کر شہ بھی دے رہے ہیں!!! اگر تنہائی میں غور سے یہ لوگ سوچیں تو حقیقت میں میرے اوپر ہی ظلم کیا جارہا ہے! فافہم وتدبر!

ساتواں سوال :

کیا بڑے بھائی کے باپ سے زمین خریدنے پر چھوٹے بھائی لوگ یا ان کی بیویاں ان کو ٹھکانہ نہ ملنے پر گھر میں زمین خریدنے والے بڑے بھائی سے ناراض ہونا قانونی ہے یا غیر قانونی؟ کس قانون سے اور کس لنک سے یہ جملہ وہ یا اس کی بیوی بول سکتے ہیں؟ اسی طرح والدین پر کیا الزام لگا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''بوڑھوا بوڑھیا نے ہم لوگوں کی گردن کاٹ لی؟''۔

جواب :

بڑے بھائی کے باپ سے زمین خریدنے پر چھوٹے بھائی لوگ یا ان کی بیویاں ان کو ٹھکانہ نہ ملنے پر گھر میں زمین خریدنے والے بڑے بھائی سے ناراض ہونا غیر قانونی ہے۔ اسی طرح بڑے بھائی کے باپ سے زمین خریدنے پر چھوٹے بھائی لوگوں کا یا ان کی بیویوں کا خاص والدین پر بار بار الزام لگاتے ہوئے یہ بالکل نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ''بوڑھوا بوڑھیا نے ہم لوگوں کی گردن کاٹ لی؟'' اسی طرح ان کو موقع بموقع کوسنا، ان پر غصہ کرنا غلط اور حرام ہے۔ یہ تو اعجاز کے سمجھنے کی بات ہے۔

رہی افسانہ جو کہ بہو ہے۔ والدین کے کوسنے، ان پر غصہ کرنے اور گردن کاٹ لینے کی بات کہنے کی بات تو ڈبل حرام کام ہے۔ اس کا میرے والدین کو اس طرح کے جملہ کہنے کا کوئی حق نہیں بنتا ہے۔ اول تو مسئلۂ شرعیہ واضح ہے کہ کوئی والدین اپنی جائداد لٹا دیں۔ اولاد کو نہ دیں۔ تب بھی اولادوں کو کچھ بولنے کا حق نہیں ہے۔ جب اولاد حقیقی کو کچھ بولنے کا حق نہیں ہے تو اس کی بیوی کو کیسے اس طرح کے جملے کہنے کا حق مل گیا؟

گردن کاٹ دی یا خود کٹوالی؟

اعجاز اور افسانہ اور اندونوں کی طرح جس کسی بھی گھرانے کے اندر مسئلہ ہوں ان سبھوں کو سوچنا چاہئے کہ میرے والدین جس سوچویش (حالات و پریشانی) میں زمین بیچی۔ اس حالت میں خاص طور سے ان پر الزام تراشی کرنا تو حرام علی الحرام ہے۔ اعجاز اور افسانہ اور ان دونوں کے عارضی پرسان اور خیر خواہان لوگوں سے میرا سوال یہ ہے کہ اعجاز اور افسانہ کو والدین کی جائداد میں حصہ نہیں ملی یا ان دونوں نے خود نہیں لی؟ ان دونوں کی گردنیں کاٹی گئیں یا اپنے جگری مشاورین و مصاحبین کی رائے سے اللہ کے حکم اطاعت کی خلاف ورزی اور والدین کے ساتھ بداخلاقی و نافرمانی اور موچنٹھی کر کے خود گردن کٹوالیں؟ من موجی اور سماجی رواج و رویے سے جواب دینا لینا غیر سلامی اور صحیح نہیں ہے۔ اس لئے ایک ہاتھ میں قرآن۔ ایک ہاتھ میں حدیث۔ ساتھ میں کسی جید عالم دین، شریعت کے مطابق بات کرنے والے با کمال مفتی کو رکھ کر جہالت و من موجی اور لالچی، احسان و مروت کے چشمے کو اتار کر دینی و قانونی چشمے کو لگا کر جواب حاصل کرنا فرض، قابل قدر اور قابل قبول ہے۔

مصیبت خود خریدی ھیں:

بحیثیت مسلمان دل پر ہاتھ رکھ کر اعجاز و افسانہ جواب لینا دینا چاہیں تو حقیقت میں جواب یہی ہے کہ ''ان دونوں نے اپنی بدعنوانی اور غلط حرکت اور رویے سے والد صاحب کی جائداد نہیں لیکر گردن خود کٹوالی اور خود مصیبت خرید لی ہیں''۔ یہی حقیقت ہے اور کارے راعاجے نیست!!! خود کردہ کا علاج نہیں ہے۔

دلیل: محسن اعظم ﷺ کی شریعت مطہرہ پر جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ ان کے جوابات اللہ کے کلام میں تلاش کریں گے۔ مجھے تو قرآن مجید میں غور کرنے سے اللہ تعالی کا یہ فرمان ملا کہ '' وَمَا مِنْ مُّصِيبَةٍ اِلَّا مِنْ نَفسِكَ '' کہ جو کچھ تم کو مصیبت آتی ہے۔ اسی طرح ''وَمَا اَصَابَكُم مِّن مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَت ايدِيكُم وَيعفُو عَنْ كَثِيرٍ '' ترجمہ: اور جو بھی مصیبت تم کو پہنچتی ہے۔ وہ سب تمہارے ہی ہاتھ کی کمائی ہوتی ہیں اور بہتیرے مصیبتیں تو اللہ تعالی معاف فرما دیتے ہیں۔

یہ آیات دلیل ہے کہ انسان کوخصوصا اعجاز وافسانہ کو جو والد کی موجودہ جائداد میں حق نہیں ملی اور وہ بے ٹھکانہ پریشان ہیں۔اس کی وجہ اعجاز اور افسانہ کی اپنی ہی بے عقلی ،بدعملی اور جاہلانہ خیالات وکرتوت کے تحت بڑے بھائی کے خلاف گھر میں حکم سرداری، پلاننگ وسازش ہیں۔

عقلمندوں خصوصا فرمان نبوی ﷺ پر مر مٹنے والوں کے لئے بس اشارہ کافی ہے۔ایسے لوگوں کے سامنے جیسے ہی غلطیوں کی وجہ معلوم ہوتی ہے توبہ تلا اور استغفار پڑھنا شروع کردیتے ہیں اور متواضع بن جاتے ہیں۔

والدہ کو بھی کوسنا چہ معنی دارد؟

اگر اعجاز افسان واقعی عقلمند اور اسلام دین سے متعلق ہیں تو انہیں بھی صحیح عقلمندی دیکھانی چاہئے ۔مگر حیرت ہے کہ لوگ اپنے کرتوت کی طرف نظر نہ کر کے اپنی مصیبت کے پیش آنے کی وجہ دوسروں پر لاداور تھوپ دیتے ہیں۔انہیں لوگوں میں مولوی اعجاز بھی شامل ہوکر اپنی مرضی کا مسئلہ جھاڑتے ہوئے باپ کی حیات میں ان کی جائداد میں حق ثابت کرنا شروع کردی۔

سونے پر سہاگہ اور قیمتی مسئلہ یہ بھی کہ اس کے ساتھ میں اس کی شریک حیات بھی شریک ہوکر والد والدہ کو کوسنا شروع کردی! بھائی! جب والدصاحب کے پاس ہی ان کا ذاتی مال وجائداد نہ بچی تو والدہ کو بھی کوسنا چہ معنی دارد؟ والدہ کو تو والدصاحب ہی سے حصہ آتا؟ جب اس بے چاری کو خود ہی حصہ نہیں ملا تو کس حصہ میں حصہ داری افسانہ دکھا رہی ہے؟ اگر چہ والدہ بھی جہالت میں قدیم آرین مزاج وذہن سازی کی وجہ سے انہی لوگوں کے سپورٹ میں ہیں۔مگر ان کے سپورٹ کرنے سے شریعت کا مسئلہ بدل نہیں جائیگا۔شریعت باپ ماں یا کسی انسان کی مرضی سے نہیں بنائی گئی ہے۔اس لئے اسے بھی دماغ ہے تو سمجھاؤ کہ جب حصۂ میراث ہی ان کا نہ رہا تو وہ دیں گی کہاں سے؟ علاوہ ازیں والدہ کی بھی کوئی اپنی ذاتی کمائی سے خاص مال وجائداد کا تو مالک نہیں ہیں۔یا کوئی وہ ''وپرو'' یا ''پرسٹیج کمپنیوں'' میں سے کسی کمپنی کی منیجر ومالکن تو نہیں ہیں کہ وہ بھی میراث وجائداد کو باقی رکھتیں! اور اعجاز ان کے ذاتی مال میں سے حصۂ میراث پالیتا!

''اَلْأَنسَانُ عَدُوٌّ لِمَا جَهِلُوا'' ''جہالت دشمنی کا سبب ھے'':

جب صورت حال والدہ کے ساتھ ایسی نہیں ہے تو کیوں دماغ خراب کر کے اپنے اتحاد کو توڑ

کر گھر کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہو؟اس سے تو اعجاز و افسانہ ہی کو نقصان ہے! آخر!اس طرح معاشرت میں بگاڑ کر کے خود کو نقصان پہ نقصان اٹھانا اور دوسروں پر الزام کسنا کونسی عقلمندی ہے؟ یہ تو عربی کے مقولہ ''اَلْاَ نسَانُ عَدُوٌّ لِمَا جَهِلُوا '' کہ انسان جس چیز سے جاہل ہوتا ہے تو وہ اس چیز سے دشمنی کرنے پر تل جاتا ہے'' کی مثال پیش کی جارہی ہے۔ سچ ہے''انگور کے لئے کوشش کی اور جب نہ ملا تو انگور ہی کی شکایت کرنے پر تل گئے اور کہنے لگے کہ ''انگور کھٹا ہے''۔اسی طرح اعجاز اور افسانہ اپنی غلطی مان کر متواضع بننے کے بجائے مقابلے اور اپنی توانائی وسازش سے باپ والی جائداد میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔

جبکہ ان دونوں کو محبت والی کامیاب ترین حکمت عملی اپنانی چاہئے تھی اور بجائے صرف اپنے ہی خیال کی روشنی میں چال چلنے کے، قرآن وحدیث کی روشنی میں چال چلنی چاہئے۔قرآن مجید سولہویں پارہ، سورۂ محمدؐ کی آیت نمبر ۳۳ رمیں اللہ تعالی نے تنبیہ کی ہے'' یَا اَیُّهَا الَّذِینَ ءَ مَنُوا اَطِیعُو اللّٰهَ وَاَطِیعُوالرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمٰلَکُمْ '' کہ اے ایمان والو! پہلے تو اللہ کی ذات واحد پر ایمان ویقین رکھو!اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایات وراہنمائی کے مطابق چلو!اور(ان دونوں کی ہدایات کے خلف اپنی مرضی سے چال چل کر) اپنے (اچھے اور نیک) اعمال (جو بھی کئے ہو) کو باطل اور ضائع مت کرو!

اپنے رب سے سوال و جواب کر لینا:

لیکن اعجاز اور افسانہ اخلاق کی حکمت عملی کے بجائے شیطانی چال کی سازش اور تقابلی محنت میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ یہ کتاب اوپر کے عربی مقولہ کی روشنی میں مفاد پرستی کی لالچ میں کامیاب نہ ہونے والوں خصوصا شریعت مطہرہ سے ناواقفوں اور مولوی اعجاز وافسانہ پر تبلیغ یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغام کو پہنچا کر جانکار بنانے کے لئے ترتیب دیا ہوں۔تا کہ کل قیامت کے دن یہ دونوں یہ نہ کہیں کہ ہم عالم نہیں تھے۔مسئلہ نہیں جانتے تھے اور اگر اس دربار اعظم میں بھی کچھ پوشیدگی کی باتیں کیں تو جان لینا چاہئے کہ وہ ذات لوگوں کے دلوں کے بھیدوں اور خیالات کی پلاننگ سے بخوبی واقف ہیں۔اس لئے اسی دنیا میں سب غلطیوں کی سدھار کر لینی چاہئے۔اگر شیطانی ضد غالب ہے تو پھر سورۂ یاسین کی آیت'' وَمَا عَلَینَا اِلَّاالبَلَاغُ'' یعنی میری

ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینے کی ہے۔اللہ کے دربار میں اپنے کردار کے مطابق پنے رب سے سوال وجواب کر لینا!!

مسئلہ: ’’والدہ سے بھی میراث طلب نہیں کر سکتے‘‘

لیکن حقیقت اس دنیا کی یہی ہے کہ نیاز والے معاملے میں ان دونوں کو والدہ سے میراث طلب کرنا اور ان کی آڑ میں گھر میں جھگڑا پالنا،مسئلہ شرعیہ اور سکون و اطمینان کے خلاف عمل ہے۔اعجاز اور افسانہ کو بخوبی جاننا چاہئے کہ اس کا مسئلہ بوڑھی اور شریعت سے ناواقف ماں کبھی حل نہیں کر سکتی ہے۔ بلکہ ان کو کوسنے سے مزید پریشانی بڑھتی ہی رہے گی۔اس لئے شریعت کی روشنی میں مسئلہ کا صحیح حل صحیح جگہ اور صحیح شخصیت کو اعجاز اور افسان دونوں ہی کو از خود تلاش کر نا چاہئے۔والدہ پر الزام لگانا اور ان کو کوسنا چھوڑ دینے میں بھلائی ہے۔اگر آخرت میں عذاب کا بلکہ ممکن ہے دنیا ہی میں کہیں اس کا ظہور نہ ہو جائے،خوف نہیں ہے تو پھر حدیث ’’اِنْ لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ‘‘ کی روشنی میں مبلغ یہی کہے گا کہ: ترجمہ: اگر تمہیں حیا و لحاظ اور آداب زندگانی نہیں معلوم (اور اگر معلوم ہے مگر مفاد کے تحت زبردستی اور ضد ہے) تو پھر جو چاہو کرو۔بولو‘‘! لیکن وقت عذاب کا ابھی انتظار کرو۔

لیکن ان دونوں کے من موجی جلوس نکالنے اور خفیہ محنت کرنے سے والدہ گنہگار نہیں بن سکتی ہیں۔اگر چہ ماں تم ہی لوگوں کے سپورٹ میں ہیں۔لیکن ماں کو جو غیر شرعی طور پر تم دونوں کو س کرنا فرمانی کر رہے ہو۔جس کا احسانہ تمہارے پرسان حال کو ہے نا ہی والدہ کو۔مگر اس سے نہ تم لوگ صحیح ہو جاؤ گے۔نا ہی والدہ کا سپورٹ کرنا درست ہو جائے گا۔

بلکہ حقیقت ایک اور سنو! شاید اس سے مسئلہ سے بھی اگر جاہل ہی ہو تو دماغ خراب ہی ہو گا۔ وہ یہ کہ:

مسئلہ: والد صاحب کی وفات کے بعد ان کی طرف سے شرعی حصہ آٹھواں حصہ خواہ زیورات،زمین،یا اور دیگر چیزیں مل چکی ہوں اور وہ مالک بن چکی ہیں تو اس میں بھی ان کی حیات میں کچھ مطالبہ نہیں کر سکتے ہیں۔بلکہ والدہ کی بھی خاص کمائی رقم سے حاصل کردہ خاص

جائداد، زیور زیورات بلکہ ایک سوئی میں سے بھی تن تنہا کوئی ایک بیٹا یا بہو مالک نہیں بن سکتی ہے۔ اگر کسی نے اس طرح خفیہ عمل کیا تو یہ چوری ہے۔ اگر والدہ اس معاملہ میں ذہن سازی کی وجہ سے حامی بھر کر کسی بیٹے کو چھوڑ چھاڑ کر ایک کو دیدی تو وہ بھی چوری کے گناہ میں عنداللہ عذاب میں مبتلا ہوں گی۔ اس کا سبب ان کے ذہن ساز لوگ ہوں گے۔

اس مسئلہ کے سمجھ جانے کے بعد اعجاز اور افسانہ اور ان دونوں کے پرسان حال و معاونین سبھوں کو اللہ کے پاس اپنی حفاظت کے لئے اس دارالعمل میں بہت سوچ سمجھ کر عمل کرنے کی ضرورت ہے تا کہ والدہ کی ذاتی جائداد خواہ خود کمائی ہوں یا شوہری حصہ کی مالکن ہوں۔ دونوں میں سے نارمل حالت و سوچویشن میں یعنی نیاز جیسے ہنگامی سوچویشن اگر نہ ہوں تو میراث کے مسائل کی روشنی میں برابر اللہ کے تقسیم کردہ حصوں کے موافق تمام اولادوں کو ملے گا۔

لوگ میراث کے علم سے بالکل بے بہرہ اور جاہل ہو کر ہر چیز کو محض اپنی عقل و رسم و رواج کے مطابق حل کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اس طرح رویہ غیر مسلموں کا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا نہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو عمل قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ کے فرامین کے مطابق کرنا چاہئے۔ پس جب میراث کا باب آئے تو اس میں بھی اللہ کے حکم کو دیکھنا ضروری ہے۔ چونکہ مسئلۂ میراث مستقل ایک الگ موضوع ہے۔ اہل علم اسے آج کل پڑھتے تو ہیں۔ لیکن اس کے قوانین کو بعض لوگ تو جاہلوں کے ساتھ جاہل رنگ میں رنگ جانے کی وجہ سے اور بعض لوگ معاشرت میں جہالت کی اکثریت کی بناء پر بوجہ مجبوری معاشرت میں انسٹال اور نافذ نہیں کر رہے ہیں۔

چنانچہ جس طرح قدیم رسم و رواج کے مطابق چلن ہے۔ بس وہ ہے۔ اس کی اصلاح کی ضرورت تک محسوس نہیں کی جارہی۔ اس لئے میں میراث کے تعلق سے ضروری وضاحت کر دیتا ہوں۔ شاید کسی مخلص اور اپنی زندگی میں سدھار چاہنے والوں کے لئے مفید ثابت ہو جائے!

باب چہارم

میراث کی حقیقت

میراث کی تعریف:

میت کے چھوڑے ہوئے مال کو عربی میں ''ترکۃ'' کہتے ہیں۔اسی کا معنی اردو میں ''میراث'' ہے۔شریعت یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی واصطلاح میں میت نے جو جائداد چھوڑ دی۔وہی مال ''میراث'' کہلاتا ہے۔میراث میں دوصورتیں ہیں۔ایک ہے: میراث کا بچانا۔ایک ہے: مال کا میراث بن جانا۔چونکہ ہر والدین کو فطری طور پر اپنی اولادوں سے محبت ہوتی ہے۔اولاد کی پرورش کرنا،ان کی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنا،ان پر منجانب اللہ خواہی نخواہی براہ مودت ومحبت ایک فریضہ ہے۔اسی وجہ سے جو کچھ کماتے ہیں۔کچھ نہ کچھ وہ اولاد کے لئے ان میں سے ضرور محفوظ کرتے ہیں۔اگر وہ اس فریضہ کو نبھاتے ہیں تو وہ اپنی ذمہ داری نبھاتے ہیں۔جس کے ساتھ میں وہ بوجہ شریعت الٰہیہ پر عمل کرنے اور اللہ کے حکم کا پاس ولحاظ کرنے کے مستحق ثواب بھی ہوتے ہیں۔جیسا کہ اولاد کی تربیت کے تعلق سے بے شمار فضائل کتاب وسنت میں وارد ہیں۔لیکن اگر کوئی والدین جاہل،لاپرواہ اور بے دین ہوں۔اس وجہ سے انہوں نے اولاد کے لئے قدرت و حیثیت کے باوجود بلا کسی شرعی وجہ کے کچھ مال نہیں رکھا تو یہ صاحب حیثیت اور بے پرواہ والدین یقیناً اپنی سوچویشن و حالت میں قابل ملامت ہیں۔ایسے والدین کا بلا وجہ شرعی کسی اولاد کو محروم کر دینا ناجائز ہے۔اس سوچویشن میں اولاد کے محروم کر دینے کو شریعت کی اصطلاح میں ''عاق'' کہا جاتا ہے۔

میراث چھوڑنا فرض نہیں:

مگر جو والدین شرعی مجبوری اور اپنی کمزوری کے سبب اولاد کے لئے مال بچا کر نہیں رکھ پائے۔ان پر اولاد کے لئے جائداد کا چھوڑنا فرض نہیں ہے۔کیوں کہ اگر میراث ہر حال میں چھوڑنا فرض ہوتا تو بہت سے والدین گناہگار بن کر مرتے۔کیوں کہ بہت سے والدین کی زندگی لاپرواہی۔شراب وجوا نشہ خوری اور بے دینی میں گذری ہے۔گذر رہی ہے۔بہت سے اپاہج ہیں۔لاچار و بے بس ہیں۔وہ سب گنہگار بن جائیں گے۔اس لئے والدین کا اولاد کے لئے ہر حال میں میراث چھوڑنا،اس کے لئے کمانے کی طاقت نہ ہو پھر بھی دھکم پیل کرنا فرض اور قرض نہیں۔

ہاں! ان کی اپنی طاقت وحیثیت سے کمائی ہوئی جائداد اتنی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد وہ بچ گئی تو ان کی بچی ہوئی جائداد اولاد کے حق میں ان کی وفات کے بعد اللہ کے قبضہ میں جا کر منجانب اللہ ''میراث'' بن جاتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ آدمی اپنی کمائی میں سے جو اچانک مال وجائداد چھوڑ کر مرجاتا ہے۔ وہی اچانک کا مال ''میراث'' کہلاتا ہے۔ اس طرح میراث چھوڑی نہیں جاتی ہے۔ بلکہ چھوٹ جاتی ہے۔ پس کسی نے نیت کے ساتھ بیٹے کے لئے جائدادیں ۔ چھوڑیں۔ وہ بھی میراث ہیں۔ کسی نے نیت نہیں کی اور ان کی جائداد مرنے کے بعد بچ گئی۔ وہ بھی میراث ہے۔ مگر والدین پر ہر حال میں اولاد کے میراث کا چھوڑنا واجب وفرض نہیں ہے۔

وجہ لزوم '' مال پر اللہ کا قبضہ '':

والدین پر میراث چھوڑنے کے فرض نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میت کے پاس جو بھی جائداد ہوتی ہے۔ وہ اللہ کے فضل اور عطا کرنے سے بطور امانت ہوتی ہے۔ جیسے ہی انسان مرجاتا ہے۔ وہ مال فوراً واپس اسی مالک کی ملکیت اور قبضے میں چلا جاتا ہے۔ جس نے اس میت کو زندگی میں کسی سبب سے اپنی مرضی سے عطا کی تھی۔ اس طرح اس مال کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہو جاتے ہیں۔

میراث اللہ کے حکم و احسان سے ہے :

اللہ رب العزت کے پاس جب میت کا مال واپس چلا جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس مال کو میت کے حق میں ضروری اخراجات وحقوق کی ادائیگی کے بعد بچے ہوئے مال میں سے اس کے اخص الخاص بارہ افرادوں کے درمیان ان کی کفالت وسہولت کی خاطر تقسیم کر کے لوٹا دیتا ہے۔ وہی حق '' حق میراث'' کہلاتا ہے۔ اس میں میت کا کچھ دخل نہیں ہوتا ہے۔ البتہ میت کے قبضہ میں جو مال اس کی زندگی میں امانت تھا۔ اس کو اپنے قبضہ میں لے کر دوبارہ اسی میت کے خاص ورثاء اور متعلقین کو اپنے خاص قانون کے مطابق تقسیم کر کے میت کے ورثاء پر احسان کرتا ہے۔ تاکہ میت کے خاص لوگ بے گھر نہ ہو جائے اور تقسیم کرنے آپس میں جھگڑا نہ کریں۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کریں۔ ناانصافی نہ کریں۔

وجہ تقسیم میراث:

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تقسیم میراث کی وجہ سورۂ نساء/آیت: ۱۱/پ: ۴/ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے''''آبَـــــآئُكُمْ وَاَبْنَآئُكُمْ لَا تَدْ رُونَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا

فَرِیضَةً مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیمًا حَکِیمًا ہ کہ (میرے علاوہ بوجہ میرے خالق ہونے کے)"تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کونہیں جانتے ہیں کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہیں تمہیں نفع پہنچانے میں۔اس لئے (سنو!) یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں بیشک اللہ تعالی (تمہاری مصلحتوں کو) جاننے والا بڑا دانا ہے۔

ترجمہ سے بات واضح ہے کہ جس چیز کا جو خالق ہوتا ہے۔وہی زیادہ بہتر اپنی چیز کے بارے میں گارنٹی وارنٹی دے سکتا ہے۔چونکہ انسان کا خالق اللہ تعالی ہیں۔اس لئے انسانوں کے مابین کون کتنا ایک دوسرے کو نفع پہنچا سکتا ہے۔کون حسد و بغض وکینہ رکھ کر مضرت کا سبب بن سکتا ہے ۔یہ حقیقی علم صرف اللہ کو ہے۔اس لئے میت کے چھوڑے ہوئے مال کو اس کے قریبی رشتہ داروں کو استعمال کرنے کے لئے بس یوں ہی واپس نہیں کردی کہ لو! تم لوگ اپنے طریقے سے بانٹ چوٹ کر استعمال کرلو! اگر ایسا حکم دیدیتے تو قوی ورُعبدار اِنسان سارا مال ہڑپ لیتا! اس لئے خود اللہ تعالی نے اس مال میں حصے بخرے کر کے وارثین کے درمیان جھگڑنے کی راہ کو ختم کردی۔

چنانچہ میں چوتھے پارہ کے اخیر میں سورۂ نساء ہی کی آیت نمبر ۱۱۔۱۲ر میں میراث کے باضابطہ اصول مقرر کر دی ہیں۔دلیل کے طالب حضرات قرآن مجید دیکھ لیں۔اس کے بعد اپنے مخبر صادق محسن اعظم ﷺ کے ذریعہ فرمایا۔جیسا کہ علم میراث کی کتابوں میں منقول ہے" تَعَلَّمُوالفَرآئضَ وَ عَلِّمُوھَا النَّاسَ فَاِنَّھَا نِصفُ العِلمُ "علم فرائض (میراث) خود بھی سیکھو اور لوگوں سکھاؤ بھی۔کیوں کہ یہ نصف علم ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو عالم میراث کے علم و ضوابط کو نہ جانیں۔وہ آدھا عالم ہے۔مکمل عالم ہونے کے لئے اسے علم میراث اللہ کے امر واجبی کی وجہ سے فرض ہے۔علم میراث کو نصف علم اس لئے کہا ہے کہ چونکہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔ ایک زندگی اور ایک موت۔چونکہ علم میراث کے علاوہ باقی تمام دینی علوم کا تعلق انسان کی حالت حیات سے ہے۔جبکہ علم میراث کا تعلق انسان کی حالت ممات سے ہے۔علاوہ ازیں ملکیت مال کے بھی دو سبب ہیں۔ایک ضروری۔دوسرے اختیاری۔چونکہ علم فرائض ملک ضروری کا سبب بنتا ہے۔اس لئے اس علم کو نصف علم قرار دیا گیا۔

اسی طرح سنن درامی کے مقدمہ میں ایک حدیث منقول ہے" تَعَلَّمُــــو الفَــــرآئِضَ

وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ فَاِنِّی اَمرؤٌ مَقبُوضٌ و اَنَّ هٰذَ العِلمَ سَیُقبَضُ وَ تَظهَرُ الفِتَنُ حَتّٰی یَختَلِفُ الاِثنَانِ فِی الفَرِیضَةِ فَلَا یَجِدَ انِ مَنُ یَفصِلُ بَینَهُمَا " کہ علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ۔ کیوں کہ میں اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہو۔ یہ علم بھی عنقریب اس دنیا سے اٹھالیا جائیگا۔ یہاں تک کہ (حالت ایسی ہو جائے گی کہ) دو شخص وراثت کے مسئلہ میں جھگڑا کریں گے ۔لیکن وہ دونوں ایسے (میراث کے علم کے جاننے والے) شخص کو نہیں پائیں گے کہ وہ ان دونوں کے درمیان کے جھگڑے کو (مسئلۂ قرآنی بتا کر) ختم کر دے۔

اسی طرح سنن ابن ماجہ ہی کے باب الوصایا میں حدیث منقول ہے ''مَنُ فَرَّ مِیرَاثَ وَرُثِہٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِیرَاثَهٗ مِنَ الُجَنَّةِ یومَ الُقِیَامَةِ " کہ جو شخص میراث سے راہ فرار اختیار کرے گا تو اللہ تعالی قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا''۔

مسئلہ : اصول میراث کتاب رص:۱۹ر پر لکھا ہے کہ ''اگر وارث بھی اپنے میراثی حصے کو لینے سے انکار کرے تو قاضی اس کے حصے کو وصول کر کے جبراً اس کے حوالے کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے میراثی حصے کو لینے سے انکار کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ کی طرف سے عطیہ سے انکار کرنا ہے۔ ظاہر ہے کوئی بڑا جب کچھ دیں تو لے لینا ادب ہے۔ انکار کرنا بے ادبی ہے۔ اصرار کے ساتھ نہ لینے سے بڑے کو غصہ آتا ہے۔ ان پر نظر عنایت میں کمی آجاتی ہے۔ جب یہ صورت حال بندوں کے مزاج کا ہے تو جس رب نے سب کچھ عطا کی ہیں۔ وہ از خود جب تقسیم کر کے کچھ دے رہا ہے تو اس کے انکار کرنے سے حکم الٰہی ''لے لو'' کی نافرمانی ہے اور شریعت یعنی اللہ کے حکم کا انکار کرنا اور حرام کام ہے۔ اس لئے وارث بھی اپنے میراثی حصے کو لینے سے انکار کرے تو قاضی کو حکم ہے کہ وہ اس کے حصے کو جبراً اس کے حوالے کرے۔

تقسیم میراث کی صورت:

تقسیم میراث اللہ تعالی نے دو درجوں میں کی ہیں۔ پہلے درجہ میں میت کے چھوڑے ہوئے مال کو اولاً مجموعی طور پر چار حصوں میں تقسیم کی ہے۔

پہلا حق:

منجانب اللہ تقسیم میراث کا مطلب ہے کہ جیسے ہی آدمی مرتا ہے۔ ویسے ہی اس کی جائداد میں

سب سے پہلا حق اللہ کے حکم سے خود اہل مال یعنی ''میت کی تجہیز و تکفین'' میں خرچ کرنے کا ہے۔یعنی میت کی تجہیز و تکفین کسی اولاد، رشتے دار اور محبین و متوسلین پر رکھ کر میت کو کسی کے احسان کے نیچے دبنے دبانے کا نہیں ہے۔

دوسرا حق:

خود میت پر کسی کا قرض، لین دین وغیرہ ہے تو تجہیز و تکفین میت کے بعد ان کی جائداد میں سے بچے ہوئے مال میں سے میت کا قرضہ ادا کر دیا جائے۔اس میں بھی میت کو کسی کے احسان کے نیچے اللہ تعالی نے معلق یا دبا کر نہیں رکھا ہے۔بلکہ تعلیم دی ہے کہ کسی کے مال و لالچ پر زندگی نہیں گذارنی چاہئے۔بلکہ میت کو اپنی اولادوں کے لئے میراث چھوڑنا واجب نہیں۔لیکن اپنے کفن کے لئے مال یا انتظام کر کے رکھنا فرض ہے۔مولوی اعجاز اور افسانہ کو خاص طور سے میت کے حق میں ان دونوں قسموں کو غور سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔اگر وہ دونوں یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً غیر کے مال و جائداد میں پینترے بدل بدل کر زبردستی حق وصول کرنے کی سازش اور اس کے لئے اپنے متوسلین کی اجتماعیت کی ذہن سازی نہ کرتے! یا جاہل عورتیں جو مشورہ اس تعلق سے دے رہی ہیں۔ان کو اللہ کے اس پیغام کو سمجھا کر تبلیغ کرتے اور قبر و حشر کی تکلیف سے بچانے کی تگ و دو کرتے! ابھی بھی سمجھنے اور سمجھانے کے لئے وقت ہے۔اس لئے وہ سمجھے کہ میت کے مال میں سے دوسرا حق ان کے لین دین وغیرہ کو دے دا کر ختم کرنا ہے۔یہ خود مختار زندگی گذارنے کی تعلیم ہے۔

تیسرا حق:

میت نے اگر کسی کے لئے کچھ وصیت کی ہیں تو ان کے حکم وصیت کو ادا کیا جائے گا۔اس میں بھی شرط ہے کہ وہ وصیت جائز اور اللہ کے حکم کی روشنی میں ہو۔پس غیر شرعی طور پر کوئی میت وصیت کر جائے تو اس میں وصیت پھر لاگو نہیں ہوگا۔مثلاً کسی میت نے حیثیت و مالداری اور

بلا مجبوری کے باوجود کسی بیٹے کو عاق کر کے سارا مال غیر کو دینے کے لئے وصیت کر دی تو اس سوچویشن وحال کی یہ وصیت جائز نہیں۔

چوتھا حق:

جب میت کے مذکورہ تینوں حقوق ''تجہیز و تکفین''، قرض میت کی ادائیگی اور اس کی وصیت کے مطابق ادائیگی وصیت'' کے بعد جو مال بچے گا۔اس بچے ہوئے مال میں سے چوتھا حق میت کے رشتہ دار خاص خونی بارہ لوگوں کے میں تقسیم کیا ہے۔ان بارہ لوگوں میں سے چار مرد'' حقیقی باپ، دادا، اوپر تک، اور شوہر و اخیافی بھائی''ہیں اور''اخیافی بہن، بیوی، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن ،علاتی بہن، ماں اور دادی و نانی کل ۸/عورتیں ہیں۔ان سبھوں کے حصے مختلف حالتوں میں مختلف ہیں۔

باپ کا حصہ:

باپ کے حصے تین طرح سے متعین ہیں۔ایک تو بیٹا، پوتا، پرپوتا نیچے تک میں سے کسی کی موجودگی میں ''چھٹواں'' حصہ طے ہے۔دوسرے اگر یہ سب مذکر اولاد نہ ہوں تو بلکہ مؤنث اولادیں مثلاً بیٹی، پوتی، پرپوتی وغیرہ نیچے تک میں سے کوئی ہوں تو باپ کو دوبار حصہ ملے گا۔ایک بار ان کے خاص اصحاب فرض میں سے ہونے کی وجہ سے'' چھٹواں حصہ۔پھر دوسری بار ان بیٹی ،پوتی، پڑپوتیوں کے حصے دیدینے کے بعد بچے مال میں سے بحیثیت عصبہ بننے کے ملے گا۔تیسری بار: میت کی اولاد مذکر یا مؤنث یعنی لڑکے، پوتے، پرپوتے نیچے تک کوئی نہ ہوں تو باپ کو ان کے عصبہ بننے کی وجہ سے کل ترکہ مل جائے گا۔

دادا کے حصے:

دادا کو جب باپ موجود نہ ہوں تو باپ ہی کی طرح حصے ملیں گے۔جیسا کہ اوپر باپ کے حصوں کے بیان میں گذرا۔لیکن باپ کی موجودگی میں دادا اور دادا کی موجودگی میں پردادا اوپر تک محروم ہوں گے۔

شوہر کے حصے:

اگر اولاد مذکر یا مؤنث نہ ہوں تو شوہر کو آدھا حصہ ملے گا۔اگر اولاد موجود ہوں تو شوہر کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

اخیافی بھائی بشمول بہن کے حصے :

ایک اخیافی بھائی و بہن ہے تو چھٹوا حصہ۔ اگر دو یا زیا زیادہ ہوں تو مجموعی طور پر سب کو تہائی حصہ ملے گا جن میں۔ آپس میں و بانٹ لیں گے۔ اگر مت کی اولادلڑ کا ،لڑکی یا ان دونوں کی کوئی اولاد یعنی پوتا ، پوتی ،نواسا ،نواسی موجود ہوں تو اخیافی بہن محروم ہوں گے۔ لیکن اگر میت کے اخیافی بھائی اور بہن دونوں موجود ہوں تو تمام کو تہائی کے اندر ہی برابر حصے ملیں گے۔

۸/ عوتوں میں سے پہلی عورت بیوی کا حصہ:

اولاد یا اولاد کی اولاد پوتا پوتی نیچے تک ہوں تو بیوی کو ۸/واں حصہ ملے گا۔ اگر اولاد نہ ہوں تو بیوی کو چوتھا حصہ ملے گا۔ اگر بیوی ایک ہوں یا کہ زائد سبھوں کو مجموعی طور پر ۸/ویں یا چوتھائی حصے میں برابر تقسیم کی جائے گی۔

بیٹی کے حصے :

اگر ایک بیٹی ہو تو کوئی بیٹا نہ ہوں تو بیٹی کو آدھا ملے گا۔ اگر ایک سے زائد صرف بیٹیاں ہی ہوں۔ کوئی بیٹا نہ ہو تو دو تہائی کے اندر سب برابر حصہ لیں گی۔ اور میت کے لڑکے ،لڑکی دونوں ہیں تو لڑکی عصبہ ہوں گی اور ہر لڑکی کو ہر لڑکے کے حصہ کا آدھا '' لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الانُثَيَينِ '' کے تحت ملے گا۔

پوتی کے حصے :

میت کا بیٹا، بیٹی نہ ہو۔ صرف ایک پوتی ہو تو نصف ملے گا۔ اگر بیٹا، بیٹی نہ ہو اور پوتیاں دو یا دو سے زائد ہو تو سبھوں مجموعی طور پر دو تہائی ملیں گی۔ جن میں آپس میں سب بہنیں برابر بانٹ لیں گی۔ اگر میت کی ایک یا زائد پوتیاں ہوں اور لڑکی بھی ایک ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اسی چھٹے حصے میں ساری پوتیاں بحصۂ برابر شریک ہوں گی۔ اگر پوتی کے ساتھ میں اسی درجہ کا نیچے تک کسی درجہ کا پوتا ہو تو پوتی عصبہ ہوگی اور ہر پوتی کو ہر پوتے سے نصف ملے گا۔

اگر پوتی نیچے درجہ کی مثلاً پر پوتی ہوں تو اپنے سے اوپر درجہ والے پوتے کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہو جائے گی۔ میت کے بیٹے کی موجودگی میں تمام پوتے پوتیاں محروم ہوں گی۔ میت کی دو یا دو سے زائد بیٹیاں ہوں تو بیٹا نہ ہو اور پوتی کے مقابل درجہ یا نیچے درجہ میں کسی درجہ کا پوتا نہ ہو تو پوتی محروم ہوگی اور اگر بالمقابل درجہ یا نیچے درجہ کا کوئی پوتا بھی ہوگا تو پھر پوتی عصبہ ہو جائے گی اور

پوتے کا نصف پائے گی۔ اگر بیٹی صرف میت کے بیٹے سے عصبہ ہوتی ہے۔لیکن پوتی اپنے مقابل اور نیچے تک میت پوتوں کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔

حقیقی بهن کے حصے:

ایک بہن کو نصف ملے گا۔ زائد کو دو تہائی ملیں گے۔اسی میں سب برابر بانٹ لیں گی۔ بہن کے ساتھ حقیقی بھائی ہو تو بہن عصبہ بن کر بھائی کے حصہ کا آدھا پائے گی۔ اگر بہن کے ساتھ میت کی بیٹی، پوتی، پر پوتی، نیچے تک ہوں تو بہن عصبہ بن کر ذوی الفروض سے بچا مال پائے گی۔ اگر میت کا بیٹا، پوتا پر پوتا نیچے تک یا باپ، دادا، پردادا، اوپر تک میں سے کوئی ہو تو بہن محروم ہوں گی۔

علاتی بهن:

حقیقی بہن کے نہ ہونے کی صورت میں علاتی بہن اگر ایک ہو تو نصف اور زائد ہوں تو دو تہائی حصے ملیں گے۔ اس میں سب برابر بانٹ لیں گے۔ اگر میت کی ایک سگی بہن ہو و علاتی بہن ایک ہو تو زیادہ چھٹا حصہ پائیں گی۔ اگر زائد ہوں تو اسی چھٹے میں سب برابر برابر بانٹ لیں گی۔ علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو تو بہن عصبہ ہو کر اپنے بھائی کے حصہ کا نصف پائے گی۔

اگر میت کی بیٹی، پوتی، پر پوتی نیچے تک ہو تو علاتی بہن عصبہ ہو کر بچا ہوا ترکہ پائے گی۔ اگر میت کا بیٹا، پوتا، پر پوتا نیچے تک ہو یا میت کا باپ، دادا، پردادا اوپر تک ہوں یا سگا بھائی ہو تو علاتی بہن محروم ہو جائیں گی۔ اگر میت کی دو یا اس سے زائد سگی بہنیں ہوں اور علاتی بھائی نہ ہوں تو علاتی بہن محروم ہو جائے گی اگر علاتی بھائی ہو تو عصبہ ہو کر اپنے بھائی کا نصف پائے گی۔ اگر میت کی ایک سگی بہن اور ایک علاتی بہن ہو تو علاتی بہن عصبہ بن کر اپنے بھائی کے حصہ سے نصف پائے گی۔ اگر میت کی بیٹی، پوتی، پر پوتی نیچے تک کے ساتھ سگی بہن بھی ہو تو علاتی بہن محروم ہو جائے گی۔

ماں کے حصے:

میت کی اولاد لڑکا لڑکی یا پوتا پوتی نیچے تک یا کسی قسم کے حقیقی علاتی، اخیافی بھائی بہنوں میں سے دو یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور

لڑکے کے پوتے پر پوتے نیچے تک کی اولاد نہ ہونے میں بھائی بہن میں سے کوئی موجود نہ ہو یا صرف بھائی یا صرف بہن ہو تو ماں کو تہائی حصہ ملے گا۔

اگر میت کی بیوی یا شوہر کے ساتھ میت کا باپ موجود نہ ہو تو اس صورت میں ماں کو کل ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا۔ اگر میت کی بیوی یا شوہر کے ساتھ میت کا باپ بھی ہو تو بیوی یا شوہر کا حصہ دیدینے کے بعد باقی ترکہ کا تہائی حصہ ماں کو ملے گا۔

دادی ،نانی کے حصے :

ایک دادی یا نانی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ دادی، نانی ایک ہی درجہ کی ہوں تو دونوں اسی چھٹے حصہ میں برابر حصہ پائیں گی۔ اگر درجہ میں برابر ہوں تو قریب والی چھٹا حصہ پائے گی۔ دور والی محروم ہو جائے گی۔ اگر کئی ایک درجہ کی دادیاں یا نانیاں ہوں تو قریب والی چھٹا حصہ پائے۔ دور والی محروم ہو جائے گی۔ اگر میت کی ماں موجود ہوں تو دادی، نانی محروم ہوں گی۔ اگر میت کا باپ موجود ہوں تو دادی محروم ہو جائے گی۔ نانی چھٹا حصہ پائے گی۔ اگر کے کسی بھی درجہ کا دادا موجود ہوں تو اس دادا کی ماں، دادی، پردادی وغیرہ محروم ہو جائے گی۔ لیکن اس دادا کی بیوی اور اس کی ماں اور ماں کی ماں او پر تلک محروم ہوں گی۔ اسی طرح دادا سے میت کی نانیاں بھی محروم نہیں ہوں گی۔ بلکہ چھٹا حصہ پائے گی۔

مسئلۂ ذوی الارحام :

بارہ افراد خاص میں سے کوئی نہ ہوں۔ سب اجرن ہو گئے ہوں تو ذوی الارحام یعنی وہ رشتے دار جو نہ تو بارہ افراد خاص مذکورہ (جنہیں اصحاب فروض کہا جاتا ہے) میں سے ہو۔ اسی طرح نہ عصبہ ہوں۔ ان رشتے دار کو ''ذوی الارحام'' کہا جاتا ہے۔ جب افراد خاص میں سے کوئی نہ ہوں تو ''ذوی الارحام'' رشتے دار حصہ پائیں گے۔ جن کے بالترتیب چار درجات ہیں۔ ایک : میت کی بیٹی ، پوتی، پر پوتی نیچے تک۔ اس درجہ کے ذوی الارحام میں اقرب کی موجودگی میں ابعد محرم ہوں گے۔ خواہ اقرب مذکر ہوں یا مؤنث۔ جیسے نواسی کی موجودگی میں نواسی کا لڑکا محروم ہو جائے گا۔

اسی طرح سبھی رشتے دار میت سے برابر رشتے میں ہوں تو ان میں سے جو ذوی الفروض کی

اولاد میں سے ہوں پہلے ان کو ملے گا۔ان لوگوں کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کی اولادوں نہ ملے گا۔جیسے پوتی کی لڑکی کی موجودگی میں نواسی کی لڑکی محروم ہوگی۔کیوں کیوں کہ پوتی کی لڑکی اصحاب فروض کی نسل میں سے ہیں۔

دوسرے درجہ میں :

میت کے وہ اصول جو اصحاب فروض یا عصبہ نہ ہوں۔جیسے نانا،میت کی ماں کا نانا، دادا اور دادی،نانی۔اس میں اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم رہے گا۔جیسے نانا کو باپ کے نانا اور ماں کے دادا اور ماں کی دادی اور ماں کے نانا کو چھوڑا تو مرحوم کا ترکہ اس کے نانا کو مل جائے گا باقی سب محروم ہوں گے۔

تیسرے درجہ میں:

میت کے بھائی بہن کی وہ اولاد جو اصحاب فروض یا عصبہ نہ ہوں۔ جیسے بھانجہ، بھانجی بھتیجی، پھر ان کی اولادیں اسی طرح اخیافی بھائی بہن کی اولاد۔ان میں بھی اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم ہوگا۔جیسے مرحوم نے بھانجی اور بھتیجی کے لڑکے کو چھوڑا تو مرحوم کا ترکہ بھانجی کو ملے گا بھتیجی کا لڑکا محروم ہوجائیگا۔اسی طرح ذوی الفروض اور عصبہ کی اولادیں ذوی الارحام کی اولادوں پر حصہ لینے میں مقدم ہوں گی۔جیسے مرحوم نے حقیقی یا علاتی بھائی میں سے کسی کے لڑکے کی لڑکی کو اور حقیقی یا علاتی بہن یا اخیافی بھائی بہن میں سے کسی کی لڑکی کے لڑکے کو چھوڑا تو مرحوم کا ترکہ حقیقی یا علاتی بھائی کے لڑکے کی لڑکی کو حصہ مل جائیگا اور حقیقی یا علاتی بن یا اخیافی بھائی بہن کی لڑکی کا لڑکا محروم ہوجائے گا۔

چوتھے درجہ میں:

میت کے دادا،دادی،نانا، نانی کی اولاد جو ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہوں۔جیسے پھوپھی،خالہ،ماموں،اخیافی چچا اور ان کی اولادیں۔ان میں اول درجہ کے مستحق میت کے ماموں ،خالہ،خالہ، پھوپھی اور اخیافی چچا ہیں ۔یہ سبھی میت سے قرب قرابت رکھنے میں ایک دوسرے کے برابر ہیں اور دوسرے درجہ کے مستحق ان مذکورہ ذوی الارحام کی اولاد اور میت کے چچا کی اولاد و دختری ہیں اور تیسرے درجہ کے مستحق میت کے ماں باپ کی پھوپھیاں،خالائیں،ماموں اور میت کی ماں کے سبھی چچا اور میت کے باپ کے اخیافی چچا ہیں۔

چوتھے درجہ میں:

چوتھے درجہ کے مستحق ان سب کی اولاد ہیں۔اس چوتھی قسم کے اول مستحقین کا حکم یہ ہے کہ اگر مرحوم نے ذوی الارحام میں سے صرف ایک شخص کو وارث چھوڑا تو تنہا وہی پورے ترکہ کا حقدار ہوگا۔دوسرا حکم یہ بھی ہے کہ اگر مرحوم نے ذوی الارحام میں سے ایسے متعدد افراد چھوڑے کہ میت سے ہر ایک کی قرابت صرف مذکر یا صرف مؤنث کے واسطے سے ہے تو ان میں سے بعض پر بعض کو صرف قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح ہوگی اور اگر قوت قرابت رکھنے والوں میں مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور اگر سبھی مذکر یا مؤنث ہوں تو ترکہ ہر ایک پر برابر تقسیم ہوگا۔

جیسے مرحوم نے اصل مذکر کے واسطے حقیقی علاتی ،اور اخیافی سبھی قسم کی پھوپھیاں چھوڑیں تو حقیقی پھوپھی ان میں وارث ہوں گی۔علاتی واخیافی محروم ہو جائیں گی۔

اسی طرح حقیقی خالہ اور علاتی ماموں کو چھوڑا تو حقیقی خالہ ترکہ کی حقدار ہوگی اور علاتی ماموں محروم ہو جائیگا اور علاتی ماموں اور علاتی خالہ کو چھوڑا تو ماموں کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی حصہ اور خالہ کو ایک تہائی حصہ ملے گا۔

میراث کے ضروری مسائل

مسئلہ :عصبات کی طرح ذوی الارحام میں بھی اوپر درجہ کے ذوی الارحام کی موجودگی میں نیچے درجہ کے ذوی الارحام محروم ہوں گے۔

مسئلہ :میت کے ماموں، خالہ، پھوپھی اور اخیافی چچا کی اولاد مذکر و مؤنث اور حقیقی و علاتی چچا کی اولاد مؤنث کا حکم پہلی قسم کے ذوی الارحام کے مانند ہے۔ان میں بھی قریب کی موجودگی میں بعید محروم ہوگا۔

مسئلہ:میت نے بیوی کو اگر حاملہ چھوڑا اور ایک ماہ سے کم میں ولادت متوقع ہو تو ولادت

کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: لا پتہ شخص کی کوئی موت وحیات کی خبر نہ ہوں تو قاضی ظن غالب کی بنیاد پر اس کی موت کا حکم کردے تو حکم بالموت کے وقت کے وقت جو لوگ وارث ہوں۔ان کے درمیان اس کا مال تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: غلامیت، اپنے ہی مورث کے قاتل، اختلاف دین اور اختلاف دارین یہ چار اسباب ایسے ہیں جن کے ہونے سے میراث سے محرم ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: تقسیم میراث جلد کردینی چاہئے۔کیوں کہ کسی کے موت کا بھروسہ نہیں۔اگر بغیر تقیم کئے یا حصہ پائے مرگئے تو اللہ تعالی کے امرواجبی پر عمل نہ کرنے کا گناہ سر پر رہ جائے گا۔

مسئلہ: تقسیم میراث میں کسی اولاد کو کسی ذی الفروض کے حصہ دینے میں رکاوٹ ڈالنا امر واجبی میں رکاوٹ ڈالنے کی وجہ سے حرام ہے۔

مسئلہ: کوئی ذوی الفروض کسی دوسرے ذوی الفروض کے حصہ کو ازخود متعین نہیں کرسکتا ہے۔یعنی فلاں جگہ قیمتی ہے اس لئے میں اسے لوں گا۔اسی طرح کوئی جگہ کم قیمت کی ہو تو بھائی اس کم قیمت والی جگہ کو دے کر اچھی اور قیمتی جگہ خود لینا چاہے تو یہ غلط نیت ہے۔حرام خیال ہے۔تقسیم میراث میں رتی رتی کی برابری لازمی ہے۔

مسئلہ: اگر جائداد اور رقم تقسیم کرنے میں تکلیف ہو تو میت کے مجموعی جائداد کو بیچ کر رقم کو بحصۂ حصص شرعیہ تقسیم کردے۔مگر احتیاط اس میں ہے کہ جائداد کو بیچ کر رقم ہاتھ میں لے کر تقسیم میراث کے قواعد سے متعینہ حصص ذوی الفروض کے حوالے کرے۔

بعض جگہوں پر محض زبانی حساب کرکے رواں قیمت کے حساب سے مجموعی رقم کو تقسیم کرکے ذوی الفروض کے متعینہ حصہ کے مناسب رقم محض بہنوں کو دے دی جاتی ہے اور زمینیں بھائی لوگ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔بعد میں جب ان زمینوں کی قیمتیں پہاڑ چھوتی ہیں تو یہ لوگ کثیر فائدے میں ہوتے ہیں۔جبکہ بہنیں رقم کو کھا پی کر پاخانہ کرکے خاک میں ملا چکی ہوتی ہیں۔ایسے بہت سے نزاعی معاملات ہو رہے ہیں۔مقدمات تک چل رہے ہیں۔

اس لئے اس طرح تقسیم میراث ہرگز نہ کریں کہ جو آئندہ نزاع کا سبب ہوں۔یا کسی طرح کسی

ذوی الفروض کو دوسرے کے بارے میں وہم وگمان ہو۔اس لئے ایسی صورت میں صحیح صورت یہ ہے کہ زمین جائداد مکمل بیچ باچ کر ہاتھ میں رقم حاصل کر لیں۔ پھر اس حاصل شدہ رقم کو بحساب تقسیم میراث حصص تقسیم کریں۔ تاکہ کسی ذوی الفروض کو یہ خیال نہ ہو کہ فلاں نے چالاکی کی اور ہمیں وقت کے حساب سے رقم دیدی اور فلاں نے زمین رکھ لی اور اس کی قیمت بڑھ کر مجھے دی گئی رقم سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔اس طرح وہ فائدے میں رہے۔

مسئلہ: اگر وارث میں حاملہ بیوی ہوں تو اگر ایک ماہ سے کم میں ولادت متوقع ہو تو ولادت کے بعد ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔(حوالے شریفیہ فصل فی الحمل)۔

مسئلہ: بعض علاقوں میں جو بہنوں کے حصوں کو نہیں دیا جاتا ہے اس خیال کی وجہ سے کہ بہنیں بھائیوں کے گھر آتی جاتی اور تحفہ تحائف لیتی رہتی ہیں۔اس لئے ان کے آنے جانے کا حق رہنا چاہئے۔ یہ غلط ہے۔ بھائیوں کے یہاں آنے جانے کے حق ثابت کرنے کے لئے وراثت سے ان کو محروم کرنا حرام ہے۔آنا جانا رشتہ داری نبھانا الگ شی ہے اور تقسیم میراث الگ شی دونوں کو ملا کر مرضی کا عقیدہ بنانا ناجائز ہے۔

تقسیم میراث کے اصول

میراث کے حصوں کے تقسیم کرنے کا جو شرعی طریقہ ہے۔ وہ لوہے کے چنے چبانے کی طرح بہت مشکل ہے۔ ہزاروں میں چند علماء ہی کو سمجھ میں آتا ہے۔اس کے لئے علم ریاضی کا جاننا بھی فرض ہے۔ پاکستان کے ایک جید عالم دین مفتی شوکت کراچوی نے میراث کی ایک جدید طریقہ تقسیم تین صورتوں میں بہت ہی آسان صورت میں پیش کی ہیں ۔ جانکاری کے واسطے اسے پیش کر دیتا ہوں تاکہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے کسی عالم ومفتی صاحبان کے نہ ملنے کے وقت

از خود میراث کے پیش آمدہ مسائل کوحل کرسکیں۔ساتھ ہی میت کے وارثین میں سے جاہل وارثین جو میت کی جائدادوں کو من موجی طریقہ سے ہڑپنا چاہتے ہیں۔اللہ کے قانون میراث کا بالکل خیال نہیں کرتے ہیں۔خصوصا عورتوں کے میراث میں تساہل برتنے والے اور والدین کے خدمت گذاری کئے بغیر ان کی جائداد میں ان کی زندگی ہی میں میراث ثابت کرنے اور پوتے کے حق مانگنے والے خودغرضوں اور دنیا پرستوں کو خدا سے خوف پیدا ہو جائے اور اللہ کے قانون کے سامنے حضرت آدمؑ کی سنت معافی تلافی کو زندہ کرکے تواضع کا رخ اختیار کرکے جنگ وجدال سے بچ کر اتحاد کی راہ کو اپنائیں۔

مخارج مسئلۂ میراث :قرآن پاک میں اللہ تعالی نے ذوی الفروض کے جو حصے ذکر ہیں۔ان کی دو قسمیں ہیں۔

اول : نصف ۔(آدھا)۔ربع (چوتھائی)۔ثمن(آٹھواں)۔

اس کو نوع اول کہتے ہیں۔اس میں مخرج ۲ر پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

دوم : ثلثان (دو تہائی) ۔ثلث (تہائی) ۔سدس (چھٹا حصہ)۔

اس کو نوع ثانی کہا جاتا ہے۔اس صورت میں مخرج ۳ر سے تقسیم ہونے کے لئے بناتے ہیں۔

مسئلہ : تقسیم مسئلہ کے لئے دیکھنا ہے کہ وارثین میں ذوی الفروض یعنی وہ حصہ دار خصوصی جن کے حصے خود اللہ نے متعین کئے ہیں۔ہیں یا نہیں۔اگر ذوی الفروض ہیں تو دیکھنا ہے کہ نوع اول ہی کے مطابق سب حصے دار سب ہیں یا نوع ثانی کے مطابق سب حصے دار ہیں یا دونوں متعینہ حصوں میں سے مخلوط حصے دار لوگ ہیں۔اگر سب وارثین نوع اول میں سے ہیں تو دیکھیں گے کہ ایک ایک ہیں یا زیادہ زیادہ۔اگر نوع اول میں سے وارثین ایک ایک ذوی الفروض میں سے ہوں تو ان کا جو منجانب اللہ حصہ طے ہے۔اس کے موافق ومطابق عدد سے وراثت تقسیم کی جائے گی ۔یہی موافق عدد مخرج کے اعداد ہوں گے۔پس تقسیم کرنے کے لئے نصف کا مخرج ۲۔ربع کا مخرج ۴۔ثمن کا مخرج ۸ر ہوگا۔نوع ثانی میں تقسیم کے لئے ثلثان اور ثلث دونوں صورتوں میں مخرج ۳ر ہی ہوگا اور سدس کی صورت میں تقسیم کرنے کے لئے مخرج ۶ر ہوگا۔اگر حصص میں دونوں نوعوں کے حصص مخلوط ہوں تو الگ الگ مخارج ہوں گے۔یہ سراجی کے طریقہ کے مطابق

اصول ہے۔اب جدید اصول تقسیم سنئے!

اصول تقسیم کی تین صورتیں :

پہلی صورت : میت کے وارثین میں صرف عصبات ہوں۔

دوسری صورت : میت کے وارثین میں سے ذوی الفرائض اور ساتھ میں عصبات بھی ہوں۔

تیسری صورت : طریقہ کی تیسری صورت ہے۔

میراث تقسیم کرنے کا طریقہ

(۱) :پہلے لمبی لکیر میت کھینچئے۔

(۲) :اس کے اوپر دائیں طرف میت کا نام لکھئے۔

(۳) :میت والی لکیر کے نیچے وارثین کے نام لکھئے۔

(۴) :وارثین کے نام کے نیچے وارثین کے شرعی حصے لکھئے۔

(۵) :کلکولیٹر کے ذریعہ اگر بٹے میں حصے ہیں تو بٹے کو ختم کیجئے۔اس طرح اعشاریوں (پوائنٹس والے اعداد) میں وارث کا حصہ نکل جائے گا۔

(۶) :اعشاریہ سے آگے کم از کم چار ہندسے لکھنا چاہئے۔

(۷) :اعشاریہ سے آگے اگر چوتھا ہندسہ (عدد) ۵/سے زیادہ ہے تو پچھلے ہندسے کو بڑھا کر۳/ہندسوں پر اکتفا کر لیجئے۔

(۷) : اب مجموعۂ حصص جوڑ کر معلوم کیجئے۔

(۸) : اگر مجموعۂ حصص ا/ ہے تو مسئلہ صحیح ہے۔تصحیح کے مسئلہ میں اگر عصبات حصوں میں برابر ہیں تو ا/تقسیم کل تعداد سے ہر وارث کا حصہ نکل آئے گا۔

(۹) : مجموعۂ ا/سے زیادہ ہے تو مسئلہ عائلہ ہے۔اگر مجموعہ ا/سے کم ہے۔اگر عصبہ نہیں تو مسئلہ ''ردیہ'' کا ہے۔عول کی صورت میں عائلہ ''عول''،یعنی تقسیم میں مال بچ جائے تو اس کو دوبارہ تقسیم کرنے کو''عول یا عائلہ'' کہتے ہیں۔

اس کی پہچان یہ ہے کہ دیکھئے کہ مجموعہ حصص اگر ایک (۱) سے یا پھر فیصدی کی صورت میں ۱۰۰٪ سے زیادہ ہو تو سمجھنا کہ مسئلہ میں عول ہے۔ اس لئے تقسیم کرنے میں عول کا قاعدہ جاری کیجئے۔ عول کی صورت میں کسی وارث کا اصل حصہ وہی ہوتا جو عول کے بعد نکلتا ہے۔ وہ حصہ جو عول سے پہلے بٹوں یا اعشاریہ میں جو حصہ نکلا ہوتا ہے۔ وہ نہیں ہوتا۔

اس کی صورت اس طرح کریں گے کہ ''اصل حصہ قبل العول بٹے مجموعہ حصص برابر وارث کا حصہ بعد العول۔ بٹے کے نشان لکیر کا مطلب تقسیم کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اصل عول سے پہلے والے اصل حصہ کو مجموعہ حصص پر تقسیم کیا جائے گا۔ جو ماحصل نکلے گا عول کے بعد اسی وارث کا حصہ عول کے بعد ہوگا۔

(۱۰) : اگر مجموعہ ۱٪ سے کم ہے۔ اگر عصبہ نہیں تو مسئلہ ''ردیہ'' کا ہے۔ رد عول کی ضد ہے۔ ذوی الفروض کو اپنے مقررہ حصے دینے کے بعد تقسیم کے لئے باقی رہ جانے والے حصے کو ذوی الفروض نسبی میں انہی حصص کی نسبت سے تقسیم دوبارہ کرنے کو ''رد'' یعنی بچے حصے کو دوبارہ لوٹانا کہتے ہیں۔ ''رد'' صرف ذوی الفروض نسبی پر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے زوجین ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے رد سے مستثنٰی ہیں۔ زوجین میں سے اگر کوئی وارث ہے تو عصبات کی صورت میں قاعدہ ۲٪ استعمال کیا جائے گا۔

یعنی یہ فارمولہ: حصہ قبل الرد بٹے کل حصہ کا مجموعہ برابر وارث کا حصہ بعد الرد۔ ورنہ ورنہ نمبر کا قاعدہ جاری ہوگا۔ یعنی: حصہ قبل الرد x مابقیہ من احد الزوجین بٹے من یرد علیہم کے کل حصص کا مجموعہ۔ رد کی پہچان کے لئے پہلے دیکھئے کہ میت کی لکیر کے تحت ہر وارث اور اس کا مقرر حصہ تحریر کرنے کے بعد اگر ورثاء میں عصبہ ہے یا نہیں۔ اگر عصبہ ہوں تو رد نہیں ہوگا۔ اگر عصبہ نہ ہوں تو مجموعہ حصص ایک ہے یا زیادہ دیکھئے۔ اگر زیادہ ہے تو بھی رد نہیں ہوگا۔ اگر مجموعہ حصص ایک سے کم ہو تو رد ہوگا۔

(۱۱) : عصبہ کی موجودگی میں بقیہ انہی کو دے دیں۔

(۱۲) : تقسیم ترکہ کا فارمولہ و قاعدہ نمبر ا :

ترکہ میں وارث کا حصہ = کل ترکہ x وارث کا حصہ مسئلہ میں۔

(۱۳) : فیصدی حصہ معلوم کر لینے کے لئے ہر حصے کو ۱۰۰ رمیں ضرب دینا چاہئے۔

(۱۴) : ورثاء میں سے احد الزوجین نہ ہوں۔انتقال کر گئے ہوں یا شادی ہی نہ کی ہوں تو ورثاء دو قسم کے ہوں گے۔جنس واحد۔اجناس متعدد۔جنس واحد یعنی سبھوں کے حصے ایک ہی قسم کے ہوں تو ان کی تعداد دیکھنی ہے۔اگر تعداد زیادہ ہوں اور میاں بیوی میں سے کوئی نہ ہوں تو مسئلہ کی تخریج 1 رسے ہوگی۔ترکہ نکالنے کے لئے 1 رکی جگہ ترکہ کی مقدار لکھ کر تقسیم کرنے سے ہر وارث کا حصہ نکل جائے گا۔اگر ذوی الفروض ایک سے زائد ہوں تو بڑے سے بڑا عدد اس فرض کے موافق ہو اس سے تقسیم ہوگا۔

مثـــال :

عبد الله

میــــــــــــــــــــــــــــــــت

زوجہ	بیٹی	۳/بیٹے
1/8	1/2	بقایا

ضاحت : اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح ہے۔

دیکھئے! صورت مذکورہ میں بیوی ایک ہے۔اس کے ساتھ اس کی اولاد میں ایک بیٹی ہے۔ اس لئے اللہ کی طرف سے اس کا حصہ ثمن یعنی آٹھواں جو طے ہے۔وہ ایک زوجہ کی وجہ سے ایک لکھ کر بٹے ڈال کر نیچے ۸رلکھ دیا۔اسی طرح بیٹی ایک ہے۔اس لئے ایک لکھ کر اس کے نیچے اس کا منجانب اللہ طے شدہ حصہ ثلث یعنی تہائی لکھ دیا۔اس کے بعد چچا ایک ہیں۔قاعدہ کے حساب سے وہ عصبہ ہے۔یعنی وہ صلبی نر اولاد ہے جو منجانب اللہ متعینہ حصہ داروں کے حصے لے لینے کے بعد مابقیہ جائداد و مال کا مالک ہوتا ہے۔اس لئے بیوی اور بیٹی کے حصے کو دینے کے بعد سب بچا ہوا مال اس کو دیدیا۔اصول کے مطابق بیوی کے حصہ نکالنے کے لئے ایک بیوی کی وجہ سے ایک سے اس کے حصہ ۸رمیں تقسیم کیا تو 0.125 رنکلا۔یہ اس کے نیچے لکھ دیا۔اسی طرح بیٹی ایک ہے۔ اس لئے ایک میں اس کے حصہ ۲ر کو تقسیم کر کے نکلا حصہ 0.5 ربیٹی کے نیچے لکھ دیا۔اب چونکہ بیوی

اور بیٹی دونوں ذوی الفروض یعنی ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کے حصے خود اللہ نے طے کر دیا ہے ۔ان دونوں کے مجموعہ کو جوڑا تو 0.375 / مجموعہ حصص ہوا۔ یہ چچا کے نیچے لکھ دیا۔

تقسیم ترکہ (مال):

اوپر کے طریقۂ تقسیم سے ہر وارث کا شرعی جو حصہ متعین ہے۔ وہ نکل کر واضح ہو گیا۔ اب اگر اس حصہ کے موافق میت کا جو اصلی مال و جائداد ہے۔ اس میں سے نکالنے کے لئے نیچے کے قاعدہ کو اپنانا چاہئے۔

قاعدہ نمبر ا: ترکہ میں وارث کا حصہ = کل ترکہ x وارث کا حصہ مسئلہ میں

یعنی ہر وارث کو تقسیم ترکہ کے موافق جو حصہ نکلا۔ میت کے جتنا مال ہے۔ اس میں ضرب دیجئے۔ حاصل ضرب وارث کا مطلوبہ حصہ نکل آئے گا۔ جیسے: کل ترکہ عبداللہ میت کا 500000 ہے۔ اس پچاس ہزار کو بیوی کے حصہ نکالنے کے لئے اس کے شرعی حصہ ۸/ میں تقسیم کر کے ماحصل 0.125=8÷500000 / بیوی کا حصہ 0.125 ترکہ میں سے نکل گیا۔ اسی طرح بیٹی کا حصہ نکالنے کے لئے بیٹی کے شرعی حصہ ثلث میں کل ترکہ 0.5=8÷500000 کو تقسیم کریں گے تو جو تقسیم سے ماحصل 0.5 آئے گا۔ وہ بیٹی کا حصہ ہوگا۔ ان دونوں کو دینے کے بعد بچا ہوا کل مال چچا کا ہوگا۔

مسئلہ: والد صاحب نے اپنی زندگی میں سارا مال ختم کر دی۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کو شوہری حصہ کچھ نہ ملا۔ کیوں کہ شوہر خود نہتھے ہو گئے تھے۔ ان کے پاس البتہ کچھ زیورات کیلو ڈیڑھ کلو وغیرہ ہیں۔ ان زیورات یا دیگر سوئی کے مقدار کے موافق بھی والدہ کے پاس اپنی کمائی کا یا ان کے شوہری حصے میں سے موجود ہوں تو والدہ کے پاس جو مال ہے۔ وہ اپنی زندگی میں خود مختار ہیں۔ باپ کی طرح یہ بھی کسی خاص مصیبت میں پھنس کر اپنی کل جائداد سے ہاتھ دھو لی اور نہتھی ہو گئی تو کوئی اولاد ان سے میراث کا مطالبہ ان کی زندگی میں نہیں کر سکتی ہے۔

مسئلہ: ماں کی جائداد بھی ان کی وفات کے بعد ہی میراث کا درجہ لے گی اور باضابطہ تمام اولادوں میں میراث کا مسئلہ جاری ہو کر اللہ کے مقرر کردہ حصہ کے مطابق ہر اولاد کو منجانب اللہ متعینہ حصہ ملے گا۔

مسئلہ: ماں کے پاس موجود مالوں میں کسی اولاد نے خفیہ سازش کر کے بلاوجہ ماں سے

کا ذاتی مال لے لی یا ماں سازش کرنے والی اولادوں کے ذہن سازی کی وجہ سے ازخود کسی ایک ہی لڑکے کو بغیر کسی شرعی مجبوری کے دیدی اور دیگر اولادوں کو نہ دی تو اس سوچویشن میں ماں نے غلط کیا۔ یہ صورت دیگر بیٹوں کو بلا وجہ شرعیہ ''عاق'' کرنے کی ہے۔ ماں کو ورغلانے میں جو فرد کسی بھی طرح شامل ہوگا۔ سبھوں کا عنداللہ قابل مؤاخذہ ہوگا۔

مسئلہ: ایک شخص ہے۔ کھاتا پیتا اچھا ہے۔ مناسب ومعتدل آمدنی ہے۔ جہاں مقیم ہے وہاں اپنی زمین و جائدا اور مکان ہے۔ مگر اس کے پیدائشی وطن میں اس کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ وجہ اس کی اس کے والد نے اپنے چھوٹے بیٹے کی مجبوری میں کل جائداد بحالت مجبوری بیچ دینا ہے۔ اب اس بیٹے کو اپنے پیدائشی وطن میں آنے جانے اور ٹھکانہ بنانا چاہتا ہے۔ والدہ موجود ہیں۔ مگر وہ بھی بیٹوں کے محتاج ہیں۔ مگر ان کے پاس کلو ڈیڑھ کلو زیورات ہیں۔ اگر والدہ ن زیورات کو اپنی حیات میں اس کے پیدائشی وطن میں ٹھکانہ بنانے کے لئے کل زیورات دے دی اور دوسرے بیٹے کو ان میں سے کچھ بھی نہ دی تو والدہ کا کل زیورات ایک ہی بیٹے کو دیدینا مال بطور امداد و گفٹ ہوا اور والد یا والدہ کا بطور گفٹ کل مال ایک ہی اولاد کو دیدینا اور دوسرے کو محروم کر دینا مکروہ تنزیہی ہے۔ کیوں کہ یہ سوچویشن جیل جانے کی اور بالکل جان کنی کی نہیں ہے۔ اس لئے دیگر اولادوں کی دلجوئی اور ان کو بدگمانی اور ماں کے حسن سلوک میں کمی محسوس نہ ہو۔ اس لئے ان کی ذہن سازی اور رائے مشورہ سے اتحادی صورت اختیار کر کے دینا مستحب قابل تحسین عمل ہوگا۔

اس مسئلہ شرعیہ کی روشنی میں میرے گھر میں نیاز والے جیسے سوچویشن میں جس میں والدین پریشان ہو کر اپنی اولادوں سے مسئلہ کے حل کرنے کے لئے مدد مانگے تھے اور بڑے بیٹے کے علاوہ کسی نے مدد نہیں کی۔ اس لئے والدین کو اپنی جائداد بیچنی پڑی۔ جس کو بڑے بیٹے نے خرید کر گھر کی چیز گھر ہی میں رکھ کر والد کی مصیبت کو دور کرتے ہوئے انہیں رہائشی ٹھکانہ بھی فراہم کی ۔ جس کی وجہ سے والدین اپنی ذاتی مال و جائداد سے نہتھے ہو گئے اور درمیان میں والد کا انتقال بھی ہو گیا۔ اب ماں کے پاس جو کچھ زیورات کلو ڈیڑھ کلو ہیں۔ ان میں وہ اولادیں جنہوں نے والدین کے مدد طلب کرتے وقت مدد نہیں کی تھی اور والد کے جائداد بیچنے سے ان پر میراث کا والد کی جائداد میں حصہ بن نہ پایا۔ مگر وہ اولادیں اچھے کھاتے پیتے ہیں۔ کوشس کر کے اپنی رہائش گاہ

اور ٹھکانہ بنا سکتی ہیں۔لیکن چونکہ والد نے اپنی حیات میں زمین بیچ لی۔اس کو کچھ نہ ملا۔اس تقابلی ذہنیت کے پیش نظر انہوں نے ماں کو سمجھا بجھا کر اور ذہن سازی کر کے ماں سے سارے زیورات لے لی یا ماں نے از خود ان کے بے ٹھکانہ ہو جانے کی وجہ سے اپنی حیات میں زمین خریدنے والے بیٹے کو نظر انداز کر کے کل اس بیٹے کو دیدی جنہیں والد کی جائداد میں ان کی وفات کے بعد حق میراث ملتا! اور باپ کی جائداد خریدنے والے بیٹے اور دیگر بیٹوں کو ان میں سے کچھ نہ دی تو یہ تقابلی صورت صحیح نہیں ہے۔جن بیٹوں کو والدہ نے اپنی ملکیت کے زیورات و جائداد میں سے حصے نہیں دی۔ان کو ماں کی طرف سے زبردستی ''عاق'' کرنا اور حرام کام ہوا۔

اس صورت و سوچویشن میں حکم شرع یہ ہے کہ والدہ گناہگار ہیں۔انہیں اللہ سے خوف کھانا چاہئے اور تعصب اپنے ہی خون کے ساتھ نہیں کرنا چاہئے۔کیوں کہ ہر وہ عمل جو سوچویشن کے خلاف ہو ظلم و گناہ ہے۔یہاں نیت صرف تقابلی صورت کی وجہ سے ایک کو مال دینا اور دوسروں کو بلا وجہ شرعی مال سے محروم کر دینا ہوا۔اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔

اگر میری والدہ بھی اسی صورت مسئلہ کے تحت اپنے زیورات کو صرف اعجاز کو دیدیتی ہیں تو وہ بھی حرام کام ہے۔کیوں کہ بنظر غور دیکھنے سے نیاز جیسے سوچویشن میں جو جائداد میں نے والد صاحب سے خریدی۔وہ میرا ذاتی مال سے خریدا ذاتی مال ہوا۔یہ خرید و فروخت ہوا۔جیسے دوسرا خریدتا۔میں نے سستا یا مہنگا بھی رقم دے کر خریدا۔والد کی طرف سے مجھے میری ان سے خریدی جائداد کوئی بطور گفٹ اور ہبہ نہیں ہوا۔

چونکہ مسئلۂ شرعیہ کے اعتبار سے والد کی طرف سے ان کی خوشی سے ہبہ کے مال میں برابری ضروری ہے۔خرید و فروخت کے مال میں برابری کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔اس لئے مجھ سے ماں کو تقابل و برابری کر کے (کہ اس کو باپ والی جائداد مل گئی تو اب میں اپنی کل زیورات) دوسرے بیٹوں کو اپنا کل مال دیدینا میرے حق میں عاق کرنا اور حرام کام ہوا۔

اس لئے میرا والد صاحب سے ان کی کل جائداد بحالت مجبوری خرید لینے کی صورت میں ان کے نہتھے ہو جانے کے بعد جس طرح ان کی تمام اولادیں ان کی حیات میں ان کی جائداد کوئی دوسرا خریدتا تو محروم ہوتیں۔اسی طرح میرے ان سے جائداد خریدنے کی صورت میں بھی ان کی تمام

اولادیں، بیوی بیٹیاں سب کے سب بشمول میرے محروم ہوئیں۔یعنی میراث کی تقسیم اور حق کے ثابت ہونے یا کرنے یا ماننے کی صورت میں اعجاز کی طرح محروم ہونے میں شریک میں بھی ہوں۔مجھے بھی والد نے اپنی حیات میں اپنی جائداد کو اصلا اپنی طرف سے نہیں دی۔

اس لئے اس مسئلہ اور صورت وسوچویشن کو ایک حق پرست فرد کو ماننی پڑے گی کہ والد کی جائداد اگر کوئی دوسرا خریدتا تو اس وقت جیسے سبھی اولادیں محروم ہوتیں۔اسی طرح ان سے ان کی جائداد میرے خریدنے کی صورت میں بھی جس طرح اعجاز، بلقس، اور والدہ ان کے وفات کے بعد میراث میں محروم ہوگئیں۔اسی طرح میں بھی محروم ہی ہوا۔کیوں کہ باپ سے میں نے جو جائداد خریدی ہے۔وہ خرید وفروخت کی جائز صورت ہے۔میراث سے اس کا کوئی لنک نہیں ہے نا ہی وہ والد کی طرف سے ان کی حیات میں گفٹ وہبہ ہے۔

بلکہ میرے والد صاحب کی جائداد خریدنے میں ایک گونہ میرا نقصان ہی ہوا۔کیوں جس جائداد کو میں نے خریدی ہے۔اس پر جو مکان بنا ہوا ہے۔اس مکان کی تعمیر میں میری رقم بھی لگی ہوئی ہے اور والد کی وفات کے بعد اس میں میرا بھی میراثی حصہ تھا۔خریدنے کے وقت کل جائداد اور کل زمین کا نرخ طے ہوا تھا۔اس طرح باپ سے جو مال خریدی۔اس میں اپنے تعمیری خرچ والے مال اور حصے کو بھی خریدنا ہوگیا۔رہا خریدنے میں خریدنے اور بیچنے والے کے درمیان گفت وشنید سے کم یا زیادہ پر رضامند ہو جانا تو یہ ان دونوں کے اندر طے ہونے کی صورت ہے۔جتنی قیمت پر طرفین میں رضامندی ہوگئی۔بیچنا اور خریدنا دونوں جائز ہوگئے۔مگر خریدنے والے بھائی سے دوسرے بھائی لوگ اس کے خریدنے کی وجہ سے اور خود باپ سے اپنی مرضی اور ضد سے الگ رہ کر نہتھے ہو جانے کی وجہ سے اپنے نہتھے پن کا الزام باپ سے ان کی زندگی میں زمین خرید کر باپ کی مدد کرنے والے بھائی پر لگانا اور اس کے تقابل وحسد میں ماں سے مل کر ماں والی جائداد و مال کو لے لینا اور ماں کا بھی دیدینا۔دونوں کے لئے حرام اور تعصب پر مبنی عمل ہے اور شریعت مطہرہ میں ہر تعصب اور بلا وجہ شرعی تقابل والا عمل بوجہ حسد کے حرام ہونے کے حرام ہے۔اس طرح کے عمل سے بچنا چاہئے۔

کیوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے سنن ابی داؤد میں حدیث منقول ہے کہ ''حسد'' حاسد کو اسی طرح

کھا جاتی ہے ۔جس طرح لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے''۔یقیناً حاسد کی سزا یہی ہے کہ جب وہ حسد سے عمل کرتا ہے تو جس سے وہ حسد کرتا ہے۔جب وہ خوش ہوتا ہے۔تب وہ اداس ہوتا ہے۔یہ اداسی ۔حاسد کی سزا ہوتی ہے۔اس سے نااتفاقی کو جان بوجھ کر پیدا کئے جانے کی وجہ سے گناہ عظیم ہے۔

اس لئے جاننا چاہئے کہ والدہ کے پاس جو کچھ بھی زیور، زیورات حتیٰ کہ سوئی بھی حفاظت سے رکھی ہوں۔وہ ان کی حیات میں ان کی امانت ہے۔اس میں ان کو اپنی مرضی سے بغیر کسی حسد وکینہ کے عمل کرنے دینا چاہئے۔ان پر ذرا سی بھی لالچی اور حاسدانہ نظر ہڑپنے کی طرف گئی تو یہ نظر اور خیال اور اگر لے لی تو وہ عمل سب حرام ہوں گے۔اسی طرح جب والدہ کی وفات ہو جائے اور ان کے پاس والا مال موجود ہوں تو ان تمام مالوں میں اگرچہ ایک سوئی ہی کیوں نہ ہو۔تمام اولادوں کا حصہ ہوگا۔کسی کی مرضی نہیں چلے گی ۔اس کی صحیح صورت اعتدال کے ساتھ،سچائی کے ساتھ، سامنے سامنے والدہ کے انتقال کے بعد اس کے مال میں بھی میراث ان کی تمام اولادوں میں جاری کرنی ہوگی۔

مسئلہ:تقسیم میراث کے بعد دیگر بھائی اپنے حصہ کو کسی ایک بھائی یا کسی کو بھی عطیہ دینا چاہیں تو اس کے اختیار میں ہے۔یہ صورت بااخلاق شخصیت کو حسن سلوک سے کر لینی چاہئے۔

مسئلہ:والدہ نے خدمت گذار اور ہمیشہ خیال رکھنے والے بیٹے کو کچھ نہ دی اور جس نے کبھی کچھ آڑے وقت پر کام نہیں دیا۔بس معمولی معمولی موقع سے معمولی چیزوں سے حامی بھر دی۔مگر اپنے مال کو اسی زبانی حامی بھرنے اور مائی مائی کہنے والے بیٹے کو کل جائداد دیدی تو یہ بھی اعتدال کے قانون کے خلاف ہے۔والدہ کو گناہ ہوگا۔کیوں کہ خدمت کی وجہ سے زیادہ حق خدمت گذار بیٹے کا حق ہے۔لیکن جس نے خدمت نہیں کی ۔اس بیٹے کو دیدی تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں تعصب والا سوچویشن ہے۔یہ سوچویشن بتا رہا ہے کہ یکطرفہ نظریہ تعصب کی بنیاد پر ہے۔اس لئے والدہ کا عمل غلط ہے۔اس فعل پر اسکانے والا شخص بھی گناہ گار ہے۔اولاد جیسے والدین کی وفات کے بعد ان کی قبر وحشر میں عذاب سے نجات کے دعاء وقرآن خوانی کرتے ہیں۔اس سے بہتر ہے کہ ان کی حیات میں ان کی غلط ذہن سازی سے بچ کر مساوات کا جائز عمل کرنے دیں اور قبر وحشر کے عذاب سے بچنے دیں۔اسی طرح اولاد کی ناجائز محبت میں والدین یا

ان میں سے کسی ایک کو بھی یکطرفہ غیر شرعی حالت میں مرنا اور یکطرفہ طور پر ایک ہی بیٹے کے لئے دم بھرنا۔ان کی آخرت کے لئے فتنہ اور عذاب ہے۔

دیکھئے! اللہ تعالی نے قرآن مجید ر پ:۸ر آیت:۲۸ر میں ارشاد فرمایا ہے" أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَاَولَادُكُمْ فِتْنَةٌ" کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں سبھی فتنہ ہیں۔فتنہ سے مراد آزمائش وامتحان کی چیزیں ہیں۔اللہ تعالی ان چیزوں کو صرف عیش ومستی کے لئے نہیں دی ہیں۔بلکہ ان چیزوں کے ذریعے حصول قوت کے ساتھ شرک سے بچ کر توحید پرستی کی جانچ بھی اللہ تعالی کرتے ہیں۔پس جب مال اور اولاد اللہ کے لئے والدین اللہ کے شرعی احکامات پر عمل کرنے سستی کریں اور اولادیں ان میں رکاوٹ بنیں۔تب اولادیں بھی دیگر رکاوٹ والی چیزوں کے فتنے کی طرح فتنہ ہیں۔اس آیت میں حکم الہی کی شرح کی روشنی میں کسی اولاد کے لئے بلا شرعی مجبوری کے یکطرفہ دم بھرنا، بے جا محبت کرنا۔ایک ہی اولاد کے لئے سب کچھ لادنا۔ایک کو فری کر دینا۔ایک ہی کو سب کچھ دے دینے سے والدین کو گناہ ہوگا۔اللہ کی آزمائش میں وہ ناکام ہو کر عند اللہ ماخوذ ہیں۔اس لئے سوچویشن اور حالات کے پیش نظر اللہ کے جائز و ناجائز حکم کے مطابق اولادوں سے محبت کریں۔یہ اللہ کے لئے محبت ہے۔یہ قابل تعریف عمل ہے۔اپنی زندگی کے ہر عمل میں ایک قاعدہ شرعیہ یہ یادر کھ لینا چاہئے کہ "حکم سوچویشن اور حالات کے مناسب لگتا ہے"۔

پس اگر کوئی اولادوسیم رضوی کی طرح ضدی بن کر مرضی کی دلیل دے کر والدہ کی جائداد پر خدمت گذار بیٹے کو معلوم کرائے بغیر کسی دوسرے بیٹے کو دیدی تو یہ قرآنی احکامات کی مخالفت ہے۔اگر کسی اولاد نے اس طرح کی ذہن سازی والدہ یا والد کی کی ہے تو یہ والدہ یا والد کو زبردستی اپنے مفاد کے حصول کی خاطر جہنم میں لے جانے والا غیر شرعی طور عمل کر کے مال کو ہڑپنا ہے اور صحیح معنوں میں دوسرے فریق کے حصہ کو ہڑپنا اور قطع میراث کی زد میں گناہ کا فعل ہے۔قطع میراث کے تعلق سے بہت سخت وعید ہے۔

مسئلہ: قطع میراث حرام ہے۔اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی اس تعلق سے حدیث ہے: مَنْ قَطَعَ مِيرَاثَ وَارِثِهِ قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الجَنَّةِ يَومَ القِيمَةِ "ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی وارث کے حصۂ میراث کو غیر شرعی طور پر روکا تو اللہ تعالی قیامت

کے دن جنت سے اس کے حصے کو روکیں گے"۔

من موجی میراث لے لینا حرام ہے:

اس حدیث کی روشنی میں شریعت کی طرف سے جواز کے لئے شرعی فتوی اور حکم معلوم کئے بغیر کسی نے والد یا والدہ کے زیورات میں سے من موجی طور پر والدہ کی ذہن سازی کر کے قبضہ کر لی اور ان میں دیگر شرعی حقداروں کا حصہ نہیں دیا تو اس فانی دنیا میں کب تلک وہ اس سے فائدہ اٹھا پائے گا؟ مرنا تو ضرور ہے۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی دیگر نیکیوں کے باوجود جنت سے محروم کر دیں گے۔

خدا سے خائف کے نزدیک حدیث قابل قدر ہے:

خوف خدا رکھنے والوں کے نزدیک قرآن وحدیث کی باتیں قابل قدر ہوتی ہیں۔ ملعون اور شریعت، قرآن وحدیث کو جیب میں رکھنے کی باتیں کرنے والے لوگوں کے نزدیک کوئی حیثیت کی نہیں۔ جبکہ جس نے حدیث رسول کی حیثیت نہیں دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم اور تکلیف کے کچھ نہیں ہے۔ میں اسی خوف سے مدارس اسلامیہ سے اپنے بارے میں فتاوی منگوایا تھا۔ جن میں میں درست ہوں۔

باب پنجم

تمہارا عمل تمہارا امیر ہے

اَعمَالُکُم عُمَّالُکُم "تمہارا عمل تمہارا امیر ہے":

ایسے لوگ بس اپنی ہی مرضی کا بکواس کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کرنے والے لوگ میرے گھر کے سوچویشن کی جانکاری کر لینے کے بعد یقیناً یہی ان کو کہنا

پڑے گا کہ ''والدہ ہی کو حصہ نہیں ملا تو وہ کہاں سے کسی کو کچھ دے سکتی ہیں''؟

مگر پنی غلطی اور غیر شرعی عمل کو دیکھتے اور اپنے بغل میں جھانکے بغیر دھرلے سے الزام لگا دینا اور یہ کہنا کہ ''بوڑھیا'' نے ہم لوگوں کی گردن کاٹ لی'' غلط ہے۔ جرم ہے۔ اس طرح الزام لگانے اور کہنے سے ان پرنہیں۔ اپنے اوپر گناہ کے بوجھ کو لادتے ہو! اس لئے اس حرام جملے کو بند کر کے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے اعمال کو بغور اعجاز کو دیکھنا چاہئے اور حدیث نبوی ﷺ '' اَعـمَـالُکُمُ عُمَّالُکُم'' ''تمہارا عمل و کردار تمہارا رہنما و امیر ہے'' کی روشنی میں اپنے الزام پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے!

اس لئے اعجاز اور افسانہ سے بھی بطور تبلیغ دین کے گذارش ہے کہ جو کچھ محرومی کا منہ دیکھ رہے ہو۔ اس کی وجہ اور الزام بجائے والدین، بھائی وغیرہ پر ڈالنے کے اپنے کرتوت و گریبان کی طرف جھانک کر اپنی محرومی کا سبب خود اپنے اندر بھی تلاشو! اپنی غلطی تو دیکھتے نہیں! اور دھرلے سے بوڑھوا اور بوڑھیا کے مال میں زبردستی حق ثابت کرنا اور مرضی کا قول ان پر کسنا شروع کر دی۔ یہ بالکل غلط ہے۔ تمہاری ذہنی بات شریعت کا قانون نہیں ہے بھائی! قانون قرآن مجید کا حکم ہے جو اوپر گذرا۔ اسے مانو! کامیاب رہو گے۔

ورنہ پھر یہ بھی صحیح ہے :

اگر فرمان الٰہی کے سامنے اپنے خیالات و مزاج کو آگے رکھتے ہوئے اعجاز و افسانہ کا دعوی اور قول کہ ''بوڑھوا اور بوڑھیا'' نے گرن کاٹ لی'' تو پھر یہ بھی صحیح ہونا چاہئے کہ اعجاز نے ہنور میں جو زمین خریدی۔ اس کو والد صاحب کے نام رجسٹر ہونا چاہئے۔ کیوں کہ یہ تو حدیث ہے کہ ''اَنــتَ وَ مَـــــــالُكَ لِاَبِيْكَ'' ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اسی طرح حدیث کی روشنی میں جو جائداد باپ کے نام ہوتی ہے۔ ان تمام میں ان کے مرنے کے بعد بارہ لوگوں میں میراث جاری ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے ذریعہ اعجاز کی نجی رقم سے خریدی جائداد میں بھی سب بھائیوں کا حق ہونا چاہئے۔ نیاز جو پریشان مارا مارا پھر رہا ہے۔ چلو میں تم دونوں کے حق میں مان لو کہ ظالم اور ہڑپ کر اجاڑ دیا تو تم تو اپنے بھائی نیاز اور والدین اور پگلی بہن اور ماں باپ سے حسن سلوک کر کے دارین میں سعادت کماؤ!۔ یہ حق بات ہے۔ اس لئے کڑوی لگے گی۔ لیکن کیا کروں

میرے پاس ہر جملے کی شرعی دلیل ہے۔اس قول کی دلیل ''قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا'' حدیث ہے کہ ''نبی ﷺ اللہ کے حکم سے تاکید فرمائے ہیں کہ ''حق بات کہو۔اگر چہ کڑوی ہی کیوں نہ لگے''۔

لیکن اعجاز میاں کے نزدیک یہ حدیث قابل احترام نہیں ہوگی۔کیوں کہ جب اس کی مرضی کے خلاف آیات واحادیث پیش کی جاتی ہیں تو وہ کافرانہ جواب دیتا ہے کہ ''اپنے قرآن وحدیث کو اپنے جیب میں رکھئے'' اس لئے مجھے یقین ہے کہ جو تجویز میں نے پیش کی ہے۔وہ جوابا ہے۔اس کے رویے کی روشنی میں حق تجویز ہے۔اس لئے وہ اپنی ذاتی خریدی زمین کی رجسٹری پیپر میں والد کا اوران کے توسط سے میرا اور گھر کے سارے افرادوں کے نام نہ ڈال کر سبھوں کی اس نے ''گردن کاٹ لی''۔یہ اس نے والدین اوراپنے دیگر بھائیوں کے ساتھ ناانصافی کی ہے۔اگر یہی دہراتا رہوں یا ایک ہی بار کہوں تو اعجاز اورافسانہ ہی انصاف کرے کہ کیا میرا یہ دعوی کرنا۔اس کے لئے ان دونوں کو کوسنا۔غصہ کرنا صحیح ہے؟ یقیناً صحیح نہیں ہے اور ہرگز نہیں مانیں گے اور ماننا بھی نہیں چاہئے۔کیوں کہ اس تجویز پر عمل کرنا خلاف شریعت ہے۔اعجاز کے مال میں والدین اوران کے توسط سے میرا اور دیگر بھائی بہنوں کا حصہ طلب کرنا عقلا اور شرعا کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔اس کے برعکس میرے ذاتی مال میں ان لوگوں کا بھی شرعا کوئی حق نہیں ہے۔اسی طرح والد صاحب مرحوم کے ذاتی مال میں ان کی زندگی میں اعجاز،سجاد،بلقس،نیاز،زلیخا خاتون کسی کا بھی کوئی زور اور حق نہیں ہے۔

جب عبدالستار مرحوم نے اپنی زندگی میں اپنا سارا مال اپنی پریشانی میں یا شوق سے اڑادی۔کچھ نہ بچائے تو ان کی حیثیت وضرورت کی وجہ سے ان کا سارا مال ختم ہوگیا۔اس لئے ان پر کوئی گناہ نہیں۔اگر ایسی صورت میں اعجاز سجاد،نیاز بلقس اور زلیخا خاتون عبدالستار مرحوم کو کوستے اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ہم لوگوں کی گردن کاٹ لی تو یہ یقیناً حرام ہے۔ناسمجھی ہے۔زبردستی ہے۔ظلم کرنا ہے۔عجیب تف یہ ہے کہ اس زبردستی کے بعد مزید ایک زبردستی والا جاہلانہ قانون یہ بھی پیش کردی کہ ''بیٹا کا نہیں تو کم از کم پوتا کا تو حق ہوگا''۔یعنی خود کو سراپا فقیر کے تہبند میں غیر شرعی حکم کے لئے تگ ودو اور ظلم کر کے ظالم بنا بیٹھا ہے۔لیکن کوئی ظالم اس کو ظالم کہنے کے لئے تیار نہیں۔حق ہے ''چور چور موسیاؤت بھائی''۔

پوتا کو کس توسط سے ملے گاَ بھائی!؟

لیکن کسی کے پینترے بدل کر ظلم کرتے ہوئے بیٹے کو ملے بغیر اس کے بیٹے یعنی پوتے کے حق کو وصول کرنے کی بات کرنی اور اس کے لئے کوشش کرنی سراپا بے عقلی ہے؟ ارے بھائی! عقل سے پیدل! جب بیٹے ہی کو نہیں ملا تو پوتا کو کہاں سے ملے گا؟ بغیر بیٹا کے حضرت عیسی بن مریمؑ کا نمونہ اب کون پوتا پیدا ہو گیا؟ ایسا جاہلا نہ بد بختا نہ اور مرضیانہ قانون پر عمل درآمد کیا جانا کیسے صحیح ہے؟ میں سمجھ رہا تھا کہ اعجاز چار پانچ بچے کا باپ ہوا۔ دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم الشان ادارہ میں رہ چکا ہے۔ کچھ نہ کچھ عقل کے ساتھ شعور بھی پیدا ہو گیا ہوگا۔ اس لئے جو بھی بول بولے گا یا عمل پیش کرے گا۔ اس میں پہلے پہل شریعت کا قانون معلوم کر کے بولے اور کرے گا۔

لیکن عقل بھی آدھی ہے اور شعور کا تو اس میں بوتک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے عورت کی امامت کی زندگی مل گئی۔ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حرکت شریعت کی شرکت کے ساتھ نہیں۔ بلکہ عورت کی شرکت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ عین فائدہ پہنچنے کے موقع سے آگے پیچھے سوچے سمجھے اور سنجیدگی کے دامن کو طلاق دیتے ہوئے بس غصہ کر بیٹھتا ہے اور اسلام و مسلمانیت کی چادر کو مکمل اتار پٹار کر جو من میں آتا ہے۔ بکتا اور نقصان اٹھانے والی حرکت کر بیٹھتا ہے۔

سونے پر سہاگہ یہ کہ :

میں بھی کبھی کبھی فکر مند ہو جاتا ہوں کہ اللہ تعالی نے کیا مجھے ایسے جاہلوں کے بیچ میں مفتی بنا کر بھیج دی کہ حضرت نوحؑ کے ساڑھے نو سو سال تک عوام پر تبلیغ دین اور شرعی مسائل کو پیش کرنے سے بھی انؑ کی قوم کے سامنے کچھ نہ چلی ایسے ہی میرے ان جاہلو کے بیچ کتاب وسنت کے پیش کرنے کا بھی کوئی اثر نہیں۔ اس میں بھی سونے پر سہاگہ یہ کہ ثالثی شیطانی تجاویز و مشوروں کی چکی کے پس پردہ حضرت عائشہ و علیؓ کے درمیان جنگ کی طرح خانہ جنگی میں الجھ کر عزت خاک میں مل چکی ہے۔

یہودی سازشوں کا شکار بن چکا ھے :

اس نازک موقع سے مولوی اعجاز کو خونی حقیقت اور اپنے شرعی امیر کی قدردانی کرنی چاہئے ۔لیکن وہ جنگ صفین میں یہودی سازشوں کی طرح محبت میں عداوت کرنے والے دشمن محبین کی

جال کا شکار بن چکا ہے۔واضح ہو کہ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔حضرت علیؓ خلیفۂ رابع اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔خون کا رشتہ ہے۔حضرت عائشہ حضرتؓ کی ساس ہیں۔دونوں میں جھگڑے کا سوال ہی نہیں تھا۔مگر جس طرح اعجاز کو یہودی صفت جاہل لوگ غلط غلط مشورہ دے دے کر اپنے ہی سایہ دار بھائی کے سایہ حاصل کرنے سے دشمنی کررہے ہیں اور وہ اس چھت اور سایہ کی حقیقت وحیثیت کو اپنے قول وعمل سے بے حقیقت ہے۔اسی طرح حضرت عائشہ اور حضرت علیؓ کے جانی دشمنوں نے جس طرح محبت میں عداوت ودشمنی کر کے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی اپنا کر دونوں کے درمیان نزاعی صورت چھیڑ کر جنگ کروادی اور دشمنی نکال کر بھراس نکال لی۔ٹھیک اسی طرح میرے علم وترقی کے دشمنوں نے شیطان کے وسوسے سے شیطانی ثالثی کا رول کرتے ہوئے میرے گھریلو مسئلہ کو چھیڑا۔جس کی چکی میں تمام گھر والے پس کر آٹا بن چکے ہیں۔اب جاہل تعریف کرنے والے بیٹھ کر مزہ لے رہے ہیں اور ہم عزت دوبارہ حاصل کرنے کو باپ کے انتقال پر ملال کے بعد بھی منہ تک رہے ہیں۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ میری امامت میں معتقد مقتدی بن کر زندگی گذارتا تو اسے حالیہ جو وقفے وقفے سے تعاون ملتا رہتا ہے۔اس کے علاوہ بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے!

میں حق پر میں ہوں:

مگر نزاعی صورت ختم ہو کر بجائے آپسی اتحاد کے ساتھ ایک خوشحال زندگی کی صورت لگنے کے مزید آپسی تنازع کا ماحول بگڑ کر رہ گیا۔غور کرنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح حضرت علیؓ اپنی رائے باصواب میں حق پر تھے۔اسی طرح میں بھی حق پر ہوں۔کیوں کہ میرے پاس دنیا کے پانچ براعظموں کے ایک عظیم اور اصلی براعظم ایشیاء کے عظیم الشان اداروں دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارن پور، دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور دیگر اہم مدارس اسلامیہ کے معتبر ترین دارالافتاؤں سے پختہ فتاوی حاصل ہیں۔

میں نے باپ کی مصیبت میں مدد کی:

ان تمام فتاؤں میں، میں نے اپنے گھر میں اپنے چھوٹے بھائی نیاز الدین معصوم کی حرکت کے نتیجہ میں والد صاحب کے سر آئی مصیبت میں بحیثیت ایک سپوت بیٹے ہونے کے مدد کرنے

کے لئے سامنے آیا۔ یہ قدم کسی کی زمین کو ہڑپنے کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ والدین کی فضیلت کی روشنی میں ماں باپ کو رہائشی ٹھکانہ دینے کے لئے اور اس عظیم خدمت کو انجام دے کر جنت حاصل کرنے کی نیت سے اطاعت کا سرخم کیا تھا۔

میرے زیر سایۂ گنبد ہے :

والدین کے ساتھ ساتھ مولوی اعجاز مانے یا نہ مانے! ناشکری کرے یا شکر ادا کرے! لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ اس کی بھی جو آج قدرے اچھی حالت ہے۔ ''یا بنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی'' آیت کی دلیل سے وہ بھی میرے زیر سایہ گنبد ہی ہے۔

احسان جتلانا نہیں تذکیر ہے :

آپ یہ اعتراض نہ کریں کہ یہ احسان جتلانا ہے جو کہ جائز نہیں ہے اور آپ مفتی ہو کر احسان جتلاتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ آپ مفتی نہیں ہیں۔ میں مفتی ہوں۔ مجھے فتوی دینے کا حق ہے۔ اپنے من کا فتوی آپ مت دیجئے۔ جو وکیل ہوتا ہے۔ جج کے پاس وکالت کا حق و پرمیشن اسی کو ہوتا ہے۔ اس لئے آپ وکیل صاحب کے سامنے جاہل ہو کر اور بلا سند کے وکالت مت کیجئے۔ اگر خواہش ہے تو وکالت کی ڈگری حاصل کر کے شوق سے وکالت کر سکتے ہیں۔

تعاون کی ''احسان و تذکیر'' دو حیثیتیں ہیں:

اس لئے میں میں جو اعجاز میاں کے مدد کرنے کو ذکر کرنے کی شرعی حیثیت و حقیقت بتلاتا ہوں۔ دماغ ہے تو سمجھو! اور مانو!! ورنہ کسی معتقد مفتی صاحب سے معلوم کرلو! وہ یہ کہ کسی کی مدد و تعاون کی دو حیثیت ہیں۔ ایک'' احسان جتانے'' کی۔ دوسرے'' تذکیر'' کی۔ احسان جتانے میں محسن کی نیت اس کے مفاد و تکبر کے تحت ہوتی ہے۔ اسی لئے اس صورت کو اللہ نے ''وَلَا تَمْنُنْ وَلَا تَسْتَكْثِر'' کے تحت حکم دیا کہ احسان کرنے کے بعد احسان جتلاؤ مت! اس میں جس پر احسان کیا جاتا ہے۔ وہ غریب و مجبور و مقہور ہوتا ہے۔ محسن اس پر زیادتی کرتا اور اپنے احسان کو بار بار ذکر کر کے اس کو اپنے دباؤ میں رکھتا ہے۔ محسن اس صورت میں جس پر احسان جتلاتا ہے۔ اس کی بے عزتی کا سبب بنتا ہے اور خود محسن اس زبردستی سے تکبر کے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جس پر احسان کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے محسن ہی کو اپنی کسی غیر شرعی حرکت سے تکلیف پہنچاتا

ہے۔غداری کرتا ہے۔وقت پر ایک سوئی ہی سے سہی فائدہ اٹھا کر انکار کرتا ہے۔اس پر محسن کو دکھ ہوتا ہے اور وہ دکھ کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے دل سے جس پر احسان کیا ہے۔اس پر اپنے احسان کئے کو یاد دہانی کے واسطے ذکر کرتا ہے۔اس صورت حال کو ''تذکیر'' کہتے ہیں۔اس وقت محسن کی نیت جس پر احسان کیا ہوتا ہے۔اس کے اندر کی غلط حرکت کی سدھار کی ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر جو انعامات کئے تھے۔ان کو بار بار قرآن مجید میں یاد دلایا ہے۔ساری کائنات کے محسن رب کائنات جن کے خزانے سے کتنا بھی کچھ نکل جائے تو اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوسکتی ہے۔جب وہ احسان کرتا ہے اور جس پر احسان کرتا ہے۔وہ اگر اس کی شکر گذاری نہیں کرتا تو انہیں دکھ ہوتا ہے اور اپنے کئے ہوئے احسان کو بار بار یاد دلاتا ہے۔جس کی دلیل سورۂ رحمٰن کی آیات کے ساتھ اکثر مقامات میں ''یـا بـنـی اسـرائیل اذکرو نعمتی التی اَنۡعَمتُ عَلَیۡکُمۡ'' کے جملے خاص طور سے ہیں۔

جن کا مطلب یہی ہے کہ جب کسی پر احسان کیا جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنے احسان کرنے والے کی شرعی حدود میں بغیر کسی دباؤ کے اپنی مرضی سے قدر کریں۔ان کا شکر ادا کریں۔گن گائیں۔ان کی اطاعت وفرماں برداری کرکے'' فَـاذۡکُـرُونِـی اَذۡکُـرۡکُمۡ وَاشۡکُـرُولِـی وَلَا تَـکۡـفُرُونَ '' کے جملہ مبارکہ سے اعلان کر دیا کہ ''اگر اسی طرح انعامات واحسانات پر شکر گذاری کرتے ہوئے تم مجھ کو یاد کرتے اور قدر کرتے رہے تو میں بھی تم کو یاد کرتا رہوں گا۔یعنی انعامات سے نوازتا اور سرفراز کرتا رہوں گا۔پھر''وَلَا تَـکۡفُرُونَ ''لفظ کے ذریعہ تاکید کر دی کہ ہاں! دیکھو! بھائی! ناشکری کبھی نہ کرنا! مطلب ہے کہ جہاں ناشکری کئے کہ میں ناراض ہوجاؤں گا۔پھر انعامات بھی چھین لوگا اور تمہاری ناشکری پر مناسب سزا متعین کرکے تکلیف میں بھی ڈال دوں گا۔

مطلب یہی ہے کہ ''اَعـمَـالُـکُـم عُمَّالُکُم '''' کہ تمہاری خوشی وغمی کا محور ''عمل'' ہے۔عمل صحیح رکھوگے۔با اخلاق رہوگے۔زبان اور منہ میں صدق وصفائی رکھوگے۔نرمیت کے ساتھ شکر گذاری کروگے تو نیک عمل کی مثال انعامات کی شکل میں سربلندی وسرخروئی تمہیں حاصل ہوگی۔اگر بدعملی وناشکری کروگے۔بات بات پر غصہ کروگے۔شریعت سے وزن نہ کرکے من موجی اور عقلی گھوڑا دوڑاؤ گے تو بدعملی ہے اور بدعملی کی مثال غربت، بے چینی اور صعوبت وتکلیف

ہے۔اس لئے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے نیک اور صالح عمل کرو اور اللہ سے مزید انعامات و ترقی حاصل کرنے کی راہ اپناؤ۔من موجی صورت کو چھوڑ دو!

بنی اسرائیلی کو اللہ نے اسی لئے عذاب دی:

اللہ تعالی نے بنی اسرائیل قوم پر جتنے انعامات کئے۔ان لوگوں نے انعامات کو حاصل کر کے برت کر پھر انعام دینے والے مالک کی شکر گذاری کے بجائے کسی اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا شروع کر دی۔اصل مالک کی ناشکری کرتے ہوئے شرک کرنے لگے۔اترانا شروع کر دیا۔گناہ میں ملوث ہو گئے۔کھاتا،پیتا کسی اور کا تھا۔گانا گانا اور دوستی کسی اور سے شروع کر دی تو اللہ تعالی نے انہیں اپنی اوقات و حالات یاد دلائی کہ بھائی!تم احسان فراموشی کرتے ہو اور اپنی سابقہ اوقات و حالات ابتری کو بھول گئے؟سنو!تم ان زمانوں کو یاد کرو!جن میں تم برے حالات میں تھے تو میں نے تم پر انعام کیا تھا۔تم اس کو بھول کر راہ حق سے کیوں بھٹک گئے؟تمہیں تو شکر گذاری کر کے مزید انعامات حاصل کرنی چاہئے تھیں!تا کہ ناشکری کر کے دل دکھانا تھا۔ٹوٹے دل سے کیا حاصل کر سکو گے؟جیسے کہ نل سے پانی چاہتے ہو تو پائپ کو ٹنکی سے جوڑے رکھو۔میں نے عقل کے صحیح جوڑ سے ترقی کر کے خوش رہنے کے لئے دی تھی۔جس کو تم غلط استعمال کر رہے ہو!پائپ سے نل کو الگ کر کے پانی نل میں نہیں آ رہا ہے چلا رہے ہو!!اس کا جواب یہی ہے کہ ”چلاتے رہو یا پائپ کو نل سے جوڑنے کا عمل صحیح کر لو“۔

نا شکری بد بختانہ عمل ہے !

آیت مذکورہ کے قانون ہر اس شخص کے لئے ہے جس پر کوئی اس کے برے حالات میں کسی طرح بھی کام آئے تو وہ اس کو یاد رکھے۔اخلاق کریمانہ سے محسن کے ساتھ پیش آئے۔ایسا نہ ہونا چاہئے کہ جس نے احسان کیا ہے۔اسی کے گلے کی ہڈی بن جائے۔یہ تو حضورﷺ کی حدیث ”مَنْ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ“ کہ جس پر کسی محسن نے احسان کیا اور وہ اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا تو اس کا یہ بہت بد بختانہ عمل ہے۔جب وہ انسان کے معمولی سے احسان پر ان کا شکریہ ادا نہیں کرتا ہے تو اس مالک کا جس نے بے شمار انعامات کی ہیں۔
ان تمام انعامات کا شکریہ کیسے ادا کر سکتا ہے؟اس لئے وہ شخص گویا اخلاقا بہت ہر موٹھ اور

بد بخت ہے۔ایسا شخص جو کسی انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔وہ اپنے پروردگار کا بھی شکریہ کبھی ادا نہیں کر سکتا ہے۔جب احسان لینے والے نے اپنے محسن کی ناشکری کی اور اسے دکھ پہنچایا تو ایسے محسن کا اس شخص کو جس پر اس نے کبھی احسان کیا ہے۔اس کو ذکر کرنے کو ''احسان'' کہنا جائز ہی نہیں۔بلکہ ضروری ہے۔تاکہ وہ شخص اپنی اوقات میں رہے اور اس ذریعہ سے اپنے خدا کا مشکور بندہ بن سکے۔اس طرح احسان کا تذکرہ کرنے کو ''احسان جتانا نہیں کہتے ہیں۔بلکہ ''تذکیر'' اور اوقات میں رہنے کو یاد دلا کر اللہ کی شکر گذاری اور اتحاد سے رہنے کی تبلیغ کرنا'' کہتے ہیں۔فافہم وتدبر!

اگر دماغ ہے تو سمجھنا چاہئے :

احسان اور تذکیر کی مذکورہ تشریح کے بعد ہر دماغ و باشعور انسان کو خصوصا اعجاز اور افسانہ کو اللہ نے اگر دماغ دیا ہے تو انہیں سمجھنا چاہئے کہ ان دونوں کے تعلق سے جو میں نے اس کی حیات کی سدھار کے لئے ستون کا کام کیا تھا۔اس کا مربی بنا تھا۔اس پر منہ بند کر کے اپنی اوقات و دائرہ میں رہیں۔اخلاق حسنہ پیش کرے۔چونکہ وہ دونوں ہمیشہ حد اسلامی نظریات واحکامات سے تجاوز کر کے من موجی اور خیالی قول و فعل پیش کرتے رہے ہیں اور کرتے ہی جا رہے ہیں۔جس سے دل کو کافی دکھ پہنچتا ہے۔سوچنے والی بات ہے کہ اعجاز کی غلطی سے جب اسے نان پور کا ٹھکانہ ختم ہو گیا ہے تو اس پر اسے دکھ ہے۔اس غیر شرعی دکھ کی وجہ سے ان دونوں نے میرے اوپر ہزار طرح کے من موجی سوالات،شکوہ شکایات کے دروازے کھول دیئے۔لیکن ان دونوں کی طرف سے جو مجھے دکھ پہنچ رہا ہے۔اس پر میں ان پر کئے احسان کا جو تذکرہ کر رہا ہوں تو انہیں اس تذکرہ پر دکھ پہنچ رہا ہے۔کیا حقیقت کا اظہار ہے۔جبکہ وہ مانے یا نہ مانے حقیقت تو یہی ہے کہ میرے سایہ تلے ہی زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی کی انہیں راہ ملی۔آئندہ بھی انہیں میرے ہی زیر سایۂ گنبد زندگی کی ترقی کے سفر میں راہ حق کی لائن بچھی ہوئی ہے۔جس کو ان دونوں نے اپنی بدعقلی سے گندہ کر لی ہیں۔جس پر اس کی نظر عمیق نہیں ہے۔اس لئے اسے چاہئے کہ عقل اور ہوش سے کام لے۔اگر دماغ ہے تو کچھ نہ کچھ حقیقت اسے سمجھنا چاہئے:

یہ کتاب الجھے مسائل کا منصفانہ حل ہے :

اس کتابچہ میں گھریلو نزاعی صورتوں کی مکمل تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔اس کے لئے میری کتاب ''خون کے آنسوں'' کا مطالعہ کیجئے۔جس میں مکمل تفصیل ہے۔یہ کتاب صرف

میرے گھریلو نزاعی معاملہ پر نہیں۔ بلکہ دنیا کے تمام گھروں میں الجھے مسائل کا منصفانہ حل ہے۔البتہ ان تمام کا خلاصہ سمجھنے کے لئے بحیثیت مسلمان اور کلمہ گو ہونے کے اس کتابچہ میں آپ صرف دیوبند،مظاہر العلوم سہارن پوراور امارت شرعیہ پھلواری شریف کے فتاوے اگلے صفحہ پر پڑھ لیجئے۔انشاءاللہ دل کی گہرائی سے حق بات ماننے کی نیت سے پڑھیں گے تو غلطی پر کون ہے ؟واضح ہوجائے گا۔

والدین کا مخالف نہیں موافق ہوں:

ان بدعقلوں،حاسدوں اور بدتمیزوں کا جو میرے تعلق سے خیال ہے۔جس کو نان پور میں اتنا عام کر دیا گیا ہے کہ ''میں مفتی ہونے کے باوجود والدین کے فضائل کے خلاف ہوں اور ان کے اخراجات اور دیکھ بھالی نہیں کرتا ہوں''۔انشاء اللہ مذکورہ فتوی سے اہل عقل سمجھ گئے ہوں گے کہ والد صاحب کے نام کی ذاتی زمین ان کی زندگی میں انہی سے اپنے ذاتی رقم سے خرید کر اپنے نام کرنے کی صورت میں زمین میں اعجاز کا حق وراثت ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔نیز یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ والد صاحب سے میں کس سوچویشن اور ہنگامی حالات میں زمین خریدی تھی۔

قانون: ''سوچویشن پر حکم لگتا ہے'':

چونکہ قانون ہے کہ ''سوچویشن یعنی حالات کی بنیاد پر حکم لگتا ہے''۔جن حالات میں والد صاحب سے میں نے زمین خریدی تھی۔ان سے یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ والد صاحب والی زمین کا اپنے پیسے دے کر میرا زمین خریدنا اعجاز کے حصہ کا ہڑپنا نہیں تھا۔ نا ہی والدین کی مخالفت تھی۔ بلکہ والدین کی موافقت اور گھر کے سارے لوگوں کو پولیس کیس اور جیل کی پریشانی سے بچانا مقصود تھا۔دماغ میں جس کو صحیح طور پر بھیجہ ہے تو یقیناً وہ سمجھیں گے کہ اس صورت حال میں زمین کا خریدنا ہڑپنا نہیں۔ بلکہ جملہ گھر کے افراد کے ساتھ خصوصا والدین کو مصیبت میں مدد کرنا تھی۔اگر میں گھر نہیں خریدتا تو یقیناً سب کے سب جیل جاتے یا سب کے سب بے گھر ہوتے۔آج لڑ کر جھگڑ کر اسی گھر میں سب جاتے ہیں اور خونی رشتہ کی بنیاد پر جاتے رہیں گے۔

مطلب نکل گیا تو پہچانتے نہیں:

اگر میں نہ خریدتا۔کوئی دوسرا خرید لیتا تو کیا کرتا؟ وہیں پر حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی نے جو زمین والد صاحب سے خریدی ہیں۔اس پر ذرا اعجاز اپنا حصہ ثابت کر کے دکھادے

اور خاندان والوں سے اس معاملے میں سپورٹ لے کر بتلا دیں تو دیکھیں گے؟ کہنے کا مطلب ہے کہ میں بھائی ہوں تو میری خریدی زمین پر ''میرے بڑے ہونے کو'' دلیل بنا کر زبردستی غیر شرعی طور پر عزت وبھرم کو نکال کر حصہ ثابت کرنے میں سب لگے جٹے ہیں۔ اگر یہی دوسرا خرید لیتا تو کیا کرتے؟ دراصل لوگوں کو آخرت میں حساب کی پرواہ نہیں ہے۔ محض دنیاوی سرسبزی اور سکون کے خواہاں ہیں۔ اسی لئے صرف مطلب کی بات کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ:

مطلب نکل گیا تو پہچانتے نہیں
کیا قانون کیا شریعت ہم کچھ مانتے نہیں
زبان اپنی فکر اپنی بس کہہ دیتے ہیں اللہ واللہ کچھ نہیں
حقیقت کیا ہے بھائی جانوتم! ہم کچھ جانتے نہیں

بکنے سے نجات نہیں ملے گی :

اس کے علاوہ جو من میں آیا۔ وہ بکتے رہنا موچنٹھ پن ہے۔ اللہ کی عدالت میں ایسے بکنے والے موچنٹھ لوگ ہرگز نجات نہیں پائیں گے۔ کیوں کہ اپنی مرضی سے جو من میں آیا۔ بک دینے اور جو زبان پہ آیا۔ جواب دیدینے سے حقیقت بکنے کے موافق نہیں ہو جاتی ہے۔

ایک اور مثال:

جیسا کہ سورج کی مثال پیچھے آپ نے پڑھی۔ اس کے علاوہ ایک اور مثال سمجھتے چلئے کہ پچاس کے جی کا بوجھ جب کمزور شخص اٹھا لیتا ہے۔ تب اسے سمجھ میں آتا ہے کہ کتنی مصیبت والا بوجھ وہ اٹھائے ہوا ہے۔ اسی طرح جس کے سر میں درد ہوتا ہے۔ اسی کو درد معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح جس کی انگلی کٹ جاتی ہے۔ وہی بے چین ہوتا ہے۔

معترض بے غیرت شیطان ھے !

لیکن کوئی بے غیرت انسان کسی رحم کرنے والے شخص پر ہی اعتراض شروع کردے۔ جس نے کٹی ہوئی انگلی کی بینڈس کروا کر علاج کروادی اور کوسنے لگے کہ کس نے تم کو کہا تھا کہ میری بینڈس کرو؟ تو یقیناً تھوڑی دیر کے لئے بینڈس کرنے والے بیوقوف تو بن جائے گا۔ لیکن عمل تو اس کا نرالا ہوا، اور معترض بے غیرت شیطان!

یھی حال اعجاز میاں کا ھے :

آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب نیاز کے بوجھ اٹھانے کا مسئلہ تھا تو اعجاز بہار میں داخل ہونے سے

ہی کے خلاف ہو گیا تھا۔علاوہ ازیں وقت وہ بہت بکتا تھا کہ آپ گئے کیوں؟ جو آگ میں جا تا ہے ۔وہی جلتا ہے۔آپ گئے ہیں تو آپ جانئے۔جب معاملہ ختم ہو گیا تو بہار میں بھی داخل ہو گیا اور غیر شرعی طور پر اپنے حق کو ثابت کرنے کے لئے اندرون خانہ پورے خاندان والوں کی ذہن سازی کر دی یا ذہن ساز لوگوں کے ساتھ مل کر اپنا حق لینے کے لئے محنت شروع کر دی۔

اب نان پور میں شاید میرے سے بہتر گھر بنانے کے لئے تقابل میں کھڑا زمین کی تلاش میں ہے۔والد صاحب کی وفات کے سفر میں جو تجربہ ہوا۔بہت خوب! بھائی! حسد کے خلاف ہیں۔ اس لئے میرے دل میں حسد نہیں ہے۔دونوں جہان میں آپ عالیشان بنگلہ بنایئے! مگر اخلاق کریمانہ کے دامن کو نہ چھوڑیئے! آپ بنگلہ بنائیں گے تو کوئی گالی دیتے اور غصہ میں بھی یہ نہیں کہے گا یہ مفتی زید کا سگا بھائی ہے۔بلا شبہ یہی کہے گا وہ یہ مفتی سجاد کا سگا بھائی ہے۔

دل سے دعاء ہے کہ اللہ کامیاب کرے۔امید قوی ہے کہ اعجاز میاں اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔کیوں کہ ذہنی طور پر اعجاز میا کے غیر شرعی طور پر بہت لوگ خیر خواہی اور سپورٹ میں ہیں۔یہ اور بات ہے کہ جب نیاز کے مسئلہ کو لے کر میں اور میرے ماں باپ آگ میں جل رہے تھے اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانے کے لئے گویا کہ جیل خانہ کے دروازہ پر کھڑے تھے تو دور دور تک کسی سپورٹر کا اتہ پتہ نہیں تھا۔

اعجاز کرناٹک سے بھاشن کر رہا تھا:

آج جتنا درد اعجاز کے ساتھ دکھایا جا رہا ہے۔کاش کہ نیاز کے ساتھ بھی دکھائے ہوتے تو بڑی بات تھی! ابھی بھی نیاز بے چارہ کسی خاص و مشفق سپوٹر کا محتاج مارا مارا پھر رہا ہے۔مگر اس کے لئے اعجاز، افسانہ اور ان کے پرسان حال و حامیان میں سے کوئی سامنے نہیں آ رہا ہے۔آگے کون کھڑا ہوتا ہے۔وہ بھی انشاء اللہ زندہ رہ گیا تو ضرور دیکھوں گا اور عوام بھی دیکھے گی۔نیاز معصوم اور والدین کی سخت ترین اور عین مصیبت کے وقت میں تو اپنا سگا بھائی مولوی اعجاز مو چنٹھ عمل و قول دونوں اعتباروں سے سخت کلامی کرتا بنگلور ہی سے صرف بھاشن کرتے ہوئے پہلو رتہی اختیار کی اور میں والدین کی مصیبت میں کندھے سے کندھا ملا کر مسئلہ کو حل کرنے میں مصروف تھا۔اس وقت وہ والدین کے خرچے سے بالکل الگ تھلگ رہا جو کہ اس پر فرض تھا۔اس نے اپنا فرض

بروقت نہیں نبھایا۔اصل دوست کی پہچان تو مصیبت کے وقت ہی ہوتی ہے۔

یہی حقیقت ہے کہ ایسے لوگ جو بروقت فرض نہیں نبھاتے ہیں وہ لوگ مخلص نہیں ہوتے۔ بلکہ منافق ہوتے ہیں۔مؤمن اور والدین کی قیمت سمجھنے والے لوگ ایسا ہرگز نہیں کرتے ہیں۔نیاز والے معاملہ میں اعجاز اور سجاد دونوں کا امتحان تھا۔اس لئے میں نے والد صاحب سے کہا کہ زمین میں لوں گا تو پوری لوں گا۔تا کہ اعجاز میاں جو اللہ کے ایک اہم فریضہ ''وَ بِالوالِدَ ینِ اِحسَانًا '' کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ان کی مدد کرو۔خرچہ دو'' حکم ربانی سے مکر گیا تھا۔بوجھ اٹھانے سے پلہ جھاڑ لیا تھا۔لیکن دور دور سے حق میراث اسی والد سے لینے کے لئے پھکٹ میں راستہ بھی ہموار کر رہا تھا۔آج بھی اس تعلق سے شرعی مسئلہ کی وضاحت کے باوجود خاموش نہیں ہوا ہے۔

جبکہ سچے پکے مؤمن کا کام علم کی روشنی اور رَب کے حکم کی وضاحت مل جانے کے بعد اپنے ظالمانہ اور غیر شرعی قول وفعل اور اس کے لئے تگ ودو سے رجوع کر لینا ہی دینداری ہے۔

دیکھئے! سورۂ بقرہ/پ:۲/آیت:۱۴۵/میں ہے''وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآئَهُمْ مِّنْ بَعدِ مَا جَائَكَ مِنَ الْعِلْمِ اَنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' کہ اور جب تیرے پاس علم کی روشنی آ کر حرام وحلال جائز وناجائز کے تعلق سے حقیقت کھل کر سامنے آجائے تو پھر اپنی خواہشات ومرضی کے پیچھے چلنا اور ناجائز محنت جاری رکھنا یقیناً ظالمانہ عمل ہے۔

اس واضح حکم کے بعد بھی میاں اعجاز اور اس کے پرسان حال لوگ اپنے مزاج ومقصد کے حصول کے لئے محنت جاری کئے ہوا تھا۔آج بھی غلطی کر ہی رہا ہے۔ساتھ میں حقائق کی معلومات رکھنے والے لوگ بھی آنکھ رکھتے ہوئے بھی اندھے بنے اس کے سپورٹ میں کر کے اسے مزید نقصان پہنچا رہے ہیں۔ان لوگوں کی زبان پر حقیقت حال اور سچائی کا چرچا تک نہیں ہے۔جس سے اعجاز میاں کے اندر اتحاد واتفاق کی صورت پیدا ہو اور وہ اپنے مفاد ومقصد کو بجائے تقابل کے محبت وانسیت کی راہ سے حاصل کر سکے۔آخر! یہ چھپی کہانی کون سنے گا؟

اعجاز کا نکیل پکڑا:

جو شیطان لوگ شکایت کر کے خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ان لوگوں میرے گھریلو کہانی صداقت کی زبانی سننی چاہئے اور خاص طور سے جان لینا چاہئے کہ صرف ماں کو زبانی اور غیر شرعی طور پر خوش کر لینے سے قوانین الٰہیہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ماں کے ساتھ مل

کر یا والدین کی غلط ذہن سازی کر کے ان کو کوس کوس کر ان پر غصہ کر کر کے سچائی کو چھپائی نہیں جاسکتی ہے۔اسی لئے والد صاحب سے میں نے پوری زمین خرید نے کی بات کر کے اعجاز میاں کا نکیل اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ والد صاحب بھی میری پوری بات کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔اسی لئے انہوں نے بھی پوری کی پوری زمین مجھ سے بیچ لی اور مجھ سے رقم لے کر اپنا مسئلہ حل کر لیا۔

میں نے فتاوی حاصل کی:

والد صاحب سے زمین خرید کر جب مسئلہ حل ہو گیا تو لوگوں کے اعتراضات کی بنیاد پر اپنے اقدام کی شرعی دلیل کی ضرورت محسوس ہوئی۔کیوں کہ یہ ایک اہل علم کی اور خصوصا مسلمان کی شان ہے کہ وہ اپنا عمل شریعت کے ترازو پر وزن کرے۔حق ہو تو لے لے ۔ ناحق ہو تو ترک کردے۔چونکہ والد صاحب زمین خرید نے اور لوگوں کے اعتراض سامنے آنے پر میرے دل میں بھی شک اور خود خوف پیدا ہوا کہ کہیں واقعتاً گناہ والا کام تو مجھ سے سرزد نہیں ہو گیا؟اس لئے تمام پیش آمدہ احوال تحریر کر کے ایشیا کے عظیم بڑے اداروں سے فتاوی منگوایا۔ بحمد للہ! تمام فتاوؤں میں میرے عمل کی تحسین کی گئی ہے۔میرے والد سے زمین خرید نے کو ان میں جائز کہا گیا۔ان میں سے سب سے اہم فتوی اوپر آپ نے ابھی پڑھا۔جب شریعت نے مجھے اجازت دیدی۔ میرے کام کی تحسین کی ہے تو کسی دغلے دغلیوں کے شکایت کرنے سے مجھے کون سا گناہ ہوگا؟ کہ لوگ میری شکایت کر کے گناہ کرنے کو نہیں چھوڑ رہے ہیں!!!لوگوں کی شکایت سے مجھے کچھ نہیں بگڑ رہا ہے۔

کیا زمانہ ہے ؟

اب جبکہ اعجاز کی زمین کا مسئلہ سامنے آیا تو سب کے سب اعجاز کو ’’اعجاز حافظ صاحب اور بابو‘‘ کہنے لگے۔محترم شخصیت کی دعوتیں ہونے لگیں اور جس نے والدین کی خدمت کی۔ان کی رہائش کے لئے بنگلور تا نان پور سرگرداں پریشان رہا۔جو کھم اٹھائی۔گھر بچایا۔سبھوں کو جیل سے بچایا ۔وہ مبغوض اور مقہور ہو گیا۔

اسلام کا باغی فرعون کو بھی بزرگ مانتا ہے :

کیا زمانہ ہے؟الٹی کھوپڑی کے لوگ اپنے ہی دماغ کی بات کرتے ہیں۔جیسے فرعون مصر عند

اللہ مبغوض ہے۔ مگر اس کے معتقدین اور اسلام دین کا باغی اور الٹی کھوپڑی کے لوگ اپنی من موجی کتاب الَمن کی دلیل سے اس کی لاش کی بقاء کی وجہ کی دلیل نکالتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''فرعون بزرگ تھے''۔ اگر سچا اور بہترین انسان نہ ہوتا تو آج اس کی لاش کیسے محفوظ رہی؟ لاش کا محفوظ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ فرعون نیک تھا۔ حالانکہ اس کی لاش کی حفاظت خدا نے لوگوں کی عبرت کے لئے کر رکھی ہے۔ لوگ کسی سر درد والے انسان کے بارے میں شور مچا کر یہ کہتے رہیں کہ ''فلاں کو سر میں درد نہیں ہو رہا ہے'' تو اس شور مچانے سے سر درد والے کو کیا واقعی میں سر درد نہیں ہو رہا ہے صحیح ہو جائیگا؟ ''من آنم کہ من دانم'' کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ دوسروں کو کیا پتہ! اسی طرح عربی کا مقولہ ہے ''صَاحِبُ البَيتِ اَدرىٰ بِمَا فِيهِ'' کہ گھر والے کو معلوم ہے کہ گھر میں کیا ہے۔ اسی طرح دنیا کے شیطان لوگ اپنی مرضی سے لاکھ چلائے کہ ''فرعون پیر مغاں اور بزرگ ہے۔ کیوں کہ اس کی لاش محفوظ ہے'' تو فرعون بزرگ کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔

میں نے بھی اس شیطان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یقیناً اس کی لاش ساڑھے تین ہزار سال تک دریائے احمر میں رہنے کے باوجود محفوظ ہے۔ اس کا خود خدا اپنے کلام کے سولھویں پارہ رسورۂ طٰہٰ رآیت: ۸۰ر میں اعلان کر رہا ہے کہ ''اَضَلَّ فِرعَونُ قَومهٗ وَمَا هَدَىٰ'' کہ فرعون اتنا بڑا ظالم تھا کہ اس نے اپنی قوم کو گمراہ کر دی اور وہ ہدایت یعنی سیدھے راہ پر نہیں تھا''۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اسے عذاب میں مبتلا کیا۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے ''وَأَغْرَقْنَا فِرْعَونَ وَأَنْتُمْ تَنظُرُونَ'' کہ وہ شیطان اور ظالم زمانہ تھا۔ اس لئے ہم نے اس کو دریا میں ڈبو دی اور اس کیفیت کو تم دیکھتے رہ گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے دنیا والوں کی عبرت کے لئے اسے میں نے محفوظ رکھا ہے۔ مگر اللہ تعالی کی اس حقیقت بیانی کو کسی مخلوق خدا کے شریر ماننے سے انکار کرتے ہوئے من موجی عقیدہ بنا کر ''اس کی لاش کے محفوظ رہنے کی وجہ سے یہ کہنا کہ ''فرعون نیک تھا''۔ چہ معنی دارد؟ اس خیال بد سے فرعون یقیناً نیک نہیں ہو جائے گا۔

جواب تو ہر سوال کا ہو تا ہے :

مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب انسان مقابلے پر اتر تا ہے اور انی ہی بات کو ثابت کرنے کی

ٹھانتا اور ضد کر لیتا ہے تو وہ اصول وقواعد اسلامیہ قرآنیہ سے اندھا ہو جاتا ہے۔اس کے نزدیک ہر سوال کا جواب ہوتا ہے۔اس مقصد کے لئے یہ لوگ محض خلط بحث کر کے اپنی ہی بات کرتے ہیں۔خلط مبحث کا مطلب ہے''جو مضمون جس جگہ کا ہوتا ہے۔اس کو اس کے مقام میں نہیں رکھ کر گڈ مڈ اور ملا جا کر مرضی کا حلوہ اور معجون مرکب پیش کرنا''۔اس طرح مد مقابل کے درمیان بحث جاری رہتی ہے اور ہر سوال کا جواب توڑ مروڑ کر ہر حال میں پیش کیا ہی جاتا ہے۔آج کل کورٹ میں وکیل لوگ اسی صورت پر عمل کرتے ہیں۔لیکن پیچھے آپ نے پڑھا کہ سورج کو بیل ثابت کرنے اور ضد میں بکتے رہنے سے سورج حقیقت میں بیل نہیں ہو جاتا ہے۔اسی طرح مفاذاتی کے پیش نظر زبردستی مضامین کو گڈ مڈ کر کے پیش کرنے سے حقیقتِ واقعہ ثابت نہیں ہو جاتا!اصل اصل ہی رہتا ہے اور نقل نقل ہی ہوتا ہے۔تصویر تصویر ہی ہے اور اس کی جاندار اصلیت حقیقت !کسی کی بت بت ہی ہے اور اس کی اصلی جاندار حقیقت اپنی جگہ اصلی حقیقت!کبھی بھی تصویر اور بت میں روح داخل ہو کر وہ ہلنے نہیں لگ جائے گی۔

لیکن میاں اعجاز اور افسانہ خاتون قانون اصلی سے ہٹ کر بس سورج کو بیل ثابت کرنے کے دھن میں لگے ہوئے ہیں اور نیاز کے مسئلہ میں خود تو آئے نہیں۔مزید اعتراض میرے حاضر ہو جانے پر حقیقت واقعہ سے منہ موڑ کر لگاتے ہوئے بس یہی رٹ لگائے بیٹھے ہیں کہ''کس نے کہا تھا کہ آپ سبھوں کو جیل سے بچائیں''؟نہیں جاتے؟''چمڑے کی زبان اور الٹی کھوپڑی والے ضدی اور من موجی لوگوں کی عادتیں بھی یہی ہیں۔

تمام پیغمبران خدا حقیقت بیانی کرتے رہے۔مگر ان کی ضدی اور سرکش قوم نے ہمیشہ پینترے بدل بدل کر اپنے خیالات کے مطابق اعتراض کرتے ہی رہے۔کسی نے جادوگر،کسی نے کچھ تو کسی نے کچھ!آج بھی ضدی شیطان آخری نبی ﷺ کے تعلق سے الزامات کسنے سے باز نہیں آئے ہیں۔آئے دن انٹرنیٹ اور ٹی وی چینلوں سے اہل حق اس طرح کی شیطانی حرکتوں سے زخمی ہو رہے ہیں۔مگر ان الزامات سے سردار دو جہاں ﷺ کی حقیقت بدل نہیں سکتی ہے۔آپ ﷺ سے بھی آپ کے دشمنان تعصب وجلن ہی کی بیماری کی وجہ سے کر رہے ہیں۔مگر وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔آپ ہی کی تعلیم حق تعلیم ہے۔آپ پر اترا قرآن

ہی اصلی یکساں سول کوڈ اور قانون ہے۔اسی کے فالو کرنے اور اپنی زندگی میں انسٹال کرنے میں کامیابی ہے۔مگر پھر بھی ضد محض اس وجہ سے ہے کہ وہ ان لوگوں کا خاندانی خیال و برتری نے حقیقت کو ماننے سے دیوار بنا دی۔ان کے دماغ میں یہ گھسا ہوا ہے کہ ''تمام انبیاء بنی اسرائیل خاندان مں آئے ہیں تو جس آخری نبی ﷺ کی تمام انبیاء کے ذریعہ اللہ نے خبر دی ہیں۔وہ بھی بنی اسرائیلی خاندان ہی میں سے آنا چاہئے۔مگر وہ آگئے خاندان بنی اسماعیل میں سے؟اس لئے حضرت محمد ﷺ آخری نبی نہیں ہی۔ابھی بھی وہ اپنے خاندان میں سے آخری نبی ﷺ کے نزول کا خواب دیکھ ہی رہے ہیں۔

مگر حقیقت یہی ہے کہ:

مگر حقیقت یہی ہے کہ آخری نبی ﷺ آ کر چلے بھی گئے اور ان ان کے گذرے ہوئے چودہ سو سالوں سے زائد ہو گئے۔اسی طرح سے میں بھی نیاز کے معاملہ میں زخمی ہو رہا ہوں۔میرے معاملے میں بھی حقیقت یہی ہے کہ نیاز کے مسئلہ میں میں نیا پنی قربانی اور حکمت عملی سے گھر کے سارے لوگوں کو پولیس کیس اور جیل کی پریشانی سے بچایا تھا۔دماغ میں جس کو صحیح طور پر بھیجہ اللہ نے دیا ہے تو یقیناً وہ سمجھیں گے کہ نیاز کے کیس کے سوچویشن کی صورت حال میں مفتی سجاد کا والد سے زمین کا خریدنا۔زمین کا ہڑپنا نہیں تھا۔ بلکہ جملہ گھر کے افراد کے ساتھ خصوصا والدین کو مصیبت میں مدد اور خدمت کرنا تھی۔

یہ تو بنی اسرائلی جیسی شرارت ہو گئی!

لیکن اعجاز اور افسانہ اور ان کے پرسان حال ومعاونین وہم خیال لوگ میرے ہی اوپر حقیقت کے خلاف اسی طرح عائد عائد کر رہے ہیں کہ مفتی سجاد نے بھائی کی زمین کو ہڑپ لی۔اسے اجاڑ دیا'' یہ تو موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کی طرح ہی شرارت ہو گئی۔وہ لوگ بھی حضرت موسیٰ سے محض اپنا مطلب چاہتے تھے۔جب مطلب نکل جاتا تھا تو حضرت موسیٰ پر ہی الٹا سوال و جواب شروع کر دیتے تھے۔جیسے کہ جب بحر قلزم سے وہ لوگ پار اتر گئے تو حضرت موسیٰ ہی کو کوسنے لگے اور شرائط پر شرائط لگانا شروع کر دی۔اسی طرح میں نے بھی اپنی سچائی اور صحت کے دلائل ''فتاوی'' دنیا کے عظیم الشان اداروں سے منگوا کر پیش کر دی۔مگر ان تمام فتاوؤں کو بس ایک جملہ میں یہودی اور بنی اسرائیلوں کی طرح رد کر دیا جاتا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ ''اپنے قرآن وحدیث کو اپنے جیب میں رکھو''!

بصیرت سے جو سمجھ رہا تھا وہی ہوا:

حالانکہ سماجی وقدیم ذہنیت کی چلن کے پیش نظر میری بصیرت یہ کہ رہی تھی کہ خونی رشتہ دار سے متعلق جائداد کتنی ہی حقیقت سے لی جائے۔ بہرحال جاہل لوگ یہودی اور بنی اسرائیل کی طرح ضدی بن جائیں گے اور ضرور بدنام کریں گے۔آخر وہی ہوا۔اسی فکر سے میں نے والدین کو کہہ دیا تھا کہ ''میں آپ کی زمین و مکان نہیں لوں گا۔کسی اور سے بیچ کر آپ اپنے سر کی مصیبت کو دور کر لیجئے''۔لیکن رات بھر وہ بے چینی میں گذارے اور یہی کہتے رہے کہ کوئی مدد گار نہیں ہے''۔

میں نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا:

صبح ہوئی تو بھی میں بنگلور کے لئے نکلنے لگا اور والد صاحب سے مل کر وہی بات دہرائی کہ کسی اور سے آپ زمین بیچ کر اپنا مسئلہ حل کر لیجئے۔اس وقت والد صاحب کے چہرہ پر پژمردگی دیکھی۔اس سے بصیرت سے سمجھی بات کی پرواہ میں نے نہیں کی اور باپ کے ساتھ حکم خدوندی ''وَ بِالوَلِدَ ینِ اِحسَاً'' کے تحت حسن سلوک اور ان کی ذہنی ٹینشن کو دور کرنے کے لئے جانتے ہوئے کہ مجھے بدنام اس جائداد کے لینے میں ہونا ہے۔زمین خریدنے کے لئے تیار ہوگیا۔

لیکن شرط لگائی:

لیکن والد صاحب سے صاف صاف بات کرتے ہوئے کہا کہ :''آپ کو اختیار ہے۔اگر آپ کی زمین کوئی دوسرا خرید لے گا۔اس کی وجہ سے اگر گھر کے لوگ بے گھر ہوں گے تو سب لوگ بے گھر ہوں گے۔اس صورت میں بھی میں تیار ہوں۔کوئی بات نہیں! جیسے کہ حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب سے آپ نے زمین بیچی۔اس میں جتنے کا حق آپ کی وفات کے بعد ثابت ہوتا! سب کا ختم ہوا۔ابھی نیاز کے مسئلہ میں میں تن تنہا ہوں۔یہاں بڑی رقم کا مسئلہ ہے۔اگر اعجاز ساتھ دیتا تو بوجھ ہلکا ہو جاتا اور سبھوں کے حصے بچ جاتے۔جب اعجاز جان و مال سے آپ کا مدد گار نہیں ہے تو میں تن تنہا آپ کے ساتھ اتنی بڑی رقم سے مشترکہ معاملہ میں ساتھ نہیں دے سکتا ہوں۔

علاوہ ازیں وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ اتنی رقم، میں ابھی پچھلے سفر میں خیرالحق (مرحوم) والی زمین محض پچاس ہزار روپئے کٹھہ میں نے لی ہے۔اس اعتبار سے ڈیڑھ لاکھ میں تین کٹھے زمین خرید لوں گا۔پھر کیا ضروری ہے کہ میں ڈیڑھ لاکھ میں متنازع فیہ صرف چھ دھور زمین خرید کر نزاع

پالوں؟ آج اعجاز پھکٹ میں حصہ پالے گا تو کل کے دن نیاز کے تعلق سے بھی لیپ پوت کرنے لگیں گے'' چھوٹا بھائی ہے۔ کہاں جائیگا؟ آپ بڑے ہیں۔ پی جایئے! تو کیا چھوٹا بار بار گناہ کرتے رہے گا اور بڑے سب کو پی پی کر مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہو کر جلدی مرجائیں گے؟ قرآن کی کس آیت میں اس طرح پینے کا حکم ہے؟ یہ عدل وانصاف اور سچائی کے خلاف بے کار کی باتیں جاہلوں کے دماغ میں پیوست ہیں۔ اس طرح تو چھوٹوں کو اس کی زندگی کی ذمہ داری کا کبھی کچھ احساس ہی نہیں ہوگا۔ وہ گناہ کرنے میں مکمل جڑی اور گنیش جی کی مورتی بن کر بڑوں پر بوجھ بن جائیں گے۔ کیوں کہ ان کے گناہ کا جرمانہ تو بڑے بھائی ادا کرنے اور چکانے لئے مظلوم بن کر پیدا ہو چکے ہیں!!

من موجی شریعت کو قتل کرنے کی ضرورت ہے:

توبہ توبہ! ایسے من موجی شریعت وخیالات کو وقت سے پہلے قتل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں نے عدل وانصاف کے حکم ربانی پر عمل کیا۔ ساری دنیا ایک طرف۔ دوغلے دوغلیاں ایک طرف۔ میرا خدا ایک طرف۔ میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔ شکایت کرنے والے باتھ روم میں بھی میرے خلاف ہی شکایت کریں اور بڑبڑائیں تو اس سے میرا کچھ نہیں بگڑ سکتا ہے۔

شرط منظور کر لی اس لئے زمین خرید لی:

حقیقت یہی ہے کہ والد صاحب سے میں نے صاف صاف شرط لگائی کہ'' اگر زمین میں لوں گا تو ساری زمین لوں گا''۔ والد صاحب نے مسئلۂ شرعیہ کو سمجھ کر میری شرط منظور کر لی تو میں نے ان سے زمین خرید کر ان کی رہائش کے لئے ٹھکانے کا انتظام کر دیا! اس طرح باپ کی نشانی بھی بچ گئی اور ان کو ٹھکانہ بھی مل گیا!!! اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے حکم قرآنی پر عمل بھی ہو گیا۔ اگر چہ اس عمل سے آج بدنامی کا سہرا لئے پھر رہا ہوں۔ مگر جان بوجھ کر والد صاحب کی جائداد خرید کر جو میں نے ساتھ میں اپنی بدنامی بھی جو خریدی اور اس کی بھی تا قیامت رجسٹری کر لی اس سے میں کوئی غمگین نہیں ہوں۔ بلکہ خوش ہوں۔ اس کی وجہ دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ'' میں اس معاملے میں پروف اسلامی کے ساتھ حق پر ہوں''۔ دوسری یہ کہ'' میں نے والدین اور ان کی اولادوں کے ساتھ دھوکہ نہیں بلکہ ان سبھوں کو ایک بہت بڑی آفت سے بچا کر خصوصا والدین کی ان کی بکنے والی اصلی جائداد کو بچا کر ٹھانہ دے کر ان کی عین موقع سے خدمت کر کے سعادت حاصل کی۔

کوئی کسی کا بوجھ کبھی نہیں اٹھائے گا:

لوگ اس اندرونی حقیقت کونہیں جانتے ہیں۔خصوصا میرے گھر والے ان میں بھی میری والدہ محترمہ جہالت میں جاہلانہ اورآریانہ دماغ والی سوچ سے خواہی مخواہی ذمہ داری اٹھانے کے لئے میرے اوپرزبردستی کی صورت لگاتی ہیں۔جبکہ قرآن مجید پ۲۲،س: فاطر/آیت:۱۸/میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْریٰ ''کہ کوئی کسی کا بوجھ کہیں پر بھی نہیں اٹھائے گا۔یہ حقیقت ہر جاہل بھی جانتا اور بولتا رہتا ہے۔

''مَنْ اَسآءَ فَعَلَیْھَا''گناہ گار پر گناہ کا بوجھ ہو تا ہے:

اسی آیت کے آگے اللہ تعالی نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ''وَاِنْ تَدعُ مُثقَلَۃٌ اِلٰی حِملِھَا لَا یُحمَلُ مِنہُ شَیءٌ وَلَو کَانَ ذَا قُربٰی ''کہ کر یہ قانون بھی قرآن مجید میں اللہ تعالی ہی نے اعلان کر دیہے کہ"مَنْ اَسآءَ فَعَلَیْھَا''جو گناہ کرتا ہے۔اس کے عمل بد کا بوجھ اسی کے سر ہوتا ہے۔وہی جیل جاتا اور سزا پاتا ہے۔چونکہ یہاں پر گناہ نیاز نے کیا ہے۔اس لئے جرمانہ بھی وہی بھرے گا۔

جاہلانہ خیال :

اللہ کے اس حکم شریعت سے ہٹ کر یہ جو جاہلانہ خیال لوگوں کا ہے کہ''باپ کے بعد گھر کا بڑا بیٹا سجاد ہے۔اس لئے وہ باپ کی مصیبت تن تنہا حل کر دیں۔اعجاز کمزور ہے۔رقم نہیں دے سکتا ہے۔اس لئے اسے چھوڑ دیں''۔غلط ہے۔

دل کا خوش رہنا ضروری ہے :

''کمزوروں کی مدد کرنا''ایک مصالحتانہ اوراحسان ومروت ورعایتانہ بات ہے۔ایسی صورت میں سامنے والے کا بااخلاق رہنا اور جس سے کام لینا ہے۔اس کے دل کا خوش رکھنا ضروری ہوتا ہے۔کیوں کہ اخلاق دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔حدیث شریف میں اسی کو کہا گیا ہے''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ''متواضع اور بااخلاق رہنے والے کو اللہ بلندی پر لے جاتا ہے۔یہ وہ گڑ اور ہتھیار ہے۔جس سے تمام الجھے مسائل احل ہو جاتے ہیں۔جو اخلاق مند ہوتا ہے۔اس کا رویہ بہت نرمی سے برے حالات کو بھی اچھا بنا دیتا ہے۔اس کو ترقی ہوتی ہے۔

اخلاق کی مثال:

اخلاق کی مثال یوں ہے۔جیسا کہ آہستگی سے بڑا پتھر اگر شیشہ پر رکھا جائے تو شیشہ نہیں ٹوٹتا

اور شیشہ بڑے پتھر کا بوجھ برداشت کر لیتا ہے۔ بخلاف ایک چھوٹا سا کنکرا گر بڑے موٹے شیشے پر زور سے اور غصہ سے رکھا جائے تو موٹا شیشہ ٹوٹ کر چور چور ہو جاتا ہے۔ پس اگر قابل قدر اخلاق والا شخص خواہ ماحول کتنا ہی شدت آمیز کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے نرمیت اور اخلاق کریمانہ رویے سے دشمن کو دوست بنالیتا ہے۔ جب انسان با اخلاق ہوتا ہے۔ منہ، زبان، قول وفعل چال چلن ٹھیک رکھتا ہے۔ غصے پر کنٹرول اور قابو رکھتا ہے تو سامنے والا اس کے حق میں رحیم و کریم صفت لے کر حاضر ہوتا ہے۔

اللہ بھی دینے کے لئے تعریف کی شرط لگائی ہے:

خود خالق کائنات کا بھی یہی رویہ ہے۔ اسی نے بندہ کو پیدا کیا۔ اسی نے جان بخشی۔ وہی عمل کی توفیق دیتا ہے۔ اس کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں۔ اس کے باوجود اپنی طرف سے بندوں کو کچھ دینے کے لئے پہلے پانچ اوقات نماز میں ہاتھ بندھوا کر اپنی تعریف کروا کر بندوں کے عمل کو دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ متواضع اور مان کر چلنے والا ہیں یا نہیں۔ اگر متواضع اور مان کر چلنے والے بندے ہیں تو بے حساب سہولتیں اور انعامات مہیا کرتا ہے۔ اگر نہیں ہوتے ہیں تو تنگی، پریشانی میں ڈال دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ یہ تمہارے عمل کا کرتوت ہے۔ اسی طرح انسان بھی جبکہ وہ دنیا کے تمام خزانوں پر نہیں۔ بلکہ عطیۂ الٰہی سے ہی بس معمولی سی سہولت کا مالک ہوتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ سامنے والا شخص با اخلاق ہے تو وہ اپنا نقصان اٹھا کر گدھا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ دوست دشمن اور رشتے وخاندان کچھ بھی نہیں دیکھتا!

یہاں پر وہ صورت حال نہیں ہے:

اعجاز میاں کا میرے ساتھ اس طرح کا لنک ورویہ بالکل نہ رہا۔ نہ ابھی ہے۔ اس کی گفتگو میں موچھٹپن، غصہ، تمام آداب وتمیز سے باہر ہو کر بے تکے الفاظ کا نکالنا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ چوروں اور نقصان پہنچانے والے ڈاکوؤں کے ساتھ پھرنے کی اور ان کے ساتھ دعوتیں کھانے کی تو اس کی قدیم عادت ہے اور ان لوگوں کے ساتھ رہ کر محسن کو دکھ پہنچانے کی توصفت تامہ ہے۔ اس کے ایسے بداخلاق رویے اور صفات کے ہوتے ہوئے جبکہ نیاز کے مسئلہ کو حل کرنے میں گھریلو اجتماعیت، اتحاد واتفاق کے ساتھ ایک موٹی رقم درکار تھی۔ ایسے نازک موقع سے اعجاز کسی کی مدد کرنے سے تو کنارہ کشی کرے اور وہ دوسروں سے احسان کا خواہاں اور طلب گار

ہو۔عجیب حیرت والا دماغ ہے کہ ''مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا'' کے خلاف گناہ کرے کوئی اور سزا بھگتوں میں اور اعجاز میاں پھکٹ میں بڑی تھالی پائے اور منہ پھٹ رویہ بھی نہ چھوڑے؟۔یہ کہاں کا انصاف ہے؟ آخر ظلم کس کو کہتے ہیں؟ اسی کو، نا! کہ قانون اصلی سے ہٹ کر انسان عمل و رویہ اختیار کرے؟ تو اعجاز میاں نے جس طرح عورتوں کی اقتدا میں اتحاد و اتفاق کے قانون سے ہٹ کر اور والدین اور چھوٹے بھائی کے جرم میں معاون بننے سے اور والدین کی عین اور نازک وقت والی مصیبت میں مکمل نافرمانی اور گناہ کر کے رویہ اختیار کی۔اسی کی اللہ تعالی نے اس کو سزا دی کہ ٹھکانہ ختم ہو گیا۔اسی کا قول ہے جو کہ مذکورہ آیت کا اصل میں ترجمہ ہے کہ ''جو گناہ کرتا ہے۔وہی آگ میں جلتا ہے'' تو اعجاز نے موقع سے غیر شرعی رویہ کر کے جو گناہ کیا تو اسی کا گھر جلا!! اب واویل کیسا؟ اور مصیبت پر مصیبت لانے والے حربے کیوں؟

بهتر راسته:

یہ بھی حقیقت ہے کہ قانون سے ہٹ کر جو عمل کرتا اور اس کے لئے محض اپنی ذہنیت سے حربے اختیار کرتا رہتا ہے۔اس کے حربے کوئی کام کے نہیں ہوتے ہیں۔آدمؑ نے غلطی کی تو بس ایک ہی علاج تھا کہ ''وہ اصل خالق کے سامنے جھک کر توبہ کر لے''۔سوانہوں نے وہی کیا۔یہی کام آدم زاد کے لئے بھی سنت ہے کہ جس سے معاملہ کا لنک ہے۔اس سے بہتر لنک لگائے اور متواضع بن کر اخلاق کریمانہ اختیار کریں اور اتحادی راہ سے اپنا حق جائز طور پر وصول کرے۔میں بڑے بھائی ہونے کے ناتے اس کے حق میں بہتر راستوں کی بار بار نشاندہی کرتا چلا آیا ہوں۔مگر عمل نہیں تو ''اُو برکاہَی کا کیا مطلب؟''۔برکاتَ اپنا بڑا پن بار بار دیکھا رہا ہوں۔چھوٹوں کو بھی تو کچھ کام کرنا ہے نا! اللہ کے نبی ﷺ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے'' مَنْ لَّمْ یَرحَمْ صَغِیرَنا وَلَمْ یُعَقِّرْ کَبِیْرَنَا'' ہے۔اس کا مطلب ہے''کہ جو چھوٹے پر رحم (قانون کی روشنی میں) نہیں کرتا ہے اور بڑا کا جو چھوٹا (قانون کی روشنی میں) احترام نہیں کرتا ہے۔وہ ہم میں سے (یعنی مسلمان ہی) نہیں ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں میں نے نزاع شروع ہونے سے اب تک بلکہ اس کی پوری زندگی میں اس حدیث کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔اس حدیث کی روشنی میں جہاں بڑوں

کو چھوٹوں پر قانون کی روشنی میں رحم کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ وہیں چھوٹوں کو بھی ترغیب بلکہ حکم ہے کہ وہ بڑوں سے کام لینے کے لئے ان کا احترام بھی کریں۔ مگر اعجاز میاں کبھی نہ قول سے نا ہی اپنے کسی فعل سے میری شایان شان عمل پیش کی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی خاموش ہو جاتا ہوں تو باتیں نہیں بڑھتی ہیں۔ اگر جواب کا تسلسل کروں تو کورو پانڈو کی طرح ہاتھ پاؤں سے بھی جنگ کرنے سے وہ دریغ نہیں کریگا۔ مگر کبھی اس نے حضرت آدمؑ کی متواغ سنت پر عمل نہیں کی۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں میں نے اپنے بڑاپن کا لحاظ خوب کیا ہے۔ اسی وجہ سے والد صاحب مرحوم سے میں نے کہا تھا کہ نیاز کے مسئلہ میں بہتر راستہ یہی ہے کہ جس طرح حضرت مولانا عبدالقدوس قاسمی صاحب سے آپ نے زمین بیچ لی تو جس طرح اعجاز، نیاز، بلقس زلیخا سب کا حق گیا۔ اسی طرح اب یہ گھر بھی کسی اور سے بیچ باچ کر اپنا مسئلہ سیدھا کر لیجئے۔ اس صورت میں حق جائے گا تو سب کا جائے گا۔ رہے گا تو سب کا رہے گا۔ رہا مسئلہ آپ کی رہائش کا تو اس کے لئے میں تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ تاحیات رہیں۔ خدمت کے لئے تیار ہوں!

در حقیقت خدمت والدین کے لئے میں کوشاں تھا:

دیکھئے! یہاں بھی میں نے والدین کی خدمت ہی کا خیال کیا۔ لیکن کیا دغلاپن ہے لوگوں میں کہ الٹے لوگ میرے اوپر ہی الزام لگاتے ہیں کہ مفتی ہو کر والدین کی خدمت نہیں کرتے ہیں۔ خرچ نہیں دیتے ہیں۔ عقل کے اندھوں کو غور کرنا چاہئے تھا کہ نیاز کے معاملہ میں جو سوچویشن اور ماحول تھا۔ اس وقت کس طرح میں نیاز کے ساتھ ساتھ سارے گھرانے والوں کو بچانے کی صورت لگائی ؟ کس طرح پنچایت میں بات ہوئی ؟ جو لوگ آنکھوں سے نیاز کے معاملے کی پنچایت اور میری تگ و دو اور والدین کے ساتھ دینے کی حقیقت کو دیکھے ہیں۔ وہ بھی مشاہدہ کے باوجود یکطرفہ اور عدل کے خلاف ہی نظریہ رکھتے ہوئے اپنی زبان میں دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''او بڑ کا ہے۔ اُکرا کرے کے ہِیَ''۔

بھائی! تو تمہاری ہی زبان میں، میں بھی کہتا ہوں ''تَ! اِیُ کُونُ کِتَابُ میں لکھل ھَی؟ قرآن میں اِیُنَا اِیگّے گُو بیٹا پَر سَبّھے کُچھ لَادے لَا، تَ، اَللہ تعالی نہ ھَی کھنِے! آ، تُوُ ھَر مَرضِی مُفِتِی ننگ

چَلتَوُ نَه!اَیٰ لِیلُ کِی اِیٰ اِنصَاف اَور ایکُ نَظَر کِے خِلَاف اَور ظُلمُ والا خیال هَیُ!

عدل کا کیا مطلب؟

اور مان لیجئے کہ اس جاہلانہ وسماجی خیالات کے اعتبار سے میں بڑا بھائی ہونے کے ناتے نیاز کے گناہ کے جرمانہ کو اپنی جیب خاص سے بھر کر اعجاز میاں کے والد کے مرنے کے بعد ملنے والے حصۂ میراث کو باقی رکھ کر احسان کر بھی دیتا! جس سے لوگ خوش ہو کر مجھے ہتھیلی پر اٹھا لیتے تو میری شکایت یقیناً نہیں ہوتی۔ لوگ تعریفی کلمات اور واہ واہی سے نوازتے تو تعریف کرنے والے لوگوں کی وجہ سے میں موٹی رقم سے جو قرض میں مبتلا ہو جاتا تو وہ بھی ادا کر دیتے؟ اور کیا ان کی طرف سے واہ واہی پر مجھے جنت مل جاتی! اور کیا میں نے جو شریعت کے مطابق عمل کیا۔ جس سے اعجاز میاں کو سراپا گھاٹا اٹھانا پڑا۔ جس کی وجہ سے لوگ مجھے گالیاں دے رہے ہیں۔ شکایات کر رہے ہیں تو کیا میں دوزخ میں چلا جاؤں گا؟ میری قسمت کا فیصلہ میرے رب کے ہاتھ میں ہے یا بدترین شکایت کرنے والے جاہلوں کے ہاتھ میں ہے؟

اسی طرح میرے صحیح رویہ اختیار کرنے میں جو لوگ حق کی تائید کر رہے ہیں۔ ان سے میرے میل جول، اٹھک بیٹھک کو دیکھ کر جو بعض ابوجہل لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ مفتی ہیں۔ جس طرح بنگلور میں آپ نے عزت بنائی ہے۔ گاؤں میں بھی بنایئے؟ آپ لفنگے لچوں کے ساتھ رہتے ہیں؟ تو کیا ان کے کہنے سے میرے حامی بھرنے والے لفنگے لچے ہیں؟ ان کے دوزخ میں جانے کے لئے وہی لوگ فیصلہ کرنے کے لئے منجانب اللہ سکریٹری مقرر ہوئے ہیں؟

مجھے ہنسی بھی آتی ہے کہ یہ چودہویں صدی کے بعد جاہلوں کی کا راج ہوگا۔ جاہل عالموں اور مفتیوں کو نصیحت کیا کریں گے۔ عالم بیٹھا ہوگا اور جاہل فتویٰ دے رہا ہوگا۔ اصل امام منہ تکتا ہوگا اور جاہل امامت کر رہا ہوگا۔ نالائق، بے ادب، بے شعور اور بے عقلوں اور جو ایک کوڑی کے بھی نہ ہوں گے۔ ان کی حکومت ہوگی۔ وہی لوگ صدر، سکریٹری اور قوم کے رہبر ہوں گے۔ غلط غلط مسئلہ بتا کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور قوم کو بھی گمراہ کر کے لوٹیا ڈبو دیں گے۔ خود محتاج نصیحت ہوں گے۔ لیکن دوسروں کو نصیحت کرتے پھریں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث فتنوں کی دنیا کتاب رص: ۲۸ ر پر منقول ہے کہ ''حضرت علیؓ

نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں گی تو ان پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جب سرکاری مال کو اپنی ملکیت سمجھا جانے لگے۔ جب زکوۃ کو جرمانہ تصور کیا جانے لگے۔ بیوی کی فرماں برداری (ہر جائز معاملے بھی) کی جانے لگے۔ جب (بلا وجہ شرعی) والدین کی نافرمانی کی جانے لگے گی۔ دوستوں کے ساتھ حسن سلوک اور (قابل و معتبر ترین با اخلاق) بھائیوں باپ کے ساتھ (غیر قانونی طور پر) بدسلوکی کی جانے لگے۔ خصوصا باپ کے ساتھ زیادتی کی جانے لگے۔ مساجد میں شور شرابہ ہونے لگے۔ آدمی کی عزت اس کے شر و فتنے کی وجہ سے کی جانے لگے۔ نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال ہونے لگے۔ مرد ریشم کا کپڑا پہننا شروع کر دے۔ گانے بجانے اور محفل و سرود سجائی جانے لگے۔ موسیقی کے آلات استعمال کثرت سے ہونے لگے۔ گذشتہ اسلاف پر لعن طعن شروع ہو جائے۔ جب قوم کا رذیل و بدترین شخص قوم کا لیڈر بن جائے۔ ان کے علاوہ دیگر احادیث میں ہے کہ ہر شخص اپنی رائے (جبکہ وہ غیر شرعی رائے ہوگی) ترجیح دیں گے۔ زمین دھنسنے لگے گی۔

آج تقریبا یہ سب چیزیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ خاص طور سے جو لوگ علم و اخلاق کی بو بھی نہیں پائے ہیں۔ وہ لوگ ایک مفتی وقت کو نصیحت کرنے لگے ہیں۔ مجھے بھی بعض افرادوں نے نصیحتیں کی ہیں۔ بلاشبہ یہ علامات قیامت میں سے ہیں۔ ایسے وقت میں صبر کی ضرورت ہے۔

انشاء اللہ! صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ ایسے جاہل ناصح ہی گھاٹے میں رہیں گے۔ ویسے ان جاہل ناصح کو جاننا چاہئے کہ مجھ جیسے علماء کو نصیحت کرنے سے وہ کوئی باسند ملا نہیں بن سکتا اور نہیں علماء جیسی فضیلت انہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ بفضلہ تعالی کرناٹک میں جہاں میں مقیم ہوں۔ لوگ اپنی زندگی کے ہر موڑ پر بغیر مجھ سے مشورہ لئے کوئی کام نہیں کرتے ہیں۔ گھر کی بنیاد کیسے ہو؟ کس رخ ہو؟ شادی کب کروں؟ کیسے کروں؟ جب تک رائے نہیں لے لیتے ہیں تب تلک وہ اپنا کام نہیں کرتے ہیں۔ ایلکشن کے موقع سے تو ارب پتی، کھڑب پتی امیدوار لوگ محض سر پر ہاتھ رکھوانے اور دعاء لینے کے لئے اربوں کھڑبوں کی کار میں گھر تک نزول فرماتے ہیں اور نان پور میں ابو جہل، عتبہ و شیبہ جیسے دشمنان و شیطان لوگ خود لفنگے لچے اور جاہل ہو کر ایک مفتی کو نصیحت کرنے

چلے ہیں کہ آپ لفنگے اور لچوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں۔اس لئے آپ کی عزت نہیں ہے۔

یہ بات صحیح اور پختہ ہے کہ ''میں بفضلہٖ تعالیٰ مفتی ہوں'' اور نان پور کا پہلا مفتی ہوں''۔اس پر مجھے فخر ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے کرناٹک میں بت عزت سے نوازا ہے۔رہی اپنے گاؤں میں عزت کی بات! تو یوں تو مثل مشہور ہے ہی ''گھر کی مرغی دال برابر'' اس مقولہ کی روشنی میں کوئی جاہل میری عزت نہیں کرتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اور میں کہاں خواہاں ہوں کہ کوئی میری عزت کرے! یہ تو حب جاہ ہے! جس سے شریعت میں پناہ مانگنے کا حکم ہے اور عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔قرآن مجید کے پارہ تین رسورہ آل عمران کی آیت نمبر ۲۶ رمیں ہے'' وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِ لُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيرِ'' کہ ''عزت وذلت کا مالک تو اللہ کی ذات ہے۔اسی کے ہاتھ میں سب شر وخیر وخوبی اور بھلائی ہیں''۔انسان کسی انسان کو کیا عزت دیگا؟

جہاں تک حقیقی عزت کی بات ہے تو الحمد للہ! جو لوگ گاؤں میں علمدار، عزت دار اور سمجھدار ہیں ان کے نزدیک بہت عزت ہے۔رہی لفنگے لچوں کے ساتھ رہنے کی تو ویسے تو میں نان پور میں رہتا ہی نہیں ہوں۔بنگلور ہی مسکن اصلی ہو گیا ہے۔رہتا بھی ہوں تو بس پندرہ سے بیس دنوں تک کے لئے مسافر رہتا ہوں۔ان ایام میں بھی گھر کے عرش سے نیچے فرش تک بھی بمشکل آتا ہوں۔ گاؤں محلّہ چوک چوراہے کی طرف گھومنے پھرنے اور وقت ضائع کرنے کی مجھے عادت بھی نہیں۔جو لوگ عقیدت مند ہیں۔مجھ سے ملنے کے لئے اور دعاء لینے اور دینے کے لئے گھر پہ ہی آجاتے ہیں۔یہی تو بہت عزت کی بات ہے۔ان آنے جانے والے لوگوں میں سے الحمد للہ! سب کے سب عزت دار، مالدار، علمدار اور سمجھدار ہی لوگ ہیں۔مجھ سے میری عقیدت میں ملنے آنے والوں کے مقابلے میں وہ لوگ جو لوگ میرے خلاف میں بکواس کرتے ہیں۔ایک کوڑی کے بھی نہیں ہیں۔پھر کیسے میرے ساتھی لچے لفنگے ہو گئے؟

بھائی مرے! خاندانی عصبیت کو قائم رکھنا ہے۔یہ غلط چیز ہے۔کسی کے خلاف اتنا غلط نظریہ قائم کرنا بھی بالکل غیر شرعی اور علامات قیامت میں سے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ معترض اگر ذرا سا بھی شرم وحیا کے مالک ہیں تو اسے اپنے دل کے مفتی سے ہی فتوی پوچھ لیں تو شاید وہ اپنا منہ بند کرلیں۔میرے علمی بصیرت سے جواب یہ ہے کہ اس طرح اعتراض کرنے کا صاف مطلب ہے

کہ چونکہ خود لچے لفنگے، بے دین، زبان وعمل کے گندے اور ہڑ بونگ مچانے والے اور خود محتاج نصیحت اور بےشعور ہیں۔اسی لئے وہ ایک مفتی وقت پر اعتراض کرتے ہیں۔ان کے کلام بد کی کوئی حیثیت نہیں۔

واہ! عجیب بات ھے:

ایسے جاہل ناصح سے میرا سوال یہ ہے کہ مجھے دوسروں کی خوشی اور تعریفی کلمات سے کیا لینا دینا بھائی؟ میری جتنی عزت ہے۔معترض کو نصیب کبھی شاید نہیں ہوسکتی ہے۔ایسے لوگوں کو مجھ جیسے عالموں کے پیچھے اور مشورہ سے چلنے میں مستقبل کی بھلائی پوشیدہ ہے۔نصیحت کرنے میں نہیں۔دوسری بات یہ کہ مجھے جاہلوں کی تعریف سے بھی کیا لینا دینا؟ کوئی ہجو اور شکایت کریں تو کریں! کیا دوسرے کے گناہ کا جرمانہ موٹی رقم سے کسی دوسرے کے بھر دینے سے جو میرے اوپر ظلم ہوتا اور میں مظلوم بن کر بھاری لا حاصل قرضے کے نیچے دب جاتا تو لوگ اس قرضے کو ادا کر دیتے!؟ کہ اعجاز کی شراکت وحصہ داری کئے بغیر نیاز والے مسئلہ کو حل کر کے لوگوں کی واہ واہی سنوں؟ کیا اس وقت اعجاز اور نیاز کو لوگ کوستے؟ پھر عدل کا کیا مطلب؟ جج اور ججمنٹ کا کیا معنی؟ عدالت کے دروازے کی کیا ضرورت؟ عدل کی تعلیم قرآنی کی کیا ضرورت؟ تقوی کی تعلیم کا کیا معنی؟

واہ! عجیب بات ہے!! لوگوں کے جاہلانہ من اور خوشی کا کام کوئی کردے۔ بلا وجہ نقصان اٹھا کر بوجھ اٹھا کر مظلوم زبردستی کسی کے لئے گدھا بن جائے اور مدد کا خواہاں اس کو تکلیف پر تکلیف دیتا رہے تو وہ مظلوم گدھا نیک ہو گیا! جو نہ کرے تو وہ قابل ملامت رہا۔اسی کا معنی لوگوں نے عدل سمجھ لیا ہے۔ ایسے عدل کی اور ایسے عدل سمجھنے والے عادلوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ بکتے رہو! اللہ رتی رتی کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے۔قرآن ایک مکمل دستور حیات ہے۔اس کی روشنی کے خلاف جو کوئی بکے گا۔ایک دن اپنے ہی بکوے سے پکے گا اور پھنسے گا!۔نتیجہ ظاہر ہے۔ پھر بھی نہ جانے تدبر کی آنکھ اللہ نے اس کے جسم کے کس حصے میں فٹ کر دی ہے کہ وہ دیکھ نہیں پا رہا ہے۔

قرآن نهیں بدلا جائے گا:

ایسے بکنے والوں سے سوال ہے کہ کیا لوگوں کی سمجھ سے قرآن کو اپنانا ہے۔یا قرآن کی تعلیم

کے مطابق لوگوں کو چلنا ہے؟؟ بلا شبہ قرآن مجید اللہ کا قانونی اور دنیا کے نظم کے لئے گائڈ نگ بک ہے۔ یہ کبھی نہیں بدلا جائے گا۔ یہی مستحکم اصول اور دائمی یکساں سول کوڈ اور لاء ہے۔ اسی کے مطابق لوگوں کو چلنا ہوگا۔ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لوگوں کے مزاج وخواہش کے مطابق قرآنی دستور کو ہرگز نہیں بدلا جائے گا۔

کیا سورج و چاند بدل دینے چاھئے :

مسلمانوں کے لئے ایسا ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کے احکامات کو بدل دیں اور نکال دیں۔ سورقسم کے لوگ کل کے دن خواہشات نفسانیہ کے پیش نظر پلاننگ کر کے کہنے لگیں گے کہ صاحب سورج چاند وغیرہ پرانے ہوگئے ہیں۔ ان کو بھی موڈرن زمانے کے حساب سے بدل دینا چاہئے تو کیا سورج اور چاند بدل دینے چاہئے؟؟ کیا ممکن ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں! جب یہ اور ان جیسی کائنات میں پیدا کی ہوئی اللہ کی چیزوں کو انسان اپنی مرضی سے بدل نہیں سکتا ہے تو پھر ان چیزوں کی حقیقت جس قرآن میں محفوظ ہے۔ وہ دائمی قرآنی آیات کریمہ میں کیسے تبدیلی ممکن ہے؟ بلا شبہ قرآن میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ نا ہی اس کے احکامات کو عملا بدلے جاسکتے ہیں۔ بلکہ لوگوں کو خواہی نخواہی جس طرح سورج کی روشنی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس میں کچھ دخل نہیں۔ جیسے ازخود بارش نہیں برسا سکتا ہے۔ اس کے لئے رب کی رحمت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید یکساں سول کوڈ برائے نسل انسانی ہے۔ اسی کے مطابق خواہی نخواہی چلنا ہی ہوگا۔

حکم عدل میں لیپ پوت:

بہت افسوس کی بات ہے کہ وسیم رضوی جیسا شخص علی الاعلان قرآنی قوانین کو بدلنے کی بات کرتا ہے تو مسلمانوں کے ہی سماج میں پورا کا پورا طبقہ قرآنی احکامات پر عملی جامہ پہنانے کی صورت معاشرت کو بھی بدلنے پر تلے ہیں؟ سماج میں لوگ حکم ربانی کے اصل اصول ''اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى '' کے حکم عدل وانصاف میں لیپ پوت کرتے ہیں۔ اسی طرح ''مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا'' کہ جو گناہ کرے اسی کو سزا دینی چاہئے'' والے قانون کے خلاف نظر احسان ہی کی طرف نظر کرتے ہیں۔ یقیناً یہ من موجی اور غلط ہے۔

مسلمان عملا خود قرآن بدل رھے ھیں:

اس طرح کی غلطیاں اور احکامات قرآنیہ میں سے چھبیس آیات نکال دینے کی بات مبغوض

زمانہ وسیم رضوی نے اٹھائی ہے۔جس کی وجہ سے ساری دنیا کے مسلم لوگ ان کے لئے پھانسی کی سزا سرکار سے مانگ رہے ہیں؟اسی کی مثل موجودہ دور کے مسلمانوں کا رویہ بھی ہے۔اس طرح خود مسلمان لوگ ہی قرآن مجید کے مطابق چلنے کو پسند نہیں کر رہے ہیں۔

حکم ربانی میں احسان و مروت نہیں :

یاد رکھنے کی خاص طور سے ضرورت ہے کہ قرآنی احکامات میں من موجی تبدیلی کسی طرح بھی ممکن نہیں۔مثلاً قرآن مجید نے زانی اور زانیہ کے عمل بد کے لئے ''فَاجلِدُ وا کُلَّ وَاحِدَ ۃٍ مِنھُمَا مـأـۃ جـلدۃ'' کہ زانی اور زانیہ دونوں کو ۱۰۰/۱۰۰ کوڑے مارے جائیں گے۔اس کی شرح میں ہے کہ شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا اور کنوارے کو ۸۰/ کوڑے مارے جائیں گے''تو اس حکم ربانی میں کوئی احسان کی نظر کرے اور یوں رحم کھاتے ہوئے کہے کہ''ہائے!ہائے!ایک جان ہی تو ہے۔غلطی کر لی تو معافی تو مانگ لے رہا ہے نا!۔معافی مانگنے والے کو نہ معاف کرنا بھی تو حضور نے منع فرمایا ہے نا!اس لئے یہاں پر نہ معاف کرنا حدیث کی مخالفت کی وجہ سے خود ایک غلطی ہے۔اسے معاف کر دینا چاہئے۔قتل اور سنگسار نہیں کرنا چاہئے''تو یہ احسان و مروت اور رحم ہرگز نہیں کئے جائیں گے۔کیوں کہ اس طرح کی معافی کو اللہ کی ذات نے خود منع کیا ہے اور شریعت نام ہے ''اللہ کے حکم ماننے کا''صرف رسول ﷺ کے حکم کا نہیں۔اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا ہر قول اللہ ہی کا قول ہے۔محض غلاف زبان نبی اور کلام نبی ﷺ ہیں۔خود قرآن میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مرضی سے ایک بار شہد کو اپنے اوپر حرام کر لی تھی تو اللہ تعالی نے اس پر آپ کو تنبیہ کی کہ آپ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔بلکہ ہر جگہ اللہ کی مرضی شریعت ہے۔چنانچہ زنا کی صورت م میں اللہ تعالی نے جو بے رحمی کے ساتھ حکم فرمایا ہے۔اسی صورت حال پر عمل دین ہوگا۔اس صورت حال میں زانی پر رحم نہیں کھایا جائے گا اور معاف نہیں کیا جائے گا۔

لیکن لوگ شریعت اپنے''من'' کو بنا رکھا ہے۔اس لئے''کتاب المن'' سے قرآن کے قانون میں عملاً بھی تبدیلی کر کے معاشرت میں لیپ پوت کر رہے ہیں۔اس طرح بدمعاشوں کو سزا دینے سے روکتے ہیں اور مظلوم کو ہی الٹے گناہگار ٹھہراتے ہیں۔

اللہ چونکہ جانتے تھے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اس طرح لیپ پوت کر کے غریبوں کو ختم کر دیں گے اور امیروں کے گناہوں کو اس کی حیثیت واہمیت کی بنیاد پر معاف کر دیں گے۔ اس لئے حکم رجم کے بعد آگے الگ سے ایک اور جملہ ''وَلَا رأفَةَ بِهِمَا'' کہ کر حکم دیا کہ ''زانی اور زانیہ کو سزا دینے میں کچھ رحم نہیں کھایا جائے گا''۔ اس لئے زانی اور زانیہ کو سزا دینی ہے تو ہر حال میں دینی ہے۔ یہی شریعت ہے۔

اللہ تعالی کے اس معاملے میں اتنا صاف حکم کے باوجود لوگ ان کے قوانین میں احسان کی ذاتی مرضی گھسا دے رہے ہیں۔ معاشرت میں اسی طرح کے خیالات کا رواج پا گیا ہے۔ کیا عالم کیا جاہل! کچھ فرق نہیں! کیا غیر مسلم ہمارے اوپر دباؤ ڈالیں گے کہ قرآن میں سے اتنی آیات کو نکال دو۔ ہم خود عمل سے ثابت کر دے رہے ہیں کہ محدود آیات نہیں مکمل قرآن کو نعوذ باللہ ہم نے عمل ترک کر دی ہے۔

اگر اسی نظریے پر ہم تلے ہیں اور تلے ہی رہیں تو یہ یقیناً عملا قرآن میں تبدیلی ہے۔ جسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ خود قانون والا اصلی رب اس صورت حال میں سخت عذاب دینے کا پ۲۲، س: سبا، آیت: ۳۸ رمیں اعلان کر دیا ہے کہ ''وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِينَ أُولٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ'' ترجمہ: جو لوگ ہماری آیتوں میں کچھ انگلی کرنے چلیں گے تو ان کے لئے زبردست عذاب کو حاضر کیا جائے گا۔ یعنی سخت ترین عذاب میں انہیں مبتلا کر دیا جائے گا۔

آج مسلمانوں پر جتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔ تا دم تحریر ایں کتاب پورے ہندوستان کے لوگ ''لاک ڈاؤن'' کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ سب بھانت بھانت کی بولیاں اور تبصرے کر رہے ہیں۔ کوئی حکومت کو کوستا ہے تو کوئی ہاسپٹلوں کو توڑتا اور پھوڑتا ہے تو کوئی کورٹ و کچہریوں کا چکر لگاتے دہائی اور فریادرسی میں مصروف ہے تو کوئی وہاٹ ایپس، فیس بک اور ٹیلیگرام اور اسٹا گرام وغیرہ جدید ذرائع ابلاغ سے ظالموں کو اللہ کے تمام تر فرائض کو چھوڑ چھاڑ کر کافروں اور ظالموں کو کوس رہے ہیں۔ لیکن اپنے دامن و بغل میں لگی گندگی کو صاف تک کرنے کی کوشس میں نہیں ہیں تو طہارت سے کہاں فارغ ہوں گے؟

ان پریشانیوں سے بچ کر آسانیوں کے محل میں آرام کرنے کے لئے مسلمانوں کو فرمان خدا اور فرمان نبی ﷺ کے جائز حدود میں اپنے ناجائز حدود سے واپس آنا ہی پڑیگا اور جس طرح زانی زانیہ کمزور، غریب، فقیر کوئی بھی اگر اس برے اور فحش گناہ کا صدور ان سے ہوا ہے تو اس کو متعینہ سزا دی جائے گی۔ اسی طرح جہاں جہاں عدل کی ضرورت ہے۔ وہاں وہاں بھی ''حکم ربانی کے اصل اصول'' اعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی '' کے حکم عدل وانصاف پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔ یعنی مکمل حق کی آواز ودہائی دینی پڑیگی۔

اسی طرح سامنے والا اگر کمزور ہے تو صرف کمزور سمجھ کر قانون میں اس کے ساتھ رعایت کی بات ہرگز نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کسی فقیر کے لئے یوں نہیں کہا جائے گا کہ وہ فقیر ہے۔ اس لئے اس نے نماز نہیں پڑی تو کوئی بات نہیں۔ اسی طرح فلاں جاہل ہے۔ نماز پڑھنا کبھی سیکھا ہی نہیں۔ نہ کسی نے سکھایا ہے اس لئے چلو کوئی بات نہیں۔ ہرگز نہیں! یہ غلط ہے۔ قانون کی روشنی میں اللہ نہیں مانے گا۔ غریب زانی ہے تو اس کی غربت کی وجہ سے حد زنا اس پر سے معاف نہیں ہو جائے گی۔ نماز سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتا ہے۔

آریائی مزاج ہے :

افسوس صد افسوس کہ آج کل لوگ ایسے ہی خیالات کے مالک ہیں۔ زبردستی جیسا کہ لوگ اعجاز اور اس جیسے مزاج کے لوگوں کے تعلق سے کہتے ہیں۔ جبکہ پیچھے آیت نقل کر چکا ہوں ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' کہ کوئی کسی کا بوجھ کبھی بھی نہیں اٹھائے گا''۔ کے خلاف بوجھ لوگ دوسروں پر ناجائز بوجھ لادتے ہیں اور صف اپنے اوپر احسان وامداد کی راہ کے لئے منہ تکتے ہیں!

تف ہے لوگوں کے ایسے مزاج پر کہ وہ کسی کے گناہ کے بوجھ کو کسی اور کے سر زبردستی ڈال کر گناہ نہیں سمجھ رہے ہیں اور مظلوم کو مظلوم نہیں سمجھ رہے ہیں۔ دراصل یہ سب آریائی مزاج کے نظریات واحترام کے ذاتی پہلو ہیں۔ اسلامیات کی تعلیمات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے بغیر تحقیق کئے میرے خلاف بکنے والے شرعی طور پر پاگل ہیں۔ جنہیں بہار میں رانچی بھیجنے کی یقیناً ضرورت ہے۔ ایسے لوگ جان لیں کہ قرآنی دستور کو اپنے مزاج سے بدلنا حرام اور جہنمی مزاج ہے۔ دونوں جہان میں خیریت چاہتے ہیں تو اس مزاج کو فوراً طلاق دیدیں۔

قرآن کے مطابق چلنا فرض ہے :

نیز یاد رکھیں! قرآن کے قانون سے لوگوں کو چلنا ہر انسان کو خصوصا مسلمان کو چلنا فرض ہے ۔ جو لوگ مسلمان ہو کر معاشرت میں کسی کے گناہ کو کسی کے سر لادنے کو نیکی سمجھتے ہیں ۔ وہ بھی عملا وسیم رضوی ہی جیسا عملی دعوی کر رہے ہیں ۔ انہیں چاہیئے کہ قرآنی دستور کے خلاف اپنا آریائی سماجی عملی خیالات و عمل چھوڑ کر بلا وجہ کسی عالم کو بدنام نہ کریں ۔ بلا تحقیق علمائے حق کو بدنام کرنے والے کی تحقیق کریں اور غلطی کرنے والے کی غلطی ثابت ہو جائے تو انہیں نیک صلاح دے کر گھر اتحاد کی ہوا چلائیں اور نیک معاشرت کو جنم دینے کی کوشش کریں ۔

والدین سے اخلاقی رشتہ میرا مضبوط ہے :

واضح ہو کہ میرے والدین کے تعلق سے میرا رشتہ اخلاقیہ ہے ۔ وہ اتنا مضبوط ہے کہ اس طرح کا اخلاقی رشتہ پیش کرنے کے لئے میرا چیلنج ہے ۔ محلّہ کے ہر لڑکا اپنے والدین کی کتنی اور کس کس موقع سے خدمت کی ہیں ۔ وہ ذرا پروف لے کر سامنے آئیں ۔ کس نے اپنے والد کو نمک روٹی اور چٹنی روٹی حیثیت کے باوجود کھلایا ہے؟ اور کس حالت میں کس کے والدین اس دنیا سے واویلا کرتے اور کراہتے مر گئے ۔ اس کو ذرا اسٹیج پر لائیں ۔

بلا تحقیق جو میرے گھریلو حالت کو صرف جاہلوں سے سن سنا کر زہر ہلاہل گھول رہے ہیں ۔ اگر وہ والدین کے درجے میں ہیں تو وہ اپنی اولادوں کو سامنے حاضر کریں اور پروف دیں کہ ان کے ساتھ کتنے اچھے حسن سلوک ان کی اولادوں نے کی ہیں اور اخراجات کی بل مسجد میں قسم کھا کر بیان کریں کہ کتنی رقم منتقلی منی آرڈر اور فون پے یا گوگل پے یا ڈائریکٹ بینک اکاؤنٹ کے ذریعہ رقم بلا ناغہ بھیج کر اور دستی دے کر ان کے سپوت ہیں ۔

جب مجلس عامہ میں والدین کی خدمات کے پروف مل جائیں گے تو وہ سب مل کر ان اولادوں کے مالوں میں آگ لگا دیں اور شہر بدر کر دیں ۔ یقیناً وہ ایسے پروف کی مجلس میں آ بھی نہیں سکتے ہیں ۔ کیوں کہ ٹیس بھی نان یو وہی کا خون ہوں ۔ ہر گھر کے تھوڑے بہت حالات سے میں بھی واقف ہوں ۔ یہ چیلنج میر ان لوگوں سے بھی ہے جو کہ اولاد کے درجے میں ہیں اور اولاد کی فضیلت کی تعلیمات اسلامیہ کو ترک کر کے صرف والدین ہی کے فضائل کو پکڑ کر بیٹھے تقریر جھاڑ رہے ہیں ۔ انشاء اللہ ان کے مستقبل کے بھی ان کے والدین کے ساتھ کے تعلقات و حالات و حسن سلوک یا بدسلوکی کے ایام و زمانے بھی زندہ رہا تو ضرور دیکھوں گا ۔

والد صاحب بہت اچھے تھے :

جہاں تک میری بات ہے تو میں ڈنکے کی چوٹ سے اور چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ہر آڑے موقع سے والدین کی خدمت کی ہیں اور کر رہا ہوں۔ دوسری بات میں اپنے والدین کی خدمت کروں یا نہ کروں؟ اس سے کسی کو لینا دینا ہے؟ پہلے وہ اپنے بغل میں سونگھے کہ خوشبو آ رہی ہے یا بدبو؟ میرے خوشبودار بغل کو زبردستی بدبودار ثابت کرنے سے میرا خوشبودار بغل بدبودار اسی طرح نہیں ہوگا۔ جس طرح کہ سورج کو بیل خیال کرنے سے سورج بیل نہیں بن سکتا۔

ایسے لوگوں کو میں تنبیہ کرتا ہوں کہ وہ میرا نام ہرگز نہ لیں اور جو حرامی اور ٹھتھر ہیں تو لیں تو لیں۔ اس سے میرا کیا بگڑ جائے گا؟ کیوں کہ ''من آنم کہ من دانم''! میرے والد صاحب سے میرا رشتہ بہت اچھا تھا۔ وہ ذاتی طور پر بھی بہت اچھے تھے۔ ان سے قرآن وحدیث کی بات جب بھی میں ٹیلفون پر یا تنہائی میں سمجھا کر کی۔ فوراً مان لئے۔

نیاز کے مسئلہ کے موقع سے بھی ان کو شرعی مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے مسئلہ معلوم کر کے ہی تن تنہا اپنی مرضی سے اپنی جائداد مجھ سے رقم لے کر میرے نام کی اور اپنا بوجھا تارا۔ اس وقت ان کے لئے یہی فیصلہ شرعاً صحیح تھا۔ جسے سمجھ کر انہوں نے عمل کر لی۔ اس میں سجاد، اعجاز، نیاز، بلقس اور زلیخا خاتون کا ان کی زندگی میں حق مطالبہ اور اعتراض کا کوئی حق نہیں تھا۔ جب اولاد حقیقی کو کوئی حق نہ تھا تو پوتے کا حق کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ اس لئے ان کے اس ذاتی چیز کے عمل میں کسی کو دخل دینے کوئی جرأت نہیں۔

نیاز کے مسئلہ میں اعجاز نے پہلو تہی کی:

آج جبکہ نیاز والا مسئلہ ختم ہو کر کافور ہو چکا ہے۔ نیاز اپنے کئے کی سزا اسی دنیا میں پاتا ہوا ایسا بھٹک رہا ہے کہ بے چارہ کہاں ہے؟ کچھ پتہ نہیں! باپ کے جنازہ میں شرکت بھی نہیں کر سکا۔ معلوم نہیں کہ اس کو والد کے انتقال کی خبر بھی ہے یا نہیں! اعجاز میاں کو نیاز کی اس حالت سے بظاہر کوئی افسوس نہیں لگ رہا ہے۔ بس اپنی سہولت وٹھکانے کی سوجھ رہی ہے۔ جب اس بے چارے کا مسئلہ اٹھا تھا۔ تب بھی اس نے پہلو تہی اختیار کی۔ اس کے ساتھ کوئی ہمدردی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس نے اپنے پرسان حال کے مشوروں سے نیاز کے معاملہ کے حل کرنے کے لئے شرکت کرنے کے بجائے ان پرسان حال اور خیر خواہان لوگوں کے مشورۂ شر پر بکتوتی کرتا نیاز کے مسئلہ میں بالکل نہیں گھسا۔

اعجاز کا عمل نافرمانی کا عمل تھا:

جبکہ نیاز کے نازک موقع سے اعجاز میاں کا مکمل طور سے پہلو تہی اختیار کرنا اس کی بہت بڑی بداخلاقی اور والدین کے ساتھ نہ دینے کی وجہ سے بڑی نافرمانی کا عمل تھا۔اس وقت مسئلۂ شریعت کے ساتھ ساتھ عقل و اخلاق دونوں کا تقاضا تھا کہ اعجاز والدین کی مصیبت میں کام آتا! میرے اکیلے پن میں حضرت ہارون کے موسیٰ کے مدد کرنے کی طرح معاون بنتا۔اسے سوچنا چاہئے تھا کہ باپ ماں مصیبت میں ہیں۔ایک بھائی بھی غلطی سے گناہ کر کے مصیبت میں پھنس گیا ہے تو چونکہ موٹی رقم کا یہ بڑا مسئلہ ہے۔اس لئے اس عظیم اور خطرناک مسئلہ کو میں اور میرے بڑے بھائی دونوں مل جل کر حل کر لیتے ہیں۔میں نے بہت کوشس کی کہ اعجاز کسی طرح ساتھ ہو جائے۔لیکن وہ اس موقع سے اپنی بکتوتی والی تقریر کے علاوہ کچھ نہیں بکتا تھا اور بالکل الگ تھلگ رہا۔

بھائی کا کیا مطلب ؟

آخر کیا خونی رشتہ سے حقیقی بھائی اور والدین اور بیٹے کے رشتے کا یہی مطلب ہے کہ جب باپ اور ماں یا بھائی کسی عظیم سانحہ میں مبتلا ہو جائے تو زر و مال اور جان دونوں سے پلہ جھاڑ کر باہر باہر سے ہی تقریر کی جائے؟؟؟؟ ہرگز نہیں۔ایسے موقع سے گھر کے سب لوگوں کو متحد ہو کر مل جل کر معاملہ کو نمٹا دینا چاہئے تھا۔آج جبکہ اعجاز کو زمین نہیں ملی اور نان پور میں بے ٹھکانہ ہو گیا ہے تو اس پر لوگ اور اس کے حامیان اس کے اس ظاہری حالت پر ترس کھاتے ہوئے آہ! آہ! عش عش کر رہے ہیں؟ ان واویلا اور آہ آہ کرنے والے لوگوں سے میرا سوال ہے کہ اب جبکہ اعجاز نہتھا ہو گیا تو آپ کی نظر میں وہ قابل رحم اور قابل مدد ہے۔اس کی مدد کرنی چاہئے۔

لیکن جس وقت نیاز اور اس کے والدین اور ان کے ساتھ مفتی سجاد مشکل گھری میں نہتھے تھے اور اکیلا سجاد پاپڑ بیل رہا تھا۔اس وقت اعجاز موچنٹھ اور بداخلاقی کا جورویہ اختیار کر کے اپنا پلہ ذمہ داری اٹھانے سے جھاڑتا بنگلور ہی سے تقریر بدلیع کر رہا تھا۔پنچایت کے اندر سے بات چیت کی گئی۔تب بھی اس نے اپنی بنگلوری تقریر ہی کی تھی۔جس کا گواہ حضرت مولانا عبد القدوس قاسمی صاحب بھی ہیں۔اس وقت کسی کی زبان حرکت میں نہیں آئی کہ ''اعجاز غلط کر رہا

ہے۔ نافرمانی کر رہا ہے۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ آہ! مفتی سجاد بیچارہ اکیلا والدین کا سہارا بنا ہوا ہے۔ اعجاز کو بھی ساتھ میں رہنا چاہئے تھا۔

آخر! میرے لئے آہ! آہ! کیوں نہیں بولے؟ یہ حقیقت کیوں نہیں سوجھتی ہے؟ سارے شکایت کرنے والے حرامیوں کی آنکھیں آخر اندھی ہی کیوں ہو چکی ہیں؟ اگر مجھے اتنے سخت الفاظ نہیں لکھنے چاہئے تو میرے گھریلو معاملے میں کسی بدتمیز، سور کو کچھ بولنا بھی نہیں چاہئے۔ میں کسی کا کچھ کھا نہیں رہا ہوں یا۔ کسی کی ماتحتی میں نہیں ہوں۔ کسی کا قرضہ نہیں کھایا ہوں۔ کسی شیطان کے گھریلو معاملے میں بھی میں کبھی ثالثی بننے نہیں گیا ہوں کہ کوئی میرے خلاف یا میرے گھر کے تعلق سے بلا تحقیق زبان پر میرا نام لا کر میری حیثیت عرفی اور شبیہ کو بگاڑنے کی کوشس کریگا۔ یوں تو میرا نہ کچھ بگڑا ہے نہ انشاءاللہ بگڑے گا۔ البتہ اتنی سختی سے شکایت کرنے والوں کو شکایت سے برائے فریضۂ تبلیغ منع کر رہا ہوں۔ تا کہ خواہی مخواہی اور مفت کا گناہ خرید کر دوسرے کے مسئلہ میں پڑ کر خود کو کیوں گناہگار شا کی بنتے ہیں!!

سبھوں کو عاجز کر دی:

میں دوبارہ تحریر کر رہا ہوں کہ میرے خلاف بکواس کرنے والوں کو شرم و حیا ہے تو حقیقت معاملہ کی پہلے تحقیق کریں اور وہ جانیں کہ نیاز کے معاملے کے وقت خصوصی طور پر اعجاز میاں کا جو رویہ تھا۔ وہ بڑی نافرمانی کا رویہ تھا۔ اسی کے پہلوتہی کی وجہ سے گھر برباد ہوا ہے اور خود اس کا بھی ٹھکانہ ختم ہوا ہے۔ اس نے تو سب کو عاجز کر دی۔ اگر وہ ساتھ میں رہتا۔ یا نہیں بھی رہا اور پنچایت ہو گئی تو والدین کے ساتھ مل کر خفیہ مجھے علم میں لائے بغیر ان کو بنگلور کے لئے راہنمائی نہ کرتا تو سارا مسئلہ حل ہو جاتا۔ لیکن اس نے بھائی ہو کر شریعت کے خلاف عمل کرتے ہوئے گیم کھیلنا شروع کر دی۔ جبکہ شریعت گیم کھیلنے کا نام نہیں ہے۔ آخر جس چیز کے لئے گیم اور شطرنج کی چال چلا وہ حاصل ہوا؟ سچ ہے حقیقت کے خلاف محض اپنے مطلب کی حصولیابی کے لئے آج تک جس نے بھی بلا اختلاف مذاہب گیم کھیلا۔ اس دنیا میں جس نے بھی محض اپنے مفاد کے تحت بڑوں کے مشوروں کے خلاف اللہ بننے کی کوشس کی اور دوغلا پنی، سازش، خفیہ پلاننگ کی۔ مشیر کار اور اصلی حقدار امامت کی امامت کا سہرا اپنے سر لینے کے لئے اور حکم چلانے کے لئے تگ و دو کی۔ ان سبھوں کا سر اڑ گئے۔ ذلیل و خوار ہوئے۔ آئندہ بھی ایسے لوگوں کے تعلق سے یہی قانون ہے۔

''ارطغرل'' کے واقعہ میں غداروں کا کیا حال ہوتا ہے اور غداری کیسے اور کون لوگ کرتے ہیں؟ان کا کیا حال ہورہا ہے؟معلوم کر کے لوگوں کو سدھر جانا چاہئے۔
میرے گھر میں بھی جن لوگوں نے اپنی عقل زیادہ دیکھائی ہیں۔ وہی لوگ نقصان زیادہ اٹھائے ہیں۔ اتنا کچھ نقصان ہو جانے کے باوجود ابھی تلک آنکھوں پر انہیں پردہ ہی پڑا ہوا ہے۔والد محترم بھی دنیا سے چلے گئے۔ براہ راست اعجاز اور افسانہ نے والد صاحب کا منہ تک نہیں دیکھا۔دیکھا بھی تو بس مرا ہوا منہ دیکھا۔ہائے افسوس!کوئی حق پرست یہ نہی کہہ رہا ہے کہ آخر اعجاز اور افسانہ والد صاحب کی زندگی میں ایک بار آکر براہ راست بات کیوں نہ کی۔کوئی ان کو کوسنے والا نہیں ہے۔لیکن والد صاحب کو دفن کر کے والدہ کے لئے زندگی میں پہلی بار ایک ماہ کا راشن دلا کر بنگلور واپس آیا تو چونچلا پن کرتا محض زبانی نام کمارہا ہے۔اس زبانی نام کمانے سے اسے بھی جنت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔منتھلی خرچہ دینے اور بھیجنے کی تو دور کی بات ہے!والد صاحب کے جنازہ میں بھی شرکت میری ہی بدولت ہوئی۔ورنہ جوٹرین سے اترنے کے بعد حالات تھے۔ان کی روشنی میں اس کا پہنچنا سوالیہ نشان لگاتا ہے۔
اب جبکہ والد صاحب کے جنازہ میں مل جل کر ان کو کفنا دفنا دیئے۔تب تو اتحاد و اتفاق کی صورت لگانی چاہئے تھی!مگر اپنی عقل کو سر کی کھوپری میں رکھ کر بات کرنے کے بجائے عورتوں کی کھوپڑی سے بات کرتا اور غصہ سے بات کرتا ہے اور بجائے منہ بند کر کے اتحاد کی صورت لگانے کے نزاعی صورت کی بیج کو بو کر اپنے آپ کو معصوم و نہتھا چٹیل میدان میں ہکا بکا کھڑا لوگوں کے سامنے ثابت کرتا ہے۔یہی تو اس کی ہمیشہ سے پالیسی رہی ہے۔اسی پالیسی نے اس کو والدہ کا سر تھن دے رکھا ہے۔لیکن واضح ہو کہ انسان اپنے عمل سے اپنی زندگی کو بناتا ہے۔جھوٹ جھوٹ ہے۔سچ سچ ہے۔دونوں کے وجود کے بعد چھپنا مشکل ہے۔انسان کو اپنا عمل سچ سے جوڑنا چاہئے۔عدل سے متعلق کرنا چاہئے۔علامہ اقبال کا کیا ہی ناصحانہ اور خوب شعر ہے/ع:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے ناری ہے

کم از کم اسی شعر کو یاد کر کے اعجاز میاں اپنوں میں رہنے کی ترکیب کو جان لیتا تو شاید غیر شرعی

رو یہ وہ اختیار نہیں کرتا اور جہاں اس کی غلطی ثابت ہے وہاں پینترے بدل کر جھوٹ اور ناحق کو
وحق ثابت کرنے کی کوشش نہ کرتا!

لیکن بہت افسوس کا مقام ہے کہ وہ اور جن لوگوں سے اس نے دوستی رکھ رکھی ہے۔ وہ تمامی لوگ عقل کے پانچ درجوں ''احساس، عقل، شعور، ادراک اور بصیرت'' میں سے کسی خانہ میں بھی داخل نہیں ہیں۔ بس چوہا، بلی، کتا، سور وغیرہ جانور جیسے اپنے مطلب کے لئے در در ٹھوکریں کھاتا بالآخر کسی بل میں جا گھستا ہے یا کہیں اچانک مارا جاتا ہے۔ کسی کا قیدی بنتا ہے۔ وہی حال ہے ان لوگوں کا ہے۔ بلکہ ان کی مثال اس موچنٹھ شخص کی سی بھی ہے کہ پچاس کے جی کا موٹا سامنے والے شخص سے اٹھ نہیں رہا ہے اور وہاں اس کے سپورٹ کی ضرورت ہے تو وہ شیطان رف اخلاق اور قول پیش کرتا کہے کہ کوئی بھائی چارگی اور رشتہ ومحبت نہیں۔ مجھے اٹھانے میں اچھا نہیں لگتا ہے۔ تم خریدے ہو تو تم اٹھاؤ!

ٹھیک اسی طرح کا قول، اخلاق، رویہ اور سلوک اس نے نیاز کے موقع سے پیش کی تھی۔ اس وقت وہ صاف صاف یہی کہتا اور بکتا رہ گیا کہ: ''مجھے بہار ہی سے مطلب نہیں ہے۔ عبدالستار مرحوم ومغفور کی زمین و جائداد ہی سے مطلب نہیں ہے۔ نان پور ہی میں نہیں جانا ہے۔ مفتی صاحب ہی کو دے دیجئے۔ جو آگ میں جاتے ہیں۔ وہی جلتے ہیں۔ مجھے سکون کی زندگی جینا ہے۔ کسی کے بیچ میں نہیں جانا ہے۔ اکیلے ایک کونے میں جینا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی رشتے پھستے کی ضرورت نہیں ہے''۔

بتایئے! اس طرح کے ہرموٹھ اور بداخلاقانہ جملوں کو اعتراض کرنے والوں نے کیا کبھی سنی؟ اگر نہیں سنی تو اعتراض کرنے اور شکوہ سن کر شکوہ کرنے سے پہلے کیوں نہیں سنی؟ کیا یہ دغلا پن اور کسی پر اپنا نظریہ قائم کرنے کے اصول وقواعد کے خلاف نہیں ہے؟ اگر ہے اور کسی مخلص کو موقع نہ ملا تو سنیں۔ میں سناتا ہوں! صحیح حالات کی جانچ کریں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں چلیں اور نزاع کو حل کر دیں۔ کیوں کہ جب دو شخصوں کے بارے میں نزاعی خبر ملے تو اللہ تعالی نے چوتھے پارہ سورۂ نساء آیت نمبر ۵۹ رمیں حکم دیا ''اے مؤمنو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اپنے شرعی بڑے اور سرپرستوں کی اطاعت کر کے زندگی گذارو اور جب کبھی آپس میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور ان کے رسول ﷺ کے حکم کو معلوم کرنے کی طرف دوڑ کر اس کی عدالت سے جو

حکم ملے عمل کرو۔ یہی کام مؤمن اور آخرت پر یقین رکھنے والوں کا ہے''۔

یقیناً اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت سے رجوع ہو کر دونوں طرفوں کے حالات سے واقف ہو کر کچھ فیصلہ لینا مسلمان کا کام ہے۔ مسلمانوں کے لئے طرفین کے احوال سے ناواقف ہو کر یکطرفہ ڈنکا بجانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ نیز یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ ''مرض'' امیر وغریب کو نہیں دیکھتا ہے۔ سر درد آتا ہے تو درد سب کو ہوتا ہے۔ خرچ بھی سب کو ہوتا ہے۔ اسی طرح گھر میں اجتماعیت یا انفرادی طور پر جب حالات آتے ہیں تو گھر میں رہنے والے سبھی افراد کے لئے وہ درد سر ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔

لیکن جیسے میاں اعجاز کو نیاز کی وجہ سے جو درد گھر میں آیا اور اس کے پتھر دماغ میں درد نہیں گھسا اسی طرح اس کے معاونین و مددگار لوگوں بھی بلا درد اور بغیر جانے بوجھے دھڑلے سے شکایت اور بدتمیزی کرنے پر تل گئے۔

لیکن حقیقت میں وہ اپنے ہی لئے کنواں کھود رہے ہیں۔ ایسے لوگوں پر مجھے افسوس ہے کہ وہ اس حقیقت کو نہیں بولتے ہیں کہ ''اعجاز نے نیاز کے موقع سے بہت بڑی نافرمانی کی تھی۔ جس کی اب وہ سزا بھگت رہا ہے''۔ لیکن شکایت کرنے کو سبھی کو سوجھتا ہے۔ کیا بد دماغی ہے کہ جس نے سراپا نافرمانی کی۔ عین موقع سے شیطانی کی۔ والد محترم کی حیات تک کوئی راشن پانی نہیں۔ حتی کہ باپ کا مرا ہوا منہ دیکھنے آیا۔ باپ کو دفن کرنے کے بعد زندگی میں پہلی بار اور ایک بار راشن پانی خرید کر والدہ کو دے کر آ گیا تو سراپا سپوت بن گیا!۔

جبکہ ہاتھ میں ایک ہزار روپئے میں نے بھی والدہ کو دی۔ سلنڈر میں نے ہی بھر وادی تھی۔ سلنڈر کی قیمت اور ایک ہزار روپئے ملا کر آپ جوڑ لیجئے کہ کتنی رقم ہوئی۔ علاوہ ازیں راشن پانی کی بات پہلے میں نے ہی کی تھی۔ مولانا دانش قاسمی صاحب کے بھائی کامل کو بلا کر راشن اپنی موجودگی میں دینے کو کہا تھا۔ لیکن وہ نعیم الدین مرحوم کی دختر کی شادی میں مصروف ہونے کی وجہ سے بروقت نہیں دی۔ اگر وہ بروقت دے دیتا تو رقم میں ہی دیتا! لیکن صبح ہی میرا سفر تھا۔ میں سفر میں نکل گیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ چلو کامل میرے کہنے سے نہیں دیا تو ایک بھائی تو ہے نا! زندگی میں جس نے کبھی والدین کی باضابطہ خدمت کرنے کا شرف حاصل نہیں کی تو کم از کم باپ کے مرنے

کے بعد تو ایک بار تو والدہ کی خدمت کر لے۔میرے دماغ میں تقابل کی کوئی بات بھی نہیں تھی۔آخر تقابل کی اس میں وجہ کیا بھی کیا ہے؟ پھر اس کو پرچار کرنے کا کیا مطلب ہے؟ لیکن جب میں بنگلور جب چلا آیا تو معلوم ہوا کہ اس کا خوب پرچار اور نام ہے کہ کامل راشن نہیں دیا ہے تو مولانا اعجاز نے راشن ہینگ سے ہلدی تک والدہ کو دلا دیا ہے۔وہ بہت سپوت بیٹا ہے۔مفتی آیا صرف ادھر ادھر کر کے چلا گیا۔لیکن مفتی کا ایک ہزار روپئے۔سلنڈر بھروانے کی رقم والد صاحب کے ساتھ قبر میں دفن ہو گیا اور چھپ گئے۔مفتی نے خود اعجاز کے پلین کا جو اس کی رقم سے زائد ٹکٹ میں خرچ کی۔ونو بھا کاروالے کو پٹنہ سے نان پور تک اجرت دی۔والدہ کے زیور چھڑانے میں جتنی رقم اعجاز نے کہا نکال کر دیدی۔اس کا تذکرہ کرنا حرام ہو گیا! وہ بے حیثیت اور نا قابل پرچار ہو گیا۔جتنے دن رہے اتنے دنوں تک جتنے اخراجات ہوئے۔یہ کسی کو معلوم نہ ہوا۔بس سب لوگ اندھے ہو گئے۔لیکن سبھوں کو دیکھا کر جو اعجاز میاں نے والدہ کو راشن دلا دی تو بہت قابل تعریف عمل ہو گیا اور اخبار میں ہیڈنگ کی سرخی میں لکھا جانے لگا کہ ''میاں اعجاز کا خوب رو اور قابل تحسین عمل! خریدی والدہ کے لئے ''ہلدی سے ہینگ تک کا راشن''!

اللہ ہی کو معلوم ہے کہ عجاز میاں نے والدہ کو جو راشن دلائی اس کے بل کی کیا تفصیل ہے اور کتنے لاکھ روپئے کی ہے کہ اس کا یہ پہلا کام قابل تعریف ہو گیا اور اس کے پرچار کی تقابلی طور پر ضرورت پڑ گئی۔علاوہ ازیں سنا کہ پندرہ سو روپئے بھی ہاتھ میں دی۔

بہت اچھا! لیکن اتنے راشن اور پندرہ سو اعجاز والی رقم اور ایک ہزار میری والی رقم ملا کر ڈھائی ہزار اور پھر بردھا پنشن کی رقم، جبکہ سلنڈر میں نے بھروا ہی دیا تھا۔سب کے سب بس ۱۹؍مارچ سے ۳۰؍اپریل تک کے کل ایک ماہ گیارہ دنوں میں دو پیٹ کے اخراجات میں ختم کیسے ہو گئے؟ یہ ماننے والی تو بات بالکل نہیں ہے؟ نہیں کوئی سیسریس بیماری کی خبر ملی کہ سب پیسے ڈاکٹر کو دینے پڑ گئے؟ نہیں کوئی ڈاکٹر کی بل مجھے دستیاب ہوئی۔نا ہی بہتوں کی دعوتوں کی خبر ملی کہ سمجھوں کہ واقعتاً اچانک پکوان زیادہ ہونے کی وجہ سے گیس ختم ہو گیا اور رقم سب دواؤں میں ختم ہو گئی۔جبکہ میں سات آدمی کے خرچے چلانے والا علاوہ مہمانوں کی لمبی قطار میں اخراجات و پکوان کے ذمہ دار گھر میں ایک سلنڈر ڈیڑھ ماہ کے قریب تک چلتا ہے۔مگر میری ماں کے گھر میں صرف دو پیٹ میں پورا

ایک سلنڈر مع مکمل راشن وڈھائی ہزار مع بردھا پنشن رقم کی کل رقم کافور ہوگئے؟

اب جبکہ سب کافور ہوگئے تو جس بیٹے کے راشن کی تعریف ہو رہی ہے اور رقم کی تعریف ہو رہی ہے۔اس بیٹے سے کیوں نہیں دوبارہ خرچ مانگی جارہی ہے؟ وہ تو نا کارہ نہیں ہے نا؟ نا کارہ تو مفتی سجاد ہے۔جس کی رقم خدمت اور سلنڈر، قیام تک تمام رہائشی اخراجات سب کے سب والد صاحب کے ساتھ ہی دفن ہوگئے۔میں سمجھتا ہوں ہونا بھی چاہئے۔مجھے تعریف کی ضرورت نہیں۔سعادت نصیب ہوگئی۔بس یہی کافی ہے۔تعریف کی ضرورت مجھے نہیں ہے۔نا ہی ان سب کو معرض تحریر میں لانے کی ہے۔

مگر حالات ہی کچھ ایسے میرے ساتھ بنائے اور پیش کئے جارہے ہیں کہ ان کو بطور تذکیر کے تحریر کرنا ضروری ہوا کہ اتنا بھی ظلم سہنے کی طاقت میرے اندر نہیں ہے۔نا ہی اتنا ایک عالم دین بیٹے کو بدنام کرنا چاہئے۔نا ہی اس کے فریضۂ تبلیغ کے لئے نہایت نقصان دہ ماحول کسی ماں کو بنانا چاہئے۔اسی لئے حقیقت کو واضح کر کے لکھ رہا ہوں کہ والد صاحب کی وفات کے بعد جو اعجاز میاں کا راشن پانی دلانے کا عمل قابل تعریف سمجھا جارہا ہے اور اس کے عمل کو تقابلی طور پر پیش کی جارہی ہے اور اسے واہ واہی مل رہی ہے اور مفتی سجاد کی ہر عمل کو دفن کر کے جو شکایت کی زبان ہر جگہ کھلی ہوئی ہے کہ مفتی سجاد تو بس آیا اور ادھر ادھر کر کے چلا گیا۔اعجاز میاں نے والدہ کا خوب خیال کیا تو ایک مہینے کے بعد تو اب دو پیٹ میں راشن بھی ختم ہوگیا۔ڈھائی ہزار روپئے مع بردھا پنشن کے بھی غائب ہوگئے تو کیا قرآن مجید میں یہ لکھا ہے کہ ایک ہی بار ہینگ سے ہلدی تک کا جوڑ چیت کر بنگلور میں جا کر چت لیٹ جانا چاہئے۔بس ہوگیا۔یہی فسٹ اور یہی لاسٹ۔جنت مل گئی۔مفتی دوزخی ہے۔اعجاز بڑا سپوت ہے۔مفتی کپوت ہے۔اس نے باپ کو بڑا ستایا حتی کہ ''باپ چٹنی روٹی کھا کر اور بغیر کھائے سوکھ سا کھ کر مرا''۔

توبہ توبہ! کیا اور کتنے دغلے لوگ ہیں؟ تھو! کاش کہ ان دغلوں اور کمینوں کو محلّہ کے افرادوں میں سے کس کے باپ کس حیثیت سے مرے؟ کہاں مرے کی کیفیت معلوم ہوتی! تو یہ بات نہ بولتے! بہتوں کے باپ کو میں نے بھی دیکھا اور سنا ہے کہ گھر میں نہیں۔بلکہ اسٹیشنوں اور دوسروں کے در پر بلکہ فٹ پاتھ پر مرے ہیں۔بھیک مانگ کر اس دنیا سے گئے ہیں۔کوئی پرسان حال نہ

تھا۔لیکن مفتی سجاد کے باب عالیشان بلڈنگ میں عزت کی موت اور مفتی سجاد اور اپنی بہو صالحہ خاتو کی خدمت لے کر مرے ہیں۔لاکھوں روپئے کی خدمت اور جان سے بھی خدمت لے کر مرے ہیں۔جو لوگ کہتے ہیں کہ سوکھ سا کھ کر مرے ہیں۔وہ دغلے ہیں۔دغلی ہیں۔حاسد ہیں۔

محض الزام تراشی ہے :

پھر سوال یہ ہے کہ اعجاز جب اتنا خیال کرنے والا سپوت ہے تو چلو ایک بیٹا مفتی نا کارہ ہو گیا خرچ نہیں دیا تو بھر پور راشن پانی دینے والا اعجاز بیٹا تو تھا نا!؟ ایک نا کارہ کے بعد ایک اعجاز کار آمد اور خادم بیٹا کے رہتے ہوئے بھی باپ سوکھ سا کھ کر کیوں مرے؟ اس نے اپنے باپ کو اس حالت میں کیسے مرنے دی؟ اگر سوکھ سا کھ کر مرے ہیں تو اعجاز جیسے مہربان و مشفق اور ہینگ سے ہلدی تک جوڑنے والے پیارے بیٹے کی موجودگی میں باپ سوکھ سا کھ کر مرے اور اعجاز کو احساس تک نہیں؟ اس کی موجودگی میں سوکھ سا کھ کا لفظ تو نہیں آنا چاہئے نا؟

اس صورت حال میں اخراجات نہ دینے میں کیا مکمل نا کام اعجاز میاں نہیں رہا؟ باپ کے سوکھ کر مرنے کا گناہ کا ذمہ دار اعجاز نہیں ہوا؟ اس صورت میں شکایت کے لئے تنہا صرف سجاد ہی ہے؟ اگر ہے تو اعجاز کے بیٹے ہونے کی نسبت کا کیا مطلب؟ علاوہ ازیں خاندان کے بھی اعجاز کے مریدین میں سے بہتیرے دل و جگر کاٹ کر میرے والدین کے لئے اعجاز کے ایک اشارہ پر پورے خاندان کے لوگ تابعداری میں نچھاور کرنے والے افراد موجود ہیں۔بس ایک آواز میں بڑے ابا اور بڑی ماں کی حفاظت کے لئے مثل ارطغرل و عثمانی فوج رواں دواں ہو جاتی ہے۔اتنی مضبوط فوج اور اتنے افراد خاندان کے رہتے ہوئے اور اعجاز جیسے سپوت کی موجودگی میں والد صاحب سوکھ سا کھ کر مرے!! یہ تو یقیناً یہ حیرت کی بات ہے؟ اعجاز ایک اشارہ کرتا تو فوج اپنے کام میں لگ سکتی تھی نا؟

توبہ توبہ! جھوٹ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔سچ یہ ہے کہ اعجاز ہی کی ضدی پن اور والدہ کے یکطرفہ مزاج و ماحول نے ان کو تکلیف دی؟ سوکھ سا کھ کر مرنے کی بات تو محض ایک الزام تراشی ہے۔میرا دعوی ہے کہ میرے والد صاحب اللہ کے فضل سے بہت عزت سے وفات پائی۔کیوں کہ میں نے جو اخراجات دی ہیں۔ان میں سوکھ کر مرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔میرے اخراجات دینے کی دلیل میرا بینک اسٹیٹ منٹ موجود ہے۔محترم جناب مطیع الرحمان ماموں صاحب کے فرزندان جو بنگلور رہتے ہیں۔یعنی امداد، فیاض، ارشاد سب بھائی، رفاقت، مقصود، اسی طرح کچھ دنوں تک ماسٹر ظہیر

عالم مرحوم مغفور کے اکاؤنٹ سے خرچ بھیجا تھا۔ آج کل حضرت مولانا محمد دانش قاسمی، جناب چچا مرتضی اوران کے علاوہ دیگر دستی دینے والے احباب جن کی معرفت میں نے منتقلی رقم روانہ کی اوران کے علاوہ علاج ومعالجے کی مکمل بلس ابھی تک موجود ہیں۔ جن حرامی الدہر کو دیکھنا ہے۔ وہ میرے پاس آ کر دیکھ لیں اور مذکورہ اشخاص سے پروف لے لیں۔ وہ انشاءاللہ چشم دید گواہی دیں گے۔

ہاں غصہ غصی میں انسان ہی تو ہوں! دل ہی تو ہے۔ اللہ نے ہر ایک کے دل کو گوشت کا لوتھرا ہی بنایا ہے۔ سب کو تکلیف دہ ماحول سے تکلیف ہوتی ہے۔ اتنی خدمت کے باوجود جب اپنی ہجو ہی دیکھا اور سنا! تو کبھی دل الجھ گیا۔ علاوہ ازیں میرے بھی پانچ بچے ہیں۔ ان سبھوں کی تعلیمات کے اخراجات، اور رہائشی ضروریات راشن پانی کے ساتھ بیماری سیماری وغیرہ حالات سے الجھن پیدا ہوگئی تو ایک ڈیڑھ دو مہینے دیر سے خرچ بھیجا۔ لیکن بھیجا اور والدین کی ذمہ داری پوری پابندی کے ساتھ نبھایا۔ ایسی صورت میں جن کے کئی بیٹے ہوں تو ضروری نہیں کہ ایک بیٹا کبھی غصے سے یا اپنے حالات کی بناء پر خرچ نہ دی تو دوسرا بیٹا بھی نہ بھیجے اور والدین سوکھ ساکھ کر مریں۔ ایک بیٹا نہیں بھیجا تو دوسرا تو موجود تھا۔ پھر سوکھ ساکھ کر مرنے کا کیا معنی؟ اور اگر میں ہی پابندی سے خرچ دے رہا تھا اور کبھی دیر ہوئی تو والدین بھی اپنی اولاد کے احوال کے مطابق رابطہ اور لنک میں رہ کرار جسٹ کر کے رہتے ہیں۔ یہ تو ان کے حلم وبردباری کی صفت ہوتی ہے!

پس میرے اخراجات دینے کے معاملے میں جو میرے سامنے بلاتحقیق صرف سنی ہوئی باتوں کو دلیل بنا کر بولے گا تو دانت توڑ کر ہاتھ میں تا قیامت دیکھنے کے لئے دیدوں گا اور اگر میں نے نہ دے سکا تو خدا کے نزدیک سچ تو چھپ نہیں سکتا ہے۔ وہ تو صرف دانت ہی نہیں۔ بدن کے پوری دوسوآٹھ ہڈیوں کو چکنا چور قبر میں کریگا ہی!

اس لئے بکواس کرنے والوں اور میرے اوپر سوالیہ نشان لگانے والوں کو بھیجہ میں بات رکھ لینی چاہئے کہ میں پکی دلیل کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے ہی گھر کی پوری ذمہ داری نبھائی ہے۔ لیکن پھر بھی میری ہی شکایات آخر کیوں؟ کس کا میں نے کیا بگاڑا؟ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کے دلائل کے ساتھ پروف دیں؟ ورنہ خدارا اپنا غلیظ منہ بند رکھیں! اور حقیقت کو سمجھیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حاسد شکایت کرنے سے نہیں چوکتا! تعریف بدمعاشوں کی ہورہی ہے اور زمانہ میں تاریخ بھی اسی کی ہے۔

اسی طرح شکایات کرنے والے کمینوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ نیاز کے موقع سے جو بنگلور سے تین بار آنے جانے اور زمین کے مسئلہ کو حل کرنے میں اور پنچایت میں موجود رہ کر گھر کے سبھوں کو جیل کی بدبودار ہوا کھانے ے بچانے میں زندگی کا سب سے اہم رول مفتی سجاد نے ادا کیا تھا۔اس وقت کہتے کہ مفتی سجاد سپوت ہیں اور اعجاز کتنا کتنا بڑا کپوت ہے کہ وہ والدین اور بھائی کے لئے خرچ نہیں دی تو سہی ۔کم از کم حاضری دے ایک یونٹ کی حاضری دے کر طاقت سے ساتھ تو رہتا! مگر نہیں! اعجاز پھر بھی سپوت ہے اور مفتی سجاد کپوت!

اسی طرح جس وقت والد محترم کو لہے کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے تکلیف میں چنگھاڑ رہے تھے۔اس وقت ان کے علاج میں بنگلور تا نان پور اور نان پور تا بنگلور کے سفر خرچ کے ساتھ پونے دو لاکھ سے زائد کا جو خرچ ہوا تھا۔جس میں مولوی اعجاز کا ایک آنہ بھی شامل نہیں۔ یہ سعادت اللہ نے میرے لئے فراہم کی تھی۔اس وقت راشن دینے والے اعجاز کی تعریف کرنے والے شیطان فیصلہ کر کے کاش کہ تقابلی جملہ بولتا اور سپوت و کپوت میں فرق کر کے سپوت کی تعریف کرتا! مگر نہیں! حسد کہاں کسی کو تعریف کرنے دیتا ہے۔ پھر بھی اعجاز ہی سپوت ہے۔کی دہائی ہے۔

اسی طرح خود اعجاز دلی سے برسوں غائب رہنے کے بعد مار پیٹ کھا کر ٹی بی کا مرض لے کر مکمل دبلا پتلا ہو کر بنگلور کی سرزمین پر مفتی سجاد کی گود میں جو پناہ لی تھی۔اس وقت جو اس کی میں نے بھائی سمجھ کر جان بچائی تھی اور میری بیوی جوان کی بیوی کی طرح خدمت گذاری کی تھی۔اس وقت کے ایام کو دغلے اور کمینے لوگ معلوم کر کے ذرا سا رشک کرتے اور مفتی سجاد کی تعریف کر کے حوصلہ بڑھاتے اور مزید خدمت گذاری کے لئے دل کو بڑا کرتے! تو کیا ہی انصاف کی بات ہوتی! مگر نہیں! آخر کیوں کریں گے۔حسد تو اس طرح کی تعریف سے روکتا ہے نا! بہر حال اعجاز ہی سپوت ہے کا نعرہ بلند ہے۔

اسی طرح اعجاز جب بھاگا بھاگا اور مارا مارا پھر رہا تھا اور چور کے ساتھ دعوتیں کھا رہا تھا۔اس وقت افسانہ کے حالات نان پور میں نہایت خراب تھے جن کو پورے محلّہ کے لوگ اور شکایت کرنے والے لوگ بھی جانتے ہیں۔ایسے افراتفری کے موقع سے جناب اشرف ماموں اور والد صاحب مرحوم کے ہمراہ افسانہ خاتون کو کس حکمت عملی سے شاگرد عزیز حافظ محمد گلاب ساکن مدھوبنی کے ذریعہ اپنے پاس بنگلور میں بلا کر پناہ دی اور دونوں کی زندگی کو جوڑ کر ایک خوشحال زندگی

بسر کرنے کے لئے جو زندگی کی ان سیٹنگ معاشرت کو سیٹ اور فٹ کر دیا۔اس وقت کے حالات کوئی شکایت کرنے والے حرامی کو کیوں نہیں معلوم؟اگر معلوم ہیں تو بھی اعجاز ہی کی تعریف اور مفتی سجاد کی شکایت چہ معنی دارد؟

اسی طرح جب نیاز کی شادی ہو رہی تھی اور مجھ سے کچھ مشورہ نہیں لیا گیا تھا اور اچانک جب میں گھر آیا تو دیکھا بڑے بیٹے اور بھائی کے مشورہ واطلاع کے بغیر ہی گھر میں شادی خانہ آبادی رچائی جارہی ہے؟تعجب ہے!!اس وقت جو سر پر بوجھ پڑا تھا تو شہید ماموں سے ایک گائے خرید کر بھوج بھات کی تھی۔یہاں تک نوشہ صاحب کے لئے نئے کپڑے تک نہیں تھے تو میں نے اپنا جبہ شادی میں عطا کی۔جس کو پہن کر نیاز صاحب کی ناقص شادی ہوئی تھی۔کوئی گواہی دے یا نہ دے مگر حضرت مولانا حبیب الرحما قاسمی شیدا صاحب اس شادی میں موجود تھے۔وہی اس منحوس نکاح کو بھی پڑھائے تھے۔مگر بعد میں جو کچھ ہوا اس کے تعلق سے انہوں نے پیشین گوئی بھی کر دی تھی۔اس شادی خانہ آبادی میں جس کو اطلاع نہیں تھی۔اس کے تو پچیس ہزار خرچ ہو گئے اور جس صاحب اعلی مولوی اعجاز کی پشت پناہی سے شادی ہوئی تھی۔اس کی شرکت تک نہیں ہوئی اور پیسہ تو در کنار۔لیکن نام کمائی کا سہرا اسی کو ملا۔اس شادی کی حقیقت سے انکار اعجاز اور اس کے حامیان کی اس معاملے میں دنیا میں زبانیں تو کر دیں گی۔مگر قیامت میں جن جن جگہوں پر جس جس طرح اس معاملے میں مجھے چھوڑ کر اہل خانہ نے مشورے کئے۔وہ سب ریکارڈنگ اللہ تعالی کھول دیگا۔اس وقت تو انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

اسی طرح پگلی بہن کی شادی کے تعلق سے جناب عاشق چچا کے حوالے سے بات چیت مجھے فون پر کروائی گئی اور بت غلط جملہ مجھے بولا گیا جو نقل کرنے کے قابل تو نہیں ہے۔لیکن حضرت شیخ سعدی کا کہنا ہے کہ ''نقل کفر کفر نہ باشد'' کفر کا برائے مثال و دلیل نقل کرنا گالی نہیں اور کفر و گناہ نہیں۔اس لئے حقیقت کی وضاحت کے لئے میں اس گالی کو بھی نقل کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم لوگوں کے ''گانڑ'' میں دم نہیں ہے۔اس لئے ہم لوگ شادی کر دیتے ہیں۔جبکہ میں نے منع کیا تھا کہ پگلی کی شادی کی ضرورت نہیں ہے۔یہ فضول کام ہو رہا ہے۔ان لوگوں نے سختی اور زبردستی جب کی تو میں نے کہا کہ ایک ہی تو پگلی بہن ہے۔اگر شادی ہی کرنی ہے تو رکئے۔رمضان

آ رہا ہے۔ میں رمضان بعد آ ؤنگا۔تب دھوم دھام سے شادی کریں گے۔لیکن اہل خانہ رکے نہیں اور میری موجودگی کے بغیر اور منع کرنے کے باوجود اس پگلی کی شادی ایک شرابی اور جاہل لڑکے سے کر کے عزت و ناموس کو تار تار کر دیا گیا اور شادی بھی اس شرط کے ساتھ کی گئی تھی کہ لڑکا ہمیشہ کے لئے اسی اٹھارہ دھور زمین پر نان پور ہی میں رہائش پذیر رہے گا۔لیکن اب جو جھگڑا ہے۔اس میں کمی کرنے کے لئے اللہ تعالی نے وہ صورت لگائی کہ بعد میں پھر گھر والوں ہی نے مجھے اطلاع کئے بغیر طلاق بھی زبردستی لے لی گئی۔جس کی اطلاع براہ راست خود مجھے لڑکے نے ایک موقع سے جب بریل جانا ہوا تو دی۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

دنیا دیکھ رہی ہے کہ آج کس کے ''گانز'' میں دم ہے۔کس نے نان پور میں اپنی طاقت سے اور اللہ کے فضل سے کیا کیا ہے؟ وہ واضح ہے۔لیکن افسوس یہ ہے کہ پگلی کی شادی کی بلا مشورہ کے اور پھر پیشین گوئی کے موافق طلاق کتنی عیب و تعجب کی بات ہے۔اس تعجب میں بھی تعجب یہ کہ گھر کے ستون جیسے عالم بیٹے کے مشورہ کے بغیر پگلی کی شادی کی پگلپانہ کام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر اس ماحول میں آگے آ کر صحیح راہنمائی کرنے والا مولوی اعجاز کے بارے میں کچھ رول نہ سنا اور اسی کی تعریف ہو رہی ہے۔کیا زمانہ ہے؟

اسی طرح مولوی اعجاز کو نان پور سے لے کر یوپی، ہماچل، تامل ناڈو اور دیوبند تک اور دیوبند سے لے کر بنگلور اور مدرسہ مظاہر العلوم سیلم تامل ناڈو تک کی پوری زندگی تعلیمی مراحل جو میں نے بیٹے کی طرح پرورش اور اخراجات کئے۔اس وقت کی صرف ڈھائی ہزار کی ملازمت میں کس طرح میں تکلیف سے اپنی فیملی کے ساتھ کرناٹک میں وقت گذاری اور سبھوں کی نوکری کر رہا تھا اور گھر میں بھی اخراجات ماہانہ دے رہا تھا۔اگر چہ ان ایام میں بھی لا بھی لگا بچہ اب اعتراض کرتا ہے کہ مجھے خرچ کے لئے نہیں دیتے۔ممکن ہے کل اس وقت کے باپ کے خرچے دینے میں بھی اعتراض کر دے کہ باپ کو چاہئے تھا کہ میرے نام سے منی آرڈر کرتے! مگر انہوں نے میرے نام خرچ نہیں بھیج کر ظلم کیا۔ویسے پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں فرعون کی مثال کے تحت کہ مقابلے اور ضد میں ہر سوال و نکتے کا جواب ہوتا ہے۔خدا ہی کو معلوم ہے کہ کس حقیقت بیانی کے ذیل میں کون سا اعتراض اور نکتے وہ نکال دیتا ہے۔کیوں کہ سنت آدمؑ پر عمل کرتے ہوئے اس کے اندر حقیقت کو

قبول کرنے کی تو عادت نہیں ہے کہ اعجاز غلطی مان کر متحد ہو جائے گا۔مگر اس کے حقیقت کے انکار کر کے اس پر اعتراض کرنے سے قاعدہ کی روشنی میں حقیقت نہیں بدل جائے گی اور یہ حقیقت ہے جو اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کتنی تکلیف سے میں نے اس وقت اخراجات کی۔لیکن اس کے نزدیک وہ سب کافور ہو گئے؟ اس وقت کی حالت کی معلومات کر کے کوئی حرامی الدہر کو مفتی سجاد کی تعریف نہیں سوجھی۔مگر والد کے مرے منہ دیکھنے کے بعد والدہ کو صرف ایک مہینے کی راشن سبھوں کو جو دکھا کر خرید کر بجائے اتحاد قائم کرنے کے نا اتفاقی کا ماحول پیدا کر کے اور مزید شکوہ ہو۔اس کی بیج بو کر بنگلور جا کر پناہ لے لی ہے۔وہ سبھوں کو سوجھ گیا اور وہی بہت قابل تعریف ہو گیا!

آخر! کیا حرامی پن اور دغلا پنی ہے لوگوں کے اندر؟ آخر میرے گھر کے بیچ میں لوگ بول کر خود کو گناہگار کیوں بنتے ہیں؟ یہ کیا سور کتے کا دماغ ہو گیا کہ لوگوں کو صرف گندگی ہی کھانی سوجھتی ہے کہ میری طرف کے حقائق کو نہیں دیکھتے ہیں اور جس بیٹے نے بچپن سے والدین کی فرماں برداری کی۔گھر کی حفاظت و پوری باغبانی کی۔اب تک جو گھر محفوظ ہے۔اس کی پوری نگرانی کی۔اسی کی بالخصوص شکایات کی جارہی ہیں اور جس بیٹے نے پیدائش سے لے کر والد صاحب کی موت تک نافرمانی کی۔منہ بھی مرا ہوا ہی دیکھا۔وہ بھی مفتی سجاد ہی کے طفیل میں تو اس بیٹے کی اس کی موت تک شکایت کرنے کی شیطانوں نے ٹھان لی ہیں۔

لیکن کوئی بات نہیں۔سچ میں کوئی آنچ نہیں۔مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ شکایت کرنے والے شکایت کر کے مجھے ہی نفع پہنچا رہے ہیں اور خود اعجاز میاں ہی کو تکلیف اور گھاٹے میں رکھ رکھا ہے۔بلکہ حقیقت یہی ہے کہ شکایتیوں اور جاہل پشت پناہوں کی وجہ سے ہی اعجاز اور افسانہ گھاٹے میں ہیں اور آئندہ بھی یہ لوگ اگر دوست و دشمن اصلی کی شناخت کئے بغیر یہی رویہ رکھا تو گھاٹے میں ہی رہیں گے۔اگر شکایت کرنے والوں کو اعجاز سے محبت ہوتی تو میرے سامنے اعجاز کی غلطی کو بتا کر اسے الرانا اور ڈانٹنا چاہئے تھا۔اس کی گھریلو معاملات میں خدمات کی تحقیق کر کے توبہ تلا کروا کر معافی منگوا کر ملا جلا کر متحدانہ زندگی گذارنے کی صورت لگا کر اس کے ٹھکانے کا انتظام کرنا چاہئے تھا۔اس نکتہ کو بحیثیت چھوٹا ہونے کے کسی ثالثی کے بغیر خود اعجاز کو بھی سمجھنا چاہئے تھا۔لیکن! مرض بڑھتا گیا۔جوں جوں دوا کی۔

افسوس صد افسوس کہ انہی لوگوں سے اس کی دوستی و یاری ہے۔ جن لوگوں کی ظاہری محبت و دعوت نے اس کو تن تنہا چھوڑ رکھا ہے۔ سچ ہے کہ رع:

عزت و ناموس کو جن کے گھر سے خطرہ لاحق تھا
اسی کے ہاتھ سے صنم جام پیتے ہیں

چنانچہ خاص کسی آڑے اور مرض کے پیش آنے کے مواقع سے ایک کوڑی سے بھی جو لوگ معاون نہیں بن سکتے ہیں۔ انہی کے مشوروں پر چل رہے ہیں اور یہی نصیحت الٹے مفتی سجاد کو کر رہے ہیں اور جو بھائی اس کے آڑے موقع پر محافظ بنے ہیں اور بنیں گے۔ اسی سے بغاوت کر رہا ہے۔

شکایتیوں کو گنا ہگار بننے دینا نہیں چاہتا:

خیر! جو لوگ میری شکایت کر کے ایک عالم دین کے خلاف بکواس کرتے ہیں اور موجب گناہ ٹھہرا رہے ہیں۔ میں ان شکایتیوں کو اپنی شکایت کر کے گناہگار بننے دینا نہیں چاہتا۔ کیوں کہ میں ایک مفتی ہوں۔ لوگ شکایت کرتے ہیں اور میرے خلاف ذَلیلانہ جو الفاظ استعمال کرتے ہیں تو مجھے ذاتی طور پر تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ لوگ اپنی نیکی میرے کھاتہ میں ڈال کر میرے اوپر احسان کر رہے ہیں۔ لیکن اس بات سے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ آخر وہ بھی مسلمان ہیں جو میرے گناہ کو اپنے کھاتے میں لے کر خواہ مخواہ کیوں جہنم میں جلیں گے۔ ان کو جہنم سے بچانا بھی ایک مفتی و عالم دین پر تبلیغی ذمہ داری ہے۔ اس لئے اس کا علاج یہی ہے کہ ان شکایت کرنے والے لوگوں کو حقیقت کا چشمہ پہنایا جائے۔ اسی لئے یہ کتابچہ لکھا ہوں۔

شاکیوں! سنو!

اس لئے شکایت کر کے گناہ اٹھانے والے شاکیوں! سنو! نیاز کے معاملہ میں اعجاز جو الگ تھلگ تھا۔ اس نے والدین کے ساتھ بنسبت بیٹے ہونے کے بہت بڑی نافرمانی کی۔ اس وقت اسے نرمی کے ساتھ مشورہ خیر کے ساتھ ساتھ خواہ جہاں سے اور جیسے بھی ہوتا! کچھ نہ کچھ رقم دینی واجب تھا۔ آخر! بیماری سیماری اور اچانک کے حوادثات کے مواقع سے فقیر بھی اپنے مسائل کو کسی طرح جان کو جوکھم میں ڈال کر حل کرتا ہی ہے۔ اسی طرح والدین بھی اس دنیا میں آنے کا سبب اور محترم نعمت ہیں۔ ان کی پریشانی اپنی پریشانی جاننا چاہئے۔ ایسے موقع سے مکمل پالو پٹک دینا۔ مکمل فقیر بن کے دوسروں پر بوجھ ڈالنے کی ترکیب وصورت لگانے لگنا۔ حرام ہے۔ ڈاکٹر کسی فقیر کا آپریشن مکمل فری میں نہیں کر دیتا ہے۔ بلکہ تھوڑی بہت رعایت کر کے فیس و دوائیوں کے

اخراجات ضرور لیتا ہے۔خواہ اسے اس بل کی ادائیگی کی خاطر مریض اوراس کے اہل خانہ کو چندہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔اسی طرح اعجاز بھی اپنی فیملی بچوں کے اچانک کے حالات میں اُرضا قرضا ،الٹاسلٹا ، ہیر پھیر کرتا ہی ہے۔رشتہ داری ،سفرخرچ کرتا ہی ہے۔اپنی رہائشی تمام ضروریات کی سیٹھوں کے مثل خریدتا ہی ہے۔تحفے تحائف اور دوستی نبھاتا ہی ہے اور نبھانا بھی چاہئے۔ابھی والد صاحب کے انتقال کے موقع سے بہار جا کر آنے میں اس نے خواہی مخواہی خرچ کیا ہی ہے۔اسی نے والد صاحب کے تعلق سے گھر جانے کے لئے فون سے مشورہ لیا۔میں خوش ہوگیا۔ساتھ میں ٹکٹ بنانے کے لئے اس نے رقم بھیجی۔کہاں سے یہ رقم بھیجی؟اس وقت فقیر کیوں نہ بنا؟ کیوں نہیں کہا میں فقیر ہوں۔مجبور ہوں۔جانے نہیں ہوگا۔لیکن جانا چونکہ ضروری تھا۔ایسے ہنگامی اورضروری مواقع سے خواہی مخواہی ارضا قرضا الٹا سلٹا کر کے سفر کرنا ہی انسانیت ہے۔اس لئے رقم جہاں سے بھی ہوانتظام کیا اور ساتھ میں ہمسفر ٹرین سے ٹکٹ بک کر والی گئی۔

میں خوش تھا:

لیکن اچانک ٹرین ہی میں تھے کہ والد صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو پھر پلین سے جانے کی صورت لگائی۔اس کے پاس اس کے کہنے کے مطابق صرف پندرہ ہزار روپئے تھے۔مکمل دس آدمیوں کا سفر تھا۔سات ہزار روپئے پلن کا ٹکٹ تھا۔ستر ہزار تو یونہی خرچ تھا۔علاوہ واپسی ٹکٹ اور دیگر اخراجات غیرہ کے کل پونے دولاکھ کا خرچ ہوا۔آخر کس نے کی؟اس وقت بھی اسے پالو پٹک دینا چاہئے تھا۔فقیر بن جانا تھا۔لیکن باپ کی موت کے درد نے مل جل کر جس طرح کام کرنے کا احساس نے ہمت سے آگے بڑھایا۔اس میں ساتھ رہا تو اس کی فیملی کے لئے اس سے جو بن پڑا۔ پندرہ ہزار دیا۔میں خوش تھا اس لئے اس کی مجبوری انی مجبوری سمجھا۔کوئی تقابل نہ کیا اور پلین ٹکٹ میں اس کے بقیہ اخراجات میں نے ہی کیں۔ان کو کہاں اس سے میں نے واپس مانگا؟

اسی طرح نیاز کے موقع سے بھی اچھی رہائش اختیار کرتا۔مل کر رہتا۔جو حالات پیش آئے اپنی حیثیت سے شریک رہتا یا اخلاقی دائرہ میں اپنی پریشانی ظاہر کر کے کم از زبانی طور پر اور مشوتا ہی ساتھ دیتا اور جاہلوں کی سازش سے الگ رہتا تو!اس وقت بھی میرا اسی طرح کا رویہ رہتا! تو آج اس کا ٹھکانہ نان پور میں رہتا!لیکن اپنے بغل کی بد بو سوجھتا نہیں ہے اور ٹھکانہ جب غلط

کرتوت سے خود خود ختم کر کے الزام محسن اعظم پر ہی ڈالتا اور شکایات کا بازار گرم کر رکھا ہے کہ توبہ کی توفیق بھی نہیں ہے۔ پھر جس طرح وہ مجھ سے چھوٹا ہے اور میرے اوپر جس طرح اعجاز کے لئے اس کے چھوٹے ہونے اور جاہلوں کے غلط قانون ''اُو بڑکاہی'' کی روشنی میں مدد اور احسان کرنا ہر حال میں فرض ہے تو اعجاز بھی تو نیاز کے لئے ''بڑکاہی'' بھائی! اس کو بھی تو نیاز کے حق میں میرے اوپر جو قانون نافذ کیا جاتا ہے۔ نافذ ہونا چاہئے! نیاز بھی اس کا برابر کا بھائی ہے نا! ان جگہوں کے مسائل میں بھی تھوڑا بہت شیئر اسے کرنا فرض اور قرض دونوں تھے۔

میں اعتدال کے سا تو چاھتا تھا:

اسی لئے میں چاہتا تھا کہ نیاز کے مسئلہ میں ذرا تم قرضہ کرو۔ ذرا میں قرضہ کرتا ہوں۔ ذرا تم بوجھ اٹھاؤ۔ ذرا میں اٹھاتا ہوں۔ اس سے مسئلہ آسان ہو جائیگا۔ کیوں کہ ایک بوجھ والی چیز کئی آدمی مل کر اٹھائے تو بحسن وخوبی اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے آؤ اٹھاؤ! لیکن اس وقت وہ عورتوں کا مقتدی بنا ہوا تھا۔ والد صاحب کے انتقال کے موقع سے گھر جانے میں جس اخلاق وحسن سلوک کا جو رویہ اس نے پیش کی۔ اس سے دل باغ باغ ہو گیا تھا اور مطمئن ہو گیا تھا کہ اب سے ہم دونوں فیملی متحد رہیں گے اور نان پور میں ایک نئی اتحاد کی مثال بنیں گے۔ یہی مثال نیاز کے موقع سے بھی اسے پیش کرنی چاہئے تھی۔ مگر یہ رویہ بس اس کا سفر تک ہی تھا۔ نان پور پہنچتے ہیں جاہل دوستوں اور عورتوں کا مقتدی بن گیا۔ کاش کہ نیاز کے موقع سے بھی وہ موجودہ سفر میں جس طرح سلوک پیش کیا تھا کرتا تو نان پور میں اس کا ٹھکانہ موجود رہتا! مگر جب غلط عادت فطرت بن جاتی ہے تو وہی اثر زندگی بھر رہتا ہے۔ اسی خاصیت کی وجہ سے جس طرح کا رویہ نیاز کے موقع سے پیش کر کے اور خفیہ پلاننگ میں عورتوں کے مشورہ سے شیر کر کے اس کی امامت میں خود کو مقتدی بن کر جس طرح ہمیشہ کے لئے اپنا نقصان اٹھالیا۔ پھر اسی رویے کی طرف عود کر آیا۔

زمین چاھئے تو شیئر کرو:

اب جبکہ سب کچھ جل بھن چکا ہے۔ اس صورت حال میں بھی یوسفؑ کی طرح رول ادا کر سکتا ہوں۔ لیکن عدل و انصاف کے ساتھ۔ وہ یہ ہے کہ اگر اعجاز میاں کو زمین چاہئے تو وہ شیئر کرے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ والدین کی مصیبت کے وقت کا سارا خرچہ اور جو تعمیراتی اخراجات ہوئے ہیں۔ ان میں نصف نصف خرچہ مجھے دے۔ رجسٹری خرچ اپنا کریں اور زمین

واپس لے لے۔ ورنہ اپنے کیئے عمل کی سزا بھگتے! چھوٹی موٹی رقوم سے تو میں بھائی ہونے کی حیثیت سے مدد کرتا ہی رہتا ہوں۔

جیسا کہ ابھی پلین کے اخراجات کے بارے میں آپ نے اوپر پڑھا۔ اس سے پہلے بھی شرف الدین کے آپریشن میں دس ہزار روپۓ سے میں نے مدد کی ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی جو ممکن ہو سکے گا۔ دیکھا جائے گا۔ ان سبھوں کا کوئی حساب و کتاب نہیں۔ اس کے ساتھ اس کی پیدائش کے بعد سے اب تک کا جو رویہ اور تعاون رہا ہے، اور تکلیف پہنچنے کے بعد جو میں نے ان سبھوں کو معرض تحریر میں لا کر شو کیا ہوں وہ سبطور احسان جتانے کے نہیں ہیں۔ بلکہ بطور تذکیر و تبلیغ واصلاح کی غرض سے ہیں۔ جس کا معنی پہلے پڑھ چکے ہیں۔ سمجھ چکے ہیں۔ مگر نیاز کے مسئلہ میں ضد اور موٹی رقم کے کیش کی بات ہے۔ سال 2011ء سے اب تلک جو نیکی آسانی سے نہیں کمائی۔ اب ذلت اٹھا کر کیوں احسان کر کے وہ نیکی کماؤں؟

یہی تو شیطان کی پالیسی ہے:

علاوہ ازیں والدین کے بوجھ کو اٹھانے سے پیچھے ہٹنے کی بھی بات ہے۔ میں والدین کے اخراجات دینے کا حامی ہوں۔ مخالف نہیں۔ بدھو اور شیطان لوگ حقیقت کو شیطان کی طرح الٹ معنی کر پیش کر رہے ہیں تو یہ ان کی شیطانیت ہے۔ آدم وحواؑ کو بھی شیطان نے جلن سے ان کے لئے جنت میں جس پھل کے نہ کھانے کا حکم اللہ تعالی نے دیا تھا۔ شیطان نے اللہ کے اس حکم کو الٹا کر کے آدم وحواؑ کے ذہن کو پھیرا اور پھل کو کھلوا کر دشمنی نکالی تھی۔ یہی تو شیطان کی پالیسی ہے۔ آج بھی حکومتی سطح پر بھی جو مسلمانوں کو ہر معاملے میں ملزم و گناہگار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اسی پالیسی کے تحت ہے۔ غلطی خود کفار کرتے ہیں۔ فساد کی بیج خود باطل بوتا ہے اور الزام مسلمانوں پر ڈال کر انہیں کو قید کیا جا رہا ہے۔ پیٹا جا رہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں اور مؤمنوں کو چاہئے کہ وہ سنی سنائی باتوں پر خاص طور سے حقیقت کی چھان بین کریں۔ میرے تعلق سے شکایت سننے پر مجھ سے رابطہ اور تحقیق کئے بغیر غلط ذہنیت بنا لینا۔ متنفر ہو جانا از خود گناہگار بننا ہے۔

کوئی مفتی مسئلہ کو نہیں بدل سکتا ہے:

چونکہ دنیا میں اصل جنگ ''حق کی جنگ ہے''۔ ورنہ مرنا تو سبھوں کو ہے۔ کسی کو زندہ رہنا نہیں

ہے۔اگر صرف احسان و مروت ہی کی بات ہوتی تو تمام فقراء کی کفالت کے لئے تمام مالداروں پر منتقلی تنخواہ جاری کر دی جاتی۔ بلکہ ان کو کمانے کی محنت ہی سے سبکدوش کر دیا جاتا۔لیکن مسلم شریف کی حدیث ہے ''مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیدٌ'' کہ جو اپنے جائز حق مال کے لئے جنگ کرے اور اس میں وہ شہید ہو گیا تو وہ شہید ہے''۔اس کا مطلب ہے کہ حق کی جنگ لڑنی ضروری ہے۔تاکہ باطل کو کنارہ کیا جائے۔اس لئے نیاز کے معاملہ میں بھی حق کی لڑائی ہے۔برسوں سے یہ جنگ جاری ہے اور جیسے کورو پانڈو کی جنگ کے موقع سے پانڈو کے مشیر'' شری کرشن''جی (جنہیں نبی متصور کیا گیا ہے) نے جب پانڈوؤں نے اپنا قدم صرف اس لئے پیچھے کرنا چاہا کہ اپنی ہی تلوار سے اپنے بھائی اور رشتے دار لوگ کٹیں گے۔لیکن شری کرشن نے پانڈوؤں کو جنگ پر اکسا کر جنگ کروایا تھا۔جس کی کہانی ''مہا بھارت'' کتاب کی شکل میں ہندوؤں کے نزدیک مقدس کتاب سمجھی جارہی ہے۔

اس لئے میاں اعجاز کو بھی جاننا چاہئے کہ نیاز کے مسئلہ میں جو زمین میں نے والد صاحب سے خرید کر ان کی خدمت کی ۔اس میں شرعی روشنی میں ''میں ہی حق پر ہوں''۔اس کو حق بات مان کر اپنے پرسان حال لوگوں کو میرے خلاف اسکانا چھوڑ چھاڑ کر مجھ سے مصالحت کر لے اور جنگ کو ختم کرے۔اگر وہ مصالحت واتحاد کی صورت کے لئے متواضع بن کر سامنے نہیں آتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی طرف سے باطلانہ جنگ جاری رکھنا چاہتا ہے۔تو پھر میری طرف سے بھی جب تلک اعجاز حق کو قبول نہیں کرے گا۔تب تلک حق کے لئے شری کرشن جی کی نصیحت کے مطابق اور مذکورہ حدیث کی روشنی میں جنگ جاری رہے گی۔

مشورہ:

ویسے میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر اعجاز کو والد صاحب مرحوم والی جائداد میں اپنا ٹھکانہ بنانا ہے تو حق مسئلہ یہی ہے کہ والدین کی مصیبت میں نصف نصف خرچ دے کر والدین کے تعلق سے اللہ کے ایک اہم فریضہ ''وَ بالوالِدَ ینِ اِحسَنًا ''والے حکم کہ ''والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ''، حکم ربانی پر اعجاز میاں عمل کریں۔یہ اللہ کا میں شرعی مسئلہ پیش کرتا ہوں۔اس مسئلہ کو دنیا کا کوئی مفتی نہیں بدل سکتا ہے۔بلا خرچ دیئے حصہ داری ممکن نہیں۔آخر ناحق طور پر کیوں نہیں تم

خرچ دو گے۔اگر والد صاحب کی زمین میں سے حق لینا ہے تو ان کی مصیبت میں انہیں ساتھ بھی دیناواجب ہے۔لہذاخرچ دو! تب لو!! جوبہتر سمجھ میں آتا ہے۔کرو!

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی خاطر ہی جنگ ہے :

اس لئے کہ میری اعجاز سےلڑائی والدین کے اخراجات اوران کے ساتھ دینے اورخدمت کر نے ہی کے لئے ہے۔اس سلسلے میں میرا صاف صاف کہنا ہے کہ اولا د میں سب شریک ہیں۔اگر والدین کی جائداد میں سبھوں کا حصہ ہےتو والدین کی خدمت میں بھی سبھوں کو اپنی اپنی حیثیت سے شریک رہنا فرض مع القرض ہے۔حقیقت کے متلاشیوں کو بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ میرے گھر میں حقیقت میں والدین کے اخراجات کون دے رہا ہے۔کون نہیں! کون والدین کی رہائش و سہولت سے سکونت کے لئے کوشش کر رہا ہے۔کون نہیں! یعنی حقیقت یہ واضح ہوئی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی خاطر ہی جنگ ہے۔! جس کو اہل بدتمیم اور حاسدین لوگ الٹا کر کے سمجھ رہے ہیں۔!! فافہم وتدبر!

شیطان کی طرح حقیقت الٹ دی گئی:

یہ اور بات ہے کہ دینے والے کا نام نہیں۔نہ دینے والے کو انعام مل رہا ہے۔یعنی شیطان کی طرح حقیقت کو الٹ دی گئی ہے۔کوئی بات نہیں۔بی جے پی کی حکومت ہے۔اس حکومت میں مشینیں زبردستی خراب کر کے ووٹ تو جیتا ہی جاتا ہے۔یہ صبر کا وقت ہے۔صبر کرتا ہوں۔ہار گیا تو ہابیل کی طرح مقتول ہو جاؤں گا۔مگر حق کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔

سپوت و کپوت کے تعلق سے دھوکے میں ہیں:

جہاں تک حقیقت پیش کر سکتا ہوں۔تقریر وتحریر سے پیش کرنا میرا فریضہ ہے۔تاکہ اعجاز و افسانہ اپنی زندگی کو شرعی حدود میں گذاریں۔مجھ سے چھوٹے ہیں۔ڈانٹ ڈپٹ کر بھی راہ اعتدال کی طرف آنے اور لانے کی میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔آمنے سامنے وہ غصے میں کسی کی سنتا نہیں ہے۔اس لئے ٹھنڈے مزاج سے تنہائی میں اس کتاب کو پڑھے اور اصلاح کر کے مؤمن بن کر ایک خوشنما وخوشحال زندگی گذارے۔اس کتاب کے لکھنے کی یہی خاص وجہ ہے۔علاوہ ازیں ''لوگوں کے ذہن کی صفائی اور اعجاز وافسانہ اوران کے متوسلین و پرسان حال لوگوں پر شرعی مسائل کو پیش کر کے راہ حق کو ماننے کے لئے دعوت دے کر آیت کریمہ' بَلِّغ مَااُنزِلَ اِلَیکَ '' اوراس

آیت کی شرح میں حدیث رسول ﷺ ''بَلِّغُوا عَنِّی وَلَو آیَۃً'' کے مطابق تبلیغی ذمہ داری نبھائے چلتا ہوں۔تا کہ جولوگ سپوت و کپوت کے تعلق سے دھوکے میں ہیں۔نہ رہیں۔

ویسے ماننے والوں کے لئے اشارہ کافی ہے۔ضدی ،شیطان کے لئے دفتر کا دفتر بیکار ہیں۔جیسا کہ قرآنی دستورتیس پاروں میں اللہ تعالی نے نسل انسانی کی شیطانی چال سے حفاظت کی خاطرعطا کی۔لیکن آج بھی شیطان اپنی شیطانیت کو نہیں چھوڑا۔آنحضور ﷺ کو بدنام کرنے ،الزام لگانے اور گالیاں دینے اور آپ ﷺ کے اقوال وافعال میں غلط نکات نکالنے سے باز نہیں آئے۔ان بدنصیبوں کوتو کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔قرآن مجید نے پہلے پارہ میں اعلان کر دی ہے'' ذٰلِکَ الکِتَابُ لَا رَیبَ فِیہِ ہ ھُدَی اللِمُتَّقِینَ ہ اَلّذِ ینَ یُؤمِنُونَ بِالْغَیبِ وَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنفِقُونَ ہ وَالّذِ ینَ یُؤمِنُونَ بَا اُنزِلَ اَلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالآخِرَۃِ ھُمْ یُوقِنُونَ ہ'' کہ یہ قرآن مجیدایسی جامع اورمکمل قانونی کتاب ہے کہ جواس کتاب کو خاطر میں اور مان کر لا کراس کے مطابق عمل کریگا۔وہی ہدایت پر آئیگا۔

مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت کا خزانہ ہے جولوگ اس کو مانیں گے اور ماننے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگ اس کتاب کے حکم کے مطابق ایمان لاکر دل سے نماز جیسی نماز پڑھتے ہیں۔جو روزی اللہ عطا کرتے ہیں۔ان میں سے وہ صحیح اور فرض طور پر خرچ کرنے کی جگہوں (اپنی ذات، بیوی، بچے، والدین، یتیم،غریب، مسکین، وغیرہ) پرخرچ کرتے ہیں۔(ان جگہوں میں خرچ کرنے میں وہ بخیل نہیں بنتے نا ہی کسی کی بات سنتے ہیں)۔اسی طرح اس کتاب کے ماننے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ ان تمام چیزوں پر ایمان لاتے اور مانتے ہیں جواس کتاب سے پہلے اللہ کی طرف سے نازل کی گئیں۔پچھلی امتوں پر اور آخرت یعنی مرکر اٹھنے پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔(اسی خیال سے اس کی تیاری میں اس کتاب کے مطابق مصروف رہتے ہیں)۔

ماننے والا فائدہ میں نہ ماننے والا عذاب میں ہوگا:

پس!اس فرمان الٰہی اور دعوت الی اللہ کوسن کر راہ حق کو مان کر اپنی غلطی کی اصلاح کر لینی چاہئے ۔جولوگ اللہ کی طرف سے دی گئیں ہدایتوں کو مانیں گے۔وہ اپنا فائدہ حاصل کریں گے۔اسی لئے مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے آخری ٹکڑا پیش کی'' اُولٰـئِکَ عَـلٰـی ھُـدَی مِّنْ رَبِّھِـمْ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُلِحُون'' ہ کہ قرآن کے حکم کے مطابق مان کر چلنے والے لوگ ہی ہدایت

پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''۔

اس کے برخلاف جو لوگ اس قرآن کو نہیں مانیں گے۔اس کا مذاق اڑائیں گے۔جب قرآن وحدیث کی بات ان کے سامنے کی جائے اور وہ کہے کہ اسے اپنے جیب میں رکھو! تو ان کی مرضی تبلیغ کرنے والے ان پر کوئی زبردستی کرنے کے لئے وکیل و پولیس نہیں۔ان کا کام تو بس حق باتیں سنا دینی ہیں۔میں اس تعلق سے چند آیات قرآنیہ ربانیہ کو پیش کر دیتا ہوں۔شاید متکبروں اور پھوہڑ جملے بولنے والوں کے لئے ہدایت کا سبب بن جائیں۔

دیکھئے!۔اللہ تعالیٰ نے رپ:۲۴رس:زمر رآیت نمبر ر ۴۱ رمیں کہا ہے ''إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنُ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ''،جس کا مطلب صاف ہے کہ:پیغمبران اور داعیان اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق بات پیش کر دیں۔اان کی اصلاحی اور اسلامی وقرآنی باتوں کو ماننا۔نہ ماننا سننے والوں پر ہے۔بلاشبہ! ہم نے اس کتاب عظیم کو بالکل حق طور سے لوگوں کی ہدایت اور غلط باتوں سے رجوع کر کے حق باتوں کی طرف چلنے کے لئے اتاری ہے۔جو شخص اس حق کتاب کی حق بات کو جان لینے کے بعد ہدایت کے راستے پر لوٹ آئیں۔وہ اپنے لئے بھلا کریں گے اور جو لوگ موچنٹھپن کریں گے۔ان باتوں سے لاپرواہی برتیں گے۔توجہ نہ دے کر اپنی پچھلی روش اور ضد پر قائم رہیں گے تو وہ گمراہی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ایسی صورت میں تبلیغ دین اور حق بات بتانے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔کیوں کہ مبلغین لوگ بس حق بات پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔یہ مانند ایک ڈاکیہ کے ہیں۔جس طرح کہ ڈاکیہ محض خط پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔لیکن اس خط کے اندر کیا ہے؟ اس کے ذمہ دار نہیں۔اسی طرح پیغام حق کے پہنچانے والے جانکار عالم،مفتی، قاری فاضل اور داعیان اسلام لوگوں پر کوئی ڈیکٹیر اور زبردستی کا وکیل و پولیس نہیں!

اسی طرح پ:۲۵رس:جاثیہ رآیت:۹رمیں اللہ تعالیٰ نے کہا ''مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ أَلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ''(یعنی) جس نے نیک عمل کی تو اپنی راحت کے لئے کی۔اسی طرح جس نے برا عمل کیا۔اس نے اپنے لئے خود تکلیف خریدی۔اس کی برائی و بدکاری (خواہ زبانی ہو۔قولی ہو۔نظری ہوں۔کیسی بھی ہوں۔سبھوں) کا بوجھ اور ذمہ دار برائے حساب وکتاب، پوچھ، تاچھ کا ذمہ دار برا عمل کرنے والا خود ہوگا۔

ایسے برا عمل کرنے والے اور قرآنی ہدایات کے پیش ہونے کے وقت من موجی الفاظ بولدینے والے لوگ یہ گمان میں نہ رہیں کہ ان سے حساب وکتاب نہ لیا جائیگا۔نہیں۔ان کا یہاں رہنا محض فضول نہیں ہے۔بلکہ غلاظت کی صفائی کر کے پاک وصاف بن کر اللہ کے پاس لوٹنے کے لئے ہے۔اگر اس فعل وضرورت کے تحت جس کسی انسان نے اس دنیا میں جینا نہیں کیا اور بدگمانی میں رہا تو ان کا گمان غلط ہے۔انہیں ان کے کئے کا بدلہ ضرور ملے گا۔

اسی طرح پ:۲۵ رس: جاثیہ آیت نمبر:۲۱ رمیں ہے کہ ''اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ہ کہ: (کیا بدگمان اور موچنٹھ قسم کے قرآنی دستور کے خلاف چلنے والے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ان کے گناہوں کا کچھ حساب نہ ہوگا۔) ایسا ان لوگوں نے جو گمان وخیال کر رکھا ہے۔غلط ہے اور ان کا یہ بہت برا فیصلہ اور خیال ہے۔

اسی طرح اس آیت سے آگے آیت نمبر۲۲ رمیں اللہ کہتے ہیں ''وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ م بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ہ کہ (انہیں ایسا خیال ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔یعنی رتی رتی اور پتی پتی کے قول وفعل کا حساب ہوگا۔سب کے سب اعمال واقوال جن مقامات پہ جو بول رہے اور کر رہے ہیں۔ویڈیوں طور پر قید ہو رہے ہیں۔قیامت میں جب ان کو ان کے پاس آن کئے جائیں گے تو پھر چودہ طبق ان کے روشن ہوں گے۔یعنی دائمی سزا میں ضرور مبتلا ہوں گے۔کیوں کہ جو چیز جس طرح سیٹنگ وفٹنگ میں ہوتی ہے۔اس کی تصحیح اسی سیٹنگ فٹنگ کے مطابق گر بڑی کے بعد ہوتی ہے۔اس لئے ان لوگوں کی من موجی من قولی من فعلی ہرگز نہیں چلے گی۔وہ لوگ یاد رکھیں کہ) ہر جاندار جتنا جتنا عمل کر رہا ہے۔ان سبھوں کے ان کے عمل کے عین مطابق (نہ زیادہ نہ کم) بدلہ ضرور دیا جائے گا۔اس وقت ان لوگوں پر ذرہ برابر کمی یا زیادتی کر کے ہرگز ظلم بھی نہ کیا جائے گا۔اس لئے عقلمند لوگ اللہ کے حکم وآیات کے سامنے فوراً فوراً جھک جاتے ہیں اور بات مان کر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے غلطیوں کی اصلاح کر لیتے ہیں۔

اسی بات کو خود پارہ ۲۵ رسورہ جاثیہ کی آیت نمبر ۵۴ رمیں کہا'' وَأَنِيبُوا أَلٰى رَبِّكُمْ وَأَسلِمُوا لَهٗ مِنْ قَبلِ أَنْ يَّأتِكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَ أَنتُمْ لَا تَشعُرُونَ'' کہ بس جھک جاؤ! اپنے رب کے حکم پر! اور مان لو ان کی ہدایات وفرمانوں کو اس اچانک کے عذاب وتکلیف کے آنے سے پہلے پہلے کہ

جس کے آنے کا تجھے کچھ شعور تک نہ ہوگا۔اور پارہ ۲۵؍سورہ:زخرف؍آیت نمبر:۶۴؍میں کہا کہ ’’اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ‘‘ کہ(بیشک سمجھداروں کو ماننا چاہیئے کہ)میرا اور تمہارا (اور سبھوں کا) رب بس اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔اس لئے اسی رب ((کے قوانین واحکامات کو تسلیم کر کے محض انہی) کی عبادت کرو۔یہی سیدھا راستہ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پ:۲۵؍س:جاثیہ؍آیت:۹؍میں کہا’’وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰیٰتِنَا شَیۡئًا اتَّخَذَھَا ھُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ مُّھِیۡنٌ‘‘ ہ مِنۡ وَّرَآئِھِمۡ جَھَنَّمُ وَلَا یُغۡنِیۡ عَنۡھُمۡ مَّا کَسَبُوۡا شَیۡئًا وَ لَا مَااتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ہ کہ جب ہماری آیتوں(اللہ کے حکم قرآنی) میں سے تھوڑا سا بھی اوراس کو(احترام وقدر کے ساتھ ماننے اوراس پر عمل کرنے کو چھوڑ کر)مذاق اڑایا(بے تکے جملے اختیار کئے)تو (ان لوگوں کو سنا دیجئے۔اے میرے نبی ﷺ کہ)ان کے لئے بہت براعذاب ہوگا۔ان (مذاق اڑانے والوں کے پیچھے جہنم ایسا ہوگا کہ اس کی تکلیف سے جو کچھ نیکی اس نے کمائی ہوں گی۔کچھ کام نہ آئیں گی۔اس لئے (اسی دنیا میں ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو دوست نہ بنائیں۔ورنہ ان کے لئے عذاب عظیم رکھا ہوا ہے۔

اسی طرح پ:۲۵؍س:جاثیہ؍آیت:۴۵؍میں ہے’’ وَ اِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰیٰتِنَا شَیۡئًا اتَّخَذَھَا ھُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ مُّھِیۡنٌ‘‘ کہ جب تجھے ہماری آیات (قوانین) کے بارے میں کچھ معلوم ہوگیا (وہ سامنے کسی نے پیش کردی)اور بجائے ماننے اور سر جھکانے کے اس کا مذاق اڑایا۔پرواہ نہ کی تو ان لوگوں کے لئے بہت دردناک عذاب ہے‘‘۔

۴۷؍۴۸؍۴۹؍۵۰؍و۵۱؍میں کہا’’تَرٰی کُلُّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً تُدۡعٰی اِلٰی کِتٰبِھَا اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ہ ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ہ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدۡخِلُھُمۡ رَبُّھُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ذٰلِکَ ھُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ہ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اَفَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَاسۡتَکۡبَرۡتُمۡ وَکُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ ہ مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو قیامت کے دن اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ بلایا جائیگا۔انسانوں کے کرتوت خود بولیں گے۔پس نیکوں کاروں کے لئے اپنی جوار رحمت میں رکھ لیں گے اور یہ ان کی کھلی کامیابی ہے۔اسی طرح قرآن کی آیت پڑھ کر سنائے جانے کے وقت بجائے اس کو ماننے اور احترام

کرتے ہوئے جھک جانے کے تکبر کی۔ انکار کیا۔ اپنے قرآن وحدیث کو جیب میں رکھو! جیسے الفاظ استعمال کئے تو یہ لوگ بڑے مجرم ہیں''۔

اسی طرح پ: ۲۶ /سورہ احقاف/آیت: ۳۳/و۳۴/میں کہا'' وَبَدَا لَهُمْ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ہ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَأْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ہ ذٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ ءَايٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ہ اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ استہزائے قرآنی سبب عذاب الیم ہے۔ لوگ قرآن کا مذاق اس وجہ سے اڑاتے ہیں کہ وہ بس دنیا میں خیال جمائے بیٹھا ہے۔ دنیا کی طلب نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

اسی طرح پ: ۲۵/س: جاثیہ/آیت: ۲۳/میں ہے'' أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشٰوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ م بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ہ مطلب اللہ تعالیٰ ڈانٹ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا اللہ بنا رکھا ہے۔ درحقیقت وہ علم حقیقی کے خلاف ان کے بدعملی وجہ سے اللہ نے ان کو دور کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسوں کے دلوں، اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی بصارت پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان پردوں اور مہروں کو کوئی نہیں ہٹا سکتا ہے۔ یہ سب حالتیں ان کی قرآن کی مخالفت کرنے کے جرم کی وجہ سے ہیں۔ دیکھئے! جاثیہ آیت: ۴۷/میں ہے: أَنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُونَ '' کہ ایسے مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ ان آیات کے مثل قرآن میں قرآن کے مذاق اڑانے والے اور ان کے پیش ہوتے وقت اس کو ادب واحترام سے خاطر مہ نہ لانے والوں کے لئے بہتیرے ہیں۔

پس جو لوگ سیدھے راستہ کو چھوڑ چھاڑ کر آیات ربانیہ کو جب ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو مذاق اڑا دیتے ہیں۔ وہ لوگ سن لیں کہ رتی برابر بھی اللہ کی طرف سے آیتوں کا کسی کو علم ہو گیا اور اس نے اس کے احترام کرنے کے بجائے مذاق اڑایا اور بے تکے الفاظ مثلاً'' اپنا قرآن وحدیث اپنے جیب میں رکھئے'' وغیرہ کہا تو ان لوگوں کے بارے میں کھل کر ڈانٹ کی ہے۔

جب یہ حقیقت واضح ہے تو پھر کیوں نہیں اللہ کو یاد کرتے ہیں لوگ؟ یعنی معافی تلافی کر کے

اپنی حالت کو سدھار کیوں نہیں لیتے! کلام الٰہی کی حقیقت سے بکتو تی کرنے والے لوگ اگر واقعی فہم وفراست رکھتے ہیں اور وہ جزاوسزا کی حقیقت سے اور احکامات الٰہیہ سے واقف ہو گئے ہیں اور مسلمان ہیں۔ قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ آخرت اور عذاب کو تسلیم کرتے ہیں تو انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ رحمت وروزی کے تقسیم کرنے والے نہیں ہیں کہ میری آیتوں کے پیش ہونے کے بعد کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر جو من میں آتا ہے۔ بک دیں۔ ایسے لوگ سن لیں کہ ''أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ة یعنی کیا لوگ رب کی رحمتوں کو تقسیم کرتے ہیں؟ نہیں! حقیقت یہ ہے کہ (میں اپنی رحمت کے ساتھ) روزی (بھی) تو ہم ہی تقسیم کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی معیشت وسہولت (روزی کے ساتھ ساتھ ''زمین، جائداد، مکانات، اولاد واحفاد یعنی بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں'' سب کے سب ہم عطا کرتے ہیں۔

اسی طرح (لوگوں کے عمل صالح اور عمل بد کے وزن کی سیٹنگ کے موافق) دنیا میں بھی ہم ہی ایک کو دوسرے پر اونچا اور درجہ عطا کرتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ (حسد وتعصب کی وجہ سے) بعض کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جلتے ہیں۔ (جلن کی وجہ سے بک بک کرتے اور عزت بگاڑنے کی کوشس کرتے رہتے ہیں۔ الزامات لگانے کی تگ و دو میں رہتے ہیں)۔ لیکن وہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ اس کی خاص وجہ اس کی تنگی اور غربتی اور جہالت ہوتی ہیں۔

حالانکہ روزی دینا، امیر وغریب بنانا سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس کی وضاحت خود رب نے کر دی ہیں۔ دیکھئے! پ: ۲۵/س: جاثیہ/آیت: ۳۶/ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ''۔ هوَ أَنَّهُمْ لَيَصُدُّونَ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُ ونَ ہ کہ صحیح بات یہ ہے کہ جو لوگ اپنے رب کو یاد کرنے اور ان کے قوانین و شریعت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ ان کے اوپر ہم شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ (نہ خود صحیح عمل شریعت کرتے ہیں۔ نا ہی دوسروں کو صحیح عمل کرنے دیتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) یہ لوگ اپنے غیر شرعی عمل کی وجہ سے اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ جبکہ اپنے کرتوت کے بارے میں وہ لوگ گمان کرتے رہتے ہیں کہ ''وہی ہدایت یافتہ ہیں اور دوسرے غلط''، لیکن ایسا

نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ احساس ان کا خوش فہمی کی بیماری میں مبتلا ہونے اور انہی کی بدعملی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ایسے لوگ غلطی پر ہیں۔جس کا بدلہ اسے عنقریب ملے گا۔

ایسے لوگوں کے لئے چاہئے کہ اپنے ایمان کا محاسبہ کریں۔جب غلطی شرعی روشنی میں ان کی ثابت ہوجائے تو اسے مان لیں اور مضبوطی سے وحی الٰہی یعنی قرآنی احکامات کو پکڑ لیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ۲۵/پ:س: جاثیہ کی آیت نمبر ۴۳/میں حکم دیا'' فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ہ کہ''اس وحی یعنی قرآن وحدیث کو جو تمہارے پاس بذریعہ وحی بھیجی گئی ہیں۔مضبوطی اور سختی کے ساتھ پکڑ لو(اور س کے مطابق ہی رہو) کیوں کہ یہی تیرے لئے سیدھا راستہ ہے۔جولوگ اس سیدھے راستہ پرنہیں چلیں گےتو اللہ تعالیٰ نے/پ:۲۵/س: زخرف/آیت:۷۴/میں تنبیہ کردی''إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ''کہ''بیشک یہی لوگ مجرم ہیں اور مجرم لوگ ہمیشہ کے لئے تکلیف میں رہیں گے''۔

پس جولوگ سیدھے راستہ کو چھوڑ چھاڑ کر آیات ربانیہ کو جب ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو مذاق اڑا دیتے ہیں۔وہ لوگ کان کھول کر سن لیں کہ رتی برابر بھی اللہ کی طرف سے آیتوں کا کسی کو علم ہو گیا اور اس نے اس کے احترام کرنے کے بجائے مذاق اڑایا اور بے تکے الفاظ مثلاً''اپنا قرآن وحدیث اپنے جیب میں رکھئے''وغیرہ کہا تو اپنے ایمان کی تجدید کریں۔توبہ تلا کر کے رجوع الی اللہ کریں۔

ان آیات کے علاوہ پورے قرآن مجید میں ہدایتی فرمان بھرے پڑے ہیں۔جن پر خصوصا مسلمانوں کو عمل کرنا چاہئے۔ابوجہل،ابولہب جیسے لوگوں کی مثال بننے کے بجائے ضدی قسم کے ابوسفیان جس طرح حق بات کو قبول کر کے راہ حق پر آ گئے اور اپنے نام کے ساتھ مسلمان جوڑ کر وفات کے بعد رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے زمرے میں داخل ہو گئے۔جس حضرت عمرؓ جیسے دشمن دین متین اسلام قرآن کی پیاری باتوں کو مان کر خلیفۂ ثانی کا درجہ حاصل کر لئے۔اسی طرح عامۃ المسلمین کے گناہ گاروں سامنے بھی جب حق بات ظاہر ہوجائے تو انہیں حق بات مان کر اپنی غلطی کا احساس کرنا چاہئے اور بجائے بکواس کر کے اپنی عاقبت خراب کرنے کے رجوع الی اللہ کرنا چاہئے۔چند جاہلوں کی چند دنوں کی دوستی اور غلط مفاہمت کے درمیان حق بات سے روگردانی

نقصان دہ ہے۔ جاننا چاہئے۔

اگرچہ ایسے لوگ بہت کم ہیں:

اگرچہ حق بات کو مان کر تکبر سے متواضع بن جانے والے لوگ بہت کم ہیں۔ جیسے کہ شیطان حق بات اور اپنے انجام کو جانتے ہوئے انسان سے دشمنی نکالنے کے لئے اپنے رب سے پرمیشن طلب کی۔ اسی کی نقل میں اس کی چال میں پھنس کر قانون الٰہی سے آدم کی بہت سی بگڑی جاہل اولادوں بھی جان بوجھ کر شیطانیت کرتے ہیں۔

چور ہی چور کی تلاش کرنے لگتا ہے:

ویسے حال ایسا ہے کہ چور چوری کر کے خود ہی چور کی تلاش میں ہنگامہ اور شور مچانے لگتا ہے کہ چور ہے۔ چور ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنی چوری کی بدنامی سے بچ جاتا ہے۔ میرے تعلق سے میرے گھر میں یہی حکمت عملی جاری ہے کہ میں ہر لمحہ والدین کا خدمت گذار ہوں تو لوگ خدمت گذار کو بدنام کر رہے ہیں اور مولوی اعجاز کبھی منتقلی تنخواہ جاری نہ کیا۔ ناہی کسی مرض کے علاج میں اور ان کی مصیبت میں سامنے کھڑا ہوا۔ بلکہ شرعاً وہ تو برابر والدین کی نافرانی ہی کرتا رہا ہے۔ والدین کے سراپا منکر رہا ہے۔ وہ برابر خرچ نہیں دیتا ہے تو وہی نیک بخت بیٹا بن گیا۔ نان پور میں معصوم اور مقہور سمجھا جا رہا ہے اور جس نے والدین اور بلکہ گھر کے سارے لوگوں کی پوری ذمہ داری گدھوں سے بھی بدتر بن کر ڈھو رہا ہے تو وہ مبغوض زمانہ ہے۔ اچھے سے اچھے لوگ اور رہنمایان نان پور بھی میرے گھر کے سپوت و کپوت کے تعلق سے بہت دھوکے کے نظریے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

والد مجھ سے ناراض نہیں تھے:

اسی ہنگامی حالات میں میرے والد کے ذہن کو بھی پھیر دیا گیا اور وہ بھی حق جان کر بعض دفعہ ناراضگی کا اظہار کر بیٹھے۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔ آمین۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ انہوں نے کسی کو تکلیف نہیں دیا ہے۔ میرے بارے میں میرے والد کو علم نہ ہونے کی وجہ سے کسی ثالثی شیطان کی ذہن سازی کی بنیاد پر اگرچہ غیر شرعی طریقے سے وہ کچھ ناراض بھی ہوں تو میں ان کی قلبی حالت کو نہیں جانتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے ناراض نہیں تھے۔ بہت ساری باتیں ظاہر میں منافرت کی ان سے اگرچہ ہوئیں۔ لیکن اصول وضوابط کے ساتھ میری گفتگو جب ان سے تنہائی میں ہوئی تو بعض مرتبہ انہوں نے گھریلو مسائل کے تعلق سے بہت ساری

مجبوری والی باتیں کہیں۔

ظاہراً میرے تعلق سے بولے ہوئے ناراضگی کے الفاظ کی انہوں نے اپنی خاص مجبوری بتلائیں۔حد یہ ہے کہ انہوں نے کئی ایک بار تنہائی میں معافی تک مجھ سے مانگیں۔جن سے مجھے شرمندگی محسوس ہوئی۔اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ حقیقت کو جانتے تھے۔جاہل لوگوں کی اکثریت وغلط ووٹنگ سے بظاہر وہ میرے خلاف کچھ بولدیئے تو اس کا قلب وحقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔لیکن میرے والد صاحب کا مجھ سے قول وگفتگو ان کے حق پر ہونے کی دلیل ہے کہ انہوں نے گھریلو باتوں کی بہت سی باتوں میں گفت وشنید کیں۔جن سے میں بالکل مطمئن تھا۔

دغلے لوگ دغلاپن چھوڑ دیں:

اس لئے زمین کے ہڑپنے کے تعلق سے اور بھائیوں کے اجاڑ دینے کی نسبت جو باتیں دغلے لوگ بک رہے ہیں۔وہ دغلاپن کو چھوڑ دیں۔ان کے بکنے سے وہ خود گناہ اٹھارہے ہیں۔ان کے بکنے سے اعجاز میاں کو زمین نہیں ملے گی۔بلکہ زمین ان کو اخلاق کریمانہ سے مل سکتی تھی۔جس کے کئی ایک مواقع اس نے گنوادی۔اسی طرح ان دغلوں کے دغلے پن سے میرے والد کو جنت بھی نہیں ملے گی۔ناہی وہ میرے والد کے لئے کبھی چارقل پڑھ کر دعا کر دیں گے۔اگر کریں گے بھی تو ایک سے دو دن بس! لیکن میں ان کے لئے ہر آن، ہر لمحہ دعائیں کر رہا ہوں۔میں ان کی وہ فضیلت والی اولاد ہوں کہ اگر ان کی خدمت کی وجہ سے میں جنت میں جاؤں گا تو میرے علمی کمال بھی ان کے گناہ کو بھی بخشوائیں گے۔بیچ میں دوغلوں کو آخر کیا ملے گا؟ ویسے تو ہر والد کا ان کی اولادوں سے رشتہ قریب کا ہوتا ہے۔اسی طرح میرے اور میرے والد کا رشتۂ ابوت بھی ہے۔علاوہ ازیں ان سے میرا رشتۂ اخلاق بھی بہت قریب کا ہے۔میں ہی ان کی زندگی میں کسی بھی طرح کام آیا ہوں۔دوغلے لوگ نہیں۔ان کی وفات کے بعد بھی میں ہی ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہوں۔کوئی دوغلا نہیں۔

ہر لمحہ دعاء و سہولت کے انتظام کرنے والا سپوت ہوں:

بلکہ ان کا ادب واحترام اور ان کی رہائشی انتظام کے لئے میں نے انگلش باتھ روم تک خاص انہی کی سہولت کے لئے نان پور میں بنوایا تھا۔نَل (بہاری زبان کا لفظ کَل) چلانے میں دقت ہونے کی وجہ سے ٹینک بیٹھا کر پائپ سیٹ کروادی۔گھر بھی محفوظ کروائی۔پنکھے لگوائے۔بجلی کا انتظام کروایا۔ڈبل گیس سلنڈر کا انتظام کیا۔ظاہر ہے میں تو گاؤں کے لئے دس سے پندرہ دنوں

کا مسافر رہتا ہوں۔ یہ سب انتظامات جب میں مستقل رہتا تب اپنے لئے کرتا! ابھی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی کیا اور جو کچھ کیا۔ سب والدین کی خدمات ہیں۔ ان کے فضائل کی بنیاد پر ہی کیا۔ علاوہ ازیں ہر بڑی بیماری میں بڑی سے بڑی رقم خرچ کر کے ان کی خدمت کرنے کی بھی سعادت حاصل کرتا ہی رہا۔ جب والد صاحب مرحوم کو کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی تو سیتا مڑھی ہاسپٹل جانے کے لئے شروع شروع میں مولانا عبدالقدوس قاسمی کے معرفت دس ہزار فوراً بنگلور ہی سے کہہ کر دلوایا تھا۔ اس کے وہ گواہ ابھی باحیات ہیں۔

پھر بنگلور سے ڈائریکٹ سیتا مڑھی ہاسپٹل آ کر بنگلور علاج کرانے کے لئے لینے آیا تھا۔ اس وقت وہ کم عقلوں کے خفیہ مشور کی وجہ سے بنگلور نہیں گئے اور میرے چالیس ہزار روپئے ضائع ہو گئے۔ اسی غصہ غصی میں انہوں نے گھر کے پیچھے والی زمین معمولی سی قیمت میں حضرت مولانا عبدالقدو قاسمی صاحب کے ہاتھ بیچ کر گنوا کر خیر الحق والی زمین علاج کرانے کے بجائے خرید رہے تھے۔ اس میں سے بچت رقم پچاس ہزار والد صاحب کی زمین کی تھی۔ میری ذاتی رقم ایک لاکھ خرچ ہوئے۔ پھر وقفہ کے بعد آخر کار پھر بنگلور ہی دوسرے سفر میں ان کو لے جا کر آپریشن کروایا۔ اس دوسرے سفر میں آنے جانے، وہاں رہنے کھانے پینے علاج ومعالجے، انجکشن مہنگی دوائیوں میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے اوپر خرچ ہوئے۔ یہ والد صاحب کی خدمت واخراجات میں شامل نہیں تھی تو اور کیا تھا؟ ان اخراجات کی تکمیل شکایت کرنے والے کسی کمینہ نے نہیں کی تھی۔ مفتی سجاد حسین قاسمی نے ہی کی تھی۔ اس سفر میں جب والد صاحب الامین ہاسپٹل میں زیر علاج تھے تو اعجاز میاں صرف غیر کی طرح والد کی زیارت کر کے چلا گیا تھا۔ اس وقت اس نے ایسی بے گانگی اور بے رخی کی تھی کہ الامان والحفیظ! لیکن اس کی یہ بے گانگی کی حرکت کو کوئی غلطی نہیں کہتا ہے۔ بلکہ الٹے ہاسپٹل میں اس کے نہ رکنے کا سہرا اور الزم میرے ہی سر لادتے ہوئے کہتا ہے کہ "میں اس کو روکتا تو رکتا"۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم!

کونسا وپرو کمپنی کا منیجر تھ کہ میں روکتا!!

واہ! کیا سڑا ہوا دماغ ہے اور کیسے بدمزاج اس کے حامیان ہیں جو حقیقت کے خلاف تائید کرتے ہیں۔ بھائی! میاں اعجاز کونسا وپرو کمنی کا منیجر یا حرم مقدس کا امام مکرم اور مجھ سے پہلے پیدا بڑا بھائی تھا کہ اس کو باپ کے علاج کے وقت ہاسپٹل میں روکتا تو رکتا! ورنہ مسافر اور غیر کی طرح

دیکھ کراور اندرونی طور پر والدہ سے پھس پھسا کر منہ پھلائے رات میں بغیر اطلاع کے آ کر صبح ہی چلا گیا۔ابھی تو عشاء بعد والد صاحب کو کھانا پہنچا کر آیا تھا تو اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔جب صبح ناشتہ لے کر گیا تو صاحب اعلی کو تشریف فرما پایا۔اس وقت عبدالرحیم بھیا بھی تھے۔اللہ ان کو بھی میں ہاسپٹل پہنچا تو سامنے والے کاؤنٹر پر نرس کے مجھے بلانے پر جا کر ان سے کچھ باتیں والد صاحب کے تعلق سے کر رہا تھا کہ اسی بیچ میں آ کر کہتا ہے کہ ''جا رہا ہوں''!

یقیناً اس طرح کی بے محل بات اور بے کار باتیں کرنے سے کسی کو بھی غصہ آئے گا۔چہ جائے کہ اعجاز میاں کے والد صاحب مرحوم زیر علاج تھے۔اس لئے تو نرس سے دوران گفتگو ہی غصے سے میں نے کہہ دیا کہ '' ٹھیک ہے''!اسی جملہ کو صاحب اعلی افلاطون وارسطو ور بقراط وسقراط کا منطقی وفلسفے کے دماغ والا فنون مختلفہ کے ماہر شخصیت نے مطلب نکال لیا اور'' ٹھیک ہے'' کہنا میرا جملہ موردالزام جملہ ہو گیا؟

کیا مطلب ہے شتہ کا؟

کیا مطلب ہے والد اور بیٹے کے رشتے کا بھائی؟ کیا اعجاز نامکمل حافظ ہو کر جو دلیل دیتا اور بکتا ہے۔وہ سب صحیح ہیں؟ اور میں مفتی ہو کر جو حقیقت بیانی میں کرتا ہوں۔وہ سب کافور ہو گئے؟ آخر یہ سب حقائق کس کو بتاؤں؟ دانت بھی اپنا زبان بھی اپنی۔مجبورا مجھے نان پور کے شیطان معترضین کی جم غفیر کی وجہ سے ان سب باتوں کو معرض تحریر میں لانا پڑ رہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ میں نے والدین کی خدمت دل وجان سے کی ہے۔ان کے اخراجات وحفاظت کا میں ہی خیال رکھا ہوں جو کہ میری سعادت بھی ہے۔والدین کی خدمت کے تعلق سے کبھی اعجاز پر میں نے امید نہیں لگائی۔میرا یہ دعوی میری نیت پر موقوف ہے۔اللہ تعالی دل کی حرکت و نیت کو بہتر جانتا ہے۔بخاری شریف کی حدیث مشہور ہے۔سب علمائے کرام جانتے ہیں ''اِنَّمَا الاَعُمَالُ بِالنِّیَاتِ'' کہ ''نیت کے اوپر ثواب مرتب ہوتا ہے'' کسی کمینے کی شکایت پر نہیں۔بتایئے! یہ سب والدین کے ساتھ حسن سلوک ہیں یا بدسلوکی؟

بوجہ سپوت مقامات مقدسہ پر والد کے دعاء کی ہیں:

اس لئے بدبخت لوگ سمجھ لیں کہ میں اپنے والد کا چھوڑا ہوا وہ سپوت ہوں کہ میں نے ان کیلئے بیت المقدس یعنی قبلۂ اول میں دعاء کی ہیں۔جہاں کی حاضری کے بارے میں حدیث میں لکھا ہے ''من دخلہ کان آمناً'' کہ جو اس گھر میں داخل ہو گیا۔امن پا گیا۔اس لئے یقیناً ان کے

ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ یقیناً وہ جنتی ہیں۔اسی طرح اس مقام پر ان کے لئے میں نے دعاء کی ہے۔ جہاں سے سید الکائنات ﷺ اللہ سے ملاقات کرنے یعنی معراج کرنے گئے تھے۔اس جگہ دعا کی ہے۔جس جگہ براق النبی ﷺ کو جبرئیل امین فرشتوں نے باندھا تھا۔اس محراب میں دعاء کی ہے۔ جہاں پر حضرت زکریاؑ نے امامت فرمائی تھی۔اس مقام پر دعاء کی ہے۔جس جگہ حضرت مریمؑ پردہ نشیں اور سکونت پذیر اپنے شکم میں حضرت عیسی علیہ السلام کو محفوظ کئے ہوئی تھیں۔

اسی طرح بیت اللحم کے اس جگہ پر ان کے لئے دعاء کی ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے۔اس طور سینا پر دعاء کی ہے۔ جہاں پر حضرت موسی کلیم اللہ کو اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ان جگہوں میں حاضر ہو کر دعاء کی ہے۔ جہاں حضرت ہارونؑ ،حضرت ابراہیم ،حضرتؑ یوسفؑ ،حضرت موسیؑ ،حضرت شعیبؑ ،حضرت سارہؑ ،حضرت اسماعیلؑ ،حضرت ہاجرہؑ ،حضرت حمزہؓ ،اور دیگر انبیائے کرامؑ آرام فرما رہے ہیں۔خود مدینۃ الرسولؐ کے پاس اور صفۂ نبوی ﷺ پر ان کے لئے دعاء کی ہے۔خانۂ کعبہ زادھا اللہ تشریفاً وتعظیماً کو ٹکٹکی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بھی ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔حجرہ اسود کے پاس دعائیں کی ہیں۔

علاوہ ازیں دیگر مقامات مقدسہ پر جہاں جہاں میری حاضری ہوئی ہے۔ان تمام جگہوں پر میں نے والد صاحب کے لئے دعائیں کی ہیں۔

والد صاحب مرحوم سے بهتر مدفون قبرستان میں کوئی نہیں:

بھلا بتائیے! مرحوم عبدالستار مغفور سے بہتر نان پور کے قبرستان میں اور کون مدفون میت ہے؟ جن کے لئے اتنے مقامات مقدسہ پر ان کی کوئی صدقۂ جاریہ اولاد مفتی محمد سجاد حسین قاسمی کی طرح دعاء کی ہوں۔ یہ میرے والد صاحب کی خاص صفت ہے کہ انہوں نے میری شکل میں اپنے لئے ایسا صدقۂ جاریہ چھوڑا ہے۔جس کے ثواب کا سلسلہ تا قیامت انشاءاللہ بند نہیں ہوگا۔ یہ میں جانتا ہوں اور میرا رب جانتا ہے۔حقیقت حال سے نا آشنا لوگ کتنے ہی شکایات کر کے چلائیں۔ان سے کیا فرق پڑتا ہے۔اس لئے مجھے یقین ہے کہ میرے والد صاحب نیک صفات تھے۔انہوں نے مال و جائداد کی طرف زیادہ لالچ نہیں کی۔لیکن جو مجھے پڑھایا۔ وہ انہوں نے بہت بڑی اور تا قیامت دولت اور نہ بند ہونے والے ثواب کے سلسلے کو گویا خریدا۔

باب ششم

خواب کی تعبیر اور سازشوں کا منہ کالا

یہ ہے میرے والد صاحب اور میرے درمیان کا رشتہ! پھر بھی لوگ میرے والد صاحب اور میرے تعلق سے شکایات کرتے ہیں۔ان کے اور میرے درمیان خواہ کتنے ہی نزاع ہوں یا ہوئے ہوں۔وہ میرا اور ان کا معاملہ ہے۔تیسرے کو خواہ مخواہ شیطانی ثالثی بن کر شکوہ شکایات کر کے اپنے لئے سوائے جہنم خریدنے کے اور کیا فائدہ ہے؟؟ ایسے شاکیوں کو کیوں نہیں اہل عقل اور دیندار لوگ خاموش کر کے ان کے ساتھ ''اَلدِّ ینُ اَالنَّصِیحَۃُ'' دین خیر خواہی کا نام ہے'' کی روشنی میں خیر خواہی کر کے معاشرت کو درست کرتے ہیں؟ سمجھ میں نہیں آتا!!

میرا حال عائشه و علی کی طرح :

آخر کس کے گھر میں نزاع نہیں ہوتا ہے۔تحقیق خانہ کرنے سے پتہ چلے گا کہ ایسے ایسے گھرانے نزاع کا پلندہ و پہاڑ لئے بیٹھے ہیں کہ ویسا نزاع تو میرے گھر میں ہوا بھی نہیں۔البتہ جو کچھ نزاعی صورت پیش آئی۔خاص میرے علم کے دشمن اور فتنہ پروروں کی وجہ سے پیش آئی۔ابھی بھی یہ صورت بحال ہے۔حقیقت یہ ہے کہ میرا حال حضرت عائشہ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگ صفین جیسا ہے۔اگر آپ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے حالات پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں کے مابین بات کچھ نہیں تھی۔لیکن ان دووں کے جانی دشمنوں نے اپنی چالبازی سے ان کے درمیان ایسی جنگ کروادی کہ ستر ہزار سے زائد صحابۂ کرام شہید ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

بالآخر! حضرت عائشہ اور حضرت علیؓ بعد میں جب ملے تو حقیقت کچھ نہیں نکلی۔اس وقت حضرت عائشہ حضرت علیؓ کی حکومت کے ماتحت تھیں۔حضرت علیؓ چوتھے درجہ کے خلیفہ اور امیر المؤمنین تھے۔قرآن مجید کی ہدایت ''اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَطِیۡعُوا الرَّسُولَ وَاُوۡلِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ'' ترجمہ: پہلے اللہ کے حکم کو مانو۔اس کے بعد ان کے رسول حضرت محمد ﷺ کے حکم کو مانو۔اس کے بعد اپنوں

میں سے اولوالامر یعنی حاکم، بڑے، اساتذہ اور صاحب الرائے شخصیت کے حکم کو مان کر زندگی گذارو' قانون کے تحت حضرت عائشہؓ پر لازم تھا کہ وہ حضرت علیؓ کے مشورہ کے مطابق کام کرتیں اور یقیناً اگر حضرت عائشہ حضرت علیؓ کی بات مان لیتیں تو یہ حال نہ ہوتا! مگر حضرت عائشہؓ کی بھی ذاتی غلطی نہیں رہی۔ بلکہ دشمنوں کی دشمنی نے چالبازی سے ایسی ایسی باتوں کو دلیل بنا کر حضرت عائشہؓ کو حضرت علیؓ سے متنفر کیا اور ایسی شیطانی ثالثی کا رول ادا کیا کہ ''الامان والحفیظ''!!

چنانچہ ماحول بگڑتا ہی چلا گیا۔ آخری نتیجہ جنگ و جدال کا نکلا۔ حفاظ و علمائے دین دونوں طرف کے اپنی ہی تلواروں سے کٹ وچھٹ کر برباد ہوگئے۔ جب حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کا آمنا سامنا ہوا تو بات کچھ نہیں تھی۔ بس یہودی دشمنوں کی چال تھی جو دونوں کو لڑا کر اپنی حکمرانی کے خواہاں تھے۔ جس میں دشمن لوگ کامیاب ہوگئے۔ یہی حال آدم وحواؑ کے ساتھ جنت میں ہوا تھا۔

ویسا ہی حال میرے گھر کا بھی ہے۔ دراصل میرے دشمنوں کی چال ہے۔ جنہوں نے جاہل عورتوں کو محبت کی کھیر دے دے کر میرے والدین کے دل کو سطحی طور پر میٹھا کر دی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بھی میرے علم وترقی سے بے خبر ہو کر بدنامی کی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ اپنے عمل کو عقل سے قریب تر جانتی ہیں اور نیک وسایہ دار فرزند کے خلاف آگ لگا کر اپنے ہی بیٹے کو اپنے سامنے میں غیروں سے گالیوں کا تحفہ پیش کر کے اپنی ہی بدنامی سے بالکل بے خبر اور خوش ہیں ۔اناللہ وانا الیہ راجعون!

میں جانتا ہوں کہ ان کا یہ رویہ دشمنوں کی جال و چال میں پھنس جانے کی وجہ سے ہے۔ مفاد پرستوں اور ناقبت اندیش لوگ میری ماں کو مہرہ بنا کر مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں اور میرے والدینبھی جہالت کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے استعمال ہوئے۔ والد صاحب تو پردہ فرما کر جنت میں چلے گئے۔ لیکن ابھی تک میری امی کو میرے دشمن لوگ غلط طریقے کے خیالات دماغ میں بھر کر ان کو سامنے کر کے دشمنوں سے دوستی اور سایہ دار درخت سے دشمنی کروا ہی رہے ہیں۔

خواب کے پہلی شق کا وقوع اور دشمنوں کی ناکامی:

اسی دشمنی کے تحت والد صاحب کے جنازہ کو میرے اور اعجاز کے گھر پہنچنے سے قبل دفنا دینے کی کوشس تھی۔ چنانچہ جیسے ہی والد صاحب سے ملنے کی غرض سے میں اور اعجاز کی فیملی مشورہ کر کے

ٹرین سے گھر جانے کے لئے ۷؍ مارچ ۲۰۲۱ء کو نکلے اور ٹرین پر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک والد صاحب کے انتقال کی خبر ملی اور ہم لوگ اگلے اسٹیشن لنگراج پورم پر اتر کر جہاز کے لئے ٹکٹ بکنگ میں مصروف ہوئے۔ ویسے ہی تو نان پور سے میرے پاس بھی اور اعجاز کے پاس بھی فون آنا شروع ہو گیا کہ میرے والد مرحوم مغفور کو مجھ ہم دونوں کے گھر پہنچنے سے پہلے پہلے دفن کر دینے کے لئے مشورہ ہو رہا ہے۔ اس وقت ہم دونوں نے فون پر زور دیا کہ ہم لوگوں کے آنے کے بعد ہی دفنایا جائے۔

جیسے ہی والد صاحب کی وفات کے موقع سے لوگوں کی بھنبھناہٹ سفر میں سنی فوراً سمجھ میں آیا کہ ہاں! یہ ہے میرے بھیانک خواب کی تعبیر کہ دشمن لوگ ہم لوگوں کے گھر پہنچنے سے قبل ہی جنازہ دفنا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خواب شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ''میں سنکرا سانپ بھون کھا رہا ہوں اور یرے ساتھ سانپ کھانے میں ایک اور غیر شناشا آدمی ہے جو کہ سانپ کھاتے ہوئے آگے چلا گیا۔ میرے ساتھ نہیں رہا۔ اس میں دو شقیں ہیں۔ پہلی شق میرے سانپ کھانے کی۔ دوسری شق میرے ساتھ غیر شناشا آدمی کا وہی سانپ کھاتے ہوئے آگے بڑھ جانا اور مجھ سے الگ ہو جانا۔ ان میں سے پہلی شق کی تعبیر لوگوں کا اعجاز اور میرے گھر پہنچنے سے قبل ہی جنازہ دفنا دینے کی کوشش''، تعبیر تھی۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ دشمن صرف میرا ہی نہیں۔ بلکہ پورے گھرانے بالخصوص اعجاز کے بھی لوگ دشمن ہی ہیں۔ جس کو اعجاز نہیں سمجھ رہا ہے۔ اسی لئے وہ بھی ساتھ میں سانپ کھا رہا تھا۔ جس کی تعبیر دونوں کے لئے یہی تھی کہ ہم دونوں جنازہ پڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بحمد للہ! اس میں کامیابی مل گئی۔

میں تو اپنے خواب سے کافی پریشان تھا کہ آخر خواب کی تعبیر کے مطابق لوگوں کا اچانک دشمنوں کا جم غفیر کیسے اور کس وجہ سے ظاہر ہوگا؟ پھر اپنوں میں سے وہ کون شخص ہے، جس کی وجہ سے دشمن مدھم پڑ جائیں گے اور پھر تھوڑے وقفے کے بعد وہ بھی دشمنوں کی جال میں پھنس کر الگ جائے گا؟ مگر والد صاحب کے انتقال کی خبر سننے کے بعد سے ان کی تجہیز و تکفین اور بنگلور واپسی تک کے جو میرے حالات نان پور میں رہے۔ ان سے خواب کی مکمل تعبیر ثابت ہو گئی۔

منافق و دغلاپن کی علامتیں:

بتلایئے! دشمنوں کے اس ارداہ سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے اندر منافقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس کا دوسرا نام ''دغلاپن'' ہے۔ جبکہ ایک مسلمان کو منافقت اور دغلاپن سے بچنا ہی خوشحال مندگی کے لئے ضامن ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے اندر چار عادات (نشانیاں) پائی جائیں۔ وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک عادت بھی ہوگی! تو وہ منافق ہے۔ جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (۱): جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (۲): جب بولے تو جھوٹ بولے۔ (۳) جب وعدہ کرے تو دھوکہ دے۔ (۴): جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔

واضح رہے کہ اس تیسری صورت میں وہ لوگ جو گالی کی عادت تو نہیں رکھتے ہیں۔ مگر کبھی کبھار جھنجلا کر ان کی زبان سے بے تکے اور گالی کے الفاظ فی البدیہہ نکل جاتے ہیں۔ اس میں وہ شامل نہیں ہیں۔ کیوں کہ اس کے عدم شمولت کی قرآن مجید کے چھٹویں پارہ کی پہلی آیت موجود ہے۔

چه معنی دارد؟

خیر! یہ منافقین کی علامتیں ہیں۔ انہی صفات کے لوگ مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں۔ ورنہ میرے والد کے جنازہ کا سر پرست میں تھا۔ ان کا بڑا بیٹا میں۔ جبکہ جنازہ میں شرکت کے لئے دوران سفر ہوں اور لوگ میرے دونوں بھائیوں کے غائبانہ میں والدصاحب کو دفنانے کے لئے غیر شرعی مشورہ کرنے لگے۔ چہ معنی دارد؟؟

بہر حال! دشمنوں نے حسد جلن کی آگ نکالنے کی کوشس کی۔ لیکن مجھ سے جن لوگوں کی بات ہوئی۔ ان کے ذریعے خواب کی تعبیر کے مطابق خوارج اور شیعہ منافقین مخالفین قسم کے دشمن لوگوں نے خاموشی اختیار کیں اور دشمنی نکالنے میں ناکام ہو کر بالکل ماند پڑ گئے۔

دشمنوں کو سانپ سوگھنا اورامامت کی سعادت:

میرے لئے میرے اللہ نے جنازہ کی امامت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے معاونین کو کھڑا کر دی۔ چنانچہ جیسے ہی نان پور پہنچا تو سبھوں کو سانپ تو سونگھ ہی لیا۔ مسئلۂ شرعیہ کے موافق میرے سارے دشمنان منہ تکتے رہ گئے۔ جناہ کی امامت جو میرا شرعی حق تھا۔ الحمد للہ! مجھے ملی۔ غسل بھی اپنے ہاتھوں سے والد صاحب کو دینے کی سعادت مجھے اور اعجاز کو حاصل ہوئی۔ کفن بھی

اپنے پیسے سے دینے کا موقع نصیب ہوا۔ تمام قرضے ادا کئے۔ زیورات بھی جن کا پتہ نہیں تھا کہ وہ کیوں لگائے گے تھے جبکہ اخراجات میں نے پورے کئے تھے۔ پھر بھی اس سوال سے قطع نظر کرتے ہوئے اعجاز اور ہم دونوں نے مل کر چھوڑائے۔ اس کے علاوہ دیگر تمام اخراجات کی سعادت حاصل ہو کر ہم دونوں کی یقیناً سر بلندی حاصل ہوئی۔ اس طرح پہلی بار اعجاز نے میرے ساتھ گھر کے معاملے میں شرکت کی۔ اے کاش کہ! اسی طرح وہ ہر قدم پہ ساتھ رہتا تو کیا ہی خوب ہوتا! خیر جو ہوا۔ خوب ہوا۔ عنداللہ وعندالناس اس موقع سے محبوب ہوا۔ ذالک من فضل ربی۔

اس طرح خواب کی پہلی شق کی تعبیر کے مطابق میں نے جو سانپ کھایا تھا گویا کہ اپنے خلاف دشمنوں کو کھایا تھا۔ جو اپنے دشمنی کے زہر سے مجھے اور اعجاز کو ڈسنا چاہ رہے تھے۔ ڈس نہیں سکے۔

خواب کے دوسرے شق کی تعبیر کا وقوع اور گھر میں تنازع

خواب کی دوسری جو شق ہے کہ ''میرے ساتھ ایک اجنبی شخص جو سانپ کھاتے آگے بڑھ گیا۔ اس کی تعبیر و مثال والد صاحب کے کفن و دفن کے بعد اندرون خانہ پیش آمدہ درج ذیل حالات سے ملی۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

عبرت آموز دو متحد بھائیوں کی مثال و نمونہ :

میرے گھریلو احوال کی تفصیل سے پہلے ایک عبرت آموز بنگلور میں رہائش پذیر بہار کے دو متحد بھائیوں کی مثالی واقعہ پڑھ لیجئے! میں ان دونوں بھائیوں کو جانتا ہوں۔ بہار کے علاقے ہی کے دو بھائیوں کے اتحاد اور گھریلو ترتیب و انتظامات کے ساتھ ترقی دیکھ کر دل مچل جاتا ہے کہ کاش کہ میرا بھائی بھی ایسا ہی ملتا کہ خون و پسینہ حق کے لئے نکال کر محبت پیش کرتا! وہ دونوں بھائی خوب محنت کرتے ہیں۔ ٹیوشن پڑھاتے ہیں۔ فیملی کو وہ بھی ساتھ میں رکھے ہیں۔ ان کے بھی کئی ایک بچے ہیں۔ دونوں بھائی کما کما کر بڑے بھائی کے پاس جمع کرتے ہیں۔ انصاف کے ساتھ دونوں نے بنگلور میں چار منزلہ مکان بنوایا ہے۔ جہاں سے کرایہ آرہا ہے۔ اس گھر کے کرایہ سے اور مزید کما کر بہار میں بھی تین منزلہ مکان الگ الگ بنوائے ہیں۔ امیر کے تحت دونوں ایک

دوسرے کو گویا خدا مانتے ہیں۔ ذرہ برابر نا انصافی نہیں۔ کوئی کسی کی مدد کرنے سے پیچھے نہیں۔ دونوں کے اتحاد و عمل کے درمیان دونوں کی بیویوں کا کچھ دخل نہیں۔ جو کرتے ہیں۔ دونوں بھائی مشورہ سے کرتے ہیں۔ خوب ترقی میں ہیں۔ دونوں عالم حافظ اور باشعور ہیں۔ بنگلور تا گاؤں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں۔ والدین کی ہر ضرورت میں دونوں سرفہرست ہیں۔ ان کی خوشحالی اور اتنی ترقی کا راز معلوم کرنے پر انہوں نے بتایا کہ:

''سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ ہم دونوں نے جہاں مل جل کر رہنے کے بہت سے ضابطے اور مشورے کر رکھے ہیں۔ وہیں یہ مشورہ بھی طے ہے کہ تین تین مہینے ہر ایک بھائی کی بیوی والدین کی خدمت کے لئے گھر پر رہیں گی۔ جب تک بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ گھر میں بیس بیس دنوں کے لئے ہر تین ماہ میں جایا کرتے تھے۔ والدین اور گاؤں میں اہل خانہ کے لئے سوئی تک کی خریدنے والی تمام چیزوں میں برابر کی شرکت ہے۔ گھر، زمین جائداد سب مل جل کر خریدے ہیں اور اپنے اپنے نام پر خریدے ہیں۔ اس کی صوت یہ ہوتی ہے ہم دونوں بھائیوں میں سے جس کے پاس زمین خریدنے کے مطابق رقم ہوتی ہے۔ اس میں جتنی رقم کم جاتی ہے۔ دوسرے بھائی کسی بھی طرح قرض وغیرہ کے ذریعہ اس سستی زمین کو خرید لیتے ہیں اور اس قرض کو مشترکہ ادا کر کے رقم کو آہستہ آہستہ اس بھائی کو جس کی رقم بطور قرض دوسرے بھائی کی زمین خریدنے میں لگی ہوتی ہے ادا کر دیتے ہیں۔ جس بھائی کو پیسہ نہیں ہوتا ہے تو اس وقت دوسرا بھائی خرچ کر کے حساب رکھ لیتا ہے۔ دوسرے تیسرے ماہ میں یا سہولت ملنے پر ایک بار حساب کر لیا جاتا ہے اور ایک دوسرے کے لگے پیسے برابر کر لئے جاتے ہیں۔ حساب میں جن کے ذمہ جتنی رقم نکلتی ہے۔ اس کی ادائیگی سے ذرہ برابر بھی کوئی ایک بھی نہیں کتراتے ہیں۔ وہ بڑے ہیں۔ ان کو کرنا چاہئے۔ میں چھوٹا ہوں۔ اس لئے بڑے کو میری مدد کرنی چاہئے۔ میں فقیر ہوں۔ وہ امیر ہیں۔ اس لئے میں کچھ نہیں کر سکتا! ایسے حیلے بہانے ہم دونوں میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بچے بڑے بڑے ہو گئے۔ اسکول کا نظام ضروری ہو گیا تو اب بچے بنگلور کے گھر میں رہ لیتے ہیں۔ سال میں گرمی میں اسکول کی چھٹی کے موقع سے دونوں بھائی ہنسی خوشی گھر جاتے ہیں۔ پوری فیملی کے ساتھ چھٹی گذار کر آتے ہیں۔ علاوہ دنوں میں مشورہ کے مطابق بنگلور

میں بچوں کے لئے انتظام کر کے ہر تین ماہ پر تین ماہ کے لئے ایک بھائی کی فیملی گاؤں جا کر رہ کر آتی ہیں۔ کوئی تقابلی مزاج و شکوہ نہیں ہے۔ ماحول بہت خوب ہے۔ سب کے سب مسرور ہیں۔ انہوں کہا کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ایسا ہی اتحاد ہر گھر میں ہونا ضرور ہے۔

کہتے ہیں کہ جو لوگ عورتوں کی امامت میں مدوسا بن کر اپنے بھائیوں میں بگاڑ کر کے گھر کو جہنم بنا کر رکھا ہے۔ بیشک یہ رویہ تنزلی کی طرف لے جاوالا فضول عمل اور دماغی ذہول ہے۔ یہ بالکل نہیں ہمیں قبول ہے۔ جو نا اتفاقی اور تقابلی مزاج سے (جسے اپنی زبان میں ہنسکا کہتے ہیں) کر کے گھر اجاڑ کر پریشان ہیں۔ یہ تو مشورہ قرآنی کے خلاف عورتوں کی امامت میں چل کر از خود قصور ہے!!

میں ترس گیا:

واہ! کیا ہی خوب یہ دونوں بھائی ہیں۔ ان دونوں سے وقتاً فوقتاً ملنا ہوتا رہتا ہے۔ مجھ سے بھی سگے بھائی کی طرح ملتے اور مشورہ لیتے رہتے ہیں۔ ان دونوں کے رول رویے سے میں ترس کر گیا ہوں۔ ایک ہمارے بھائی ہیں۔ نام کے تو تین بھائی اور ایک بہن ہیں۔ مگر بہن ایک پگلی ملی۔ بیچ کا بھائی ہر ذمہ داری سے دور رہنے والا بر وقت ساتھ دینے اور ذمہ داری اٹھانے سے مکمل فقیر ملا۔ ایک بھائی ایسا نصف پاگل ملا کہ نہ اسے عقلمند کہہ سکتے ہیں نا ہی پاگل۔ نہ معلوم اس کے لئے ڈکشنری میں کوئی مجھے لفظ ہی نہیں مل رہا ہے۔ ماں نہایت جاہلانہ مزاج کی۔ آرین مزاج کے احترام سے زبردستی سبھوں کے بوجھ اٹھا کر صرف مجھے ہی گدہا بنانے والی ہیں۔ اس میں خاموش رہ جاتی تو ایک بات ہوتی! مگر گھر کے تمامی افراد کے لئے گدہا بننے کے باوجود ایسی شکایات کا بازار گرم کی کہ نان پور میں اپنے علمی خزانوں کو از خود تقسیم کرنے کے باوجود کوئی لینے کے لئے تیار نہیں۔ باپ معتدل تھے تو وہ بھی مجبور و مقہور ہو ہو کر وقتاً فوقتاً حلق سے اوپر مخالفت کرنے پر مجبور ہوتے۔ اسی ماحول میں وہ اپنے رفیق اعلیٰ سے بھی جا ملے۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔ آمین۔

سمجھوتہ کی مجلس کو نزاع کی شکل دیدی:

والد محترم کی وفات کے بعد چاہا کہ مذکورہ دونوں بھائیوں کی طرح اتحاد کے ساتھ قائم ہو جائے۔ چنانچہ اندرون خانہ ٹوٹے ہوئے دل کی کیفیت و حالت میں سمجھوتہ کی ایک شب مجلس قائم کی۔ مگر یہ مجلس مثل سروتا سپاری کے کٹ جانے کی طرح دو ٹکڑے میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ کاش

کہ اعجاز میاں مجھ پر اعتبار کرتا! لیکن شک نے اسے ڈبودی اور نیک مشورہ دینے والے ہی کو اپنی طرف کھینچنے کا عمل شروع کر دی۔ حالانکہ اس مجلس میں ذیل کی تین قیمتی باتیں پیش کی تھی۔

پہلی بات:

والدہ کے رہنے کے تعلق سے تھی۔ اس بارے میں اعجاز کا مشورہ تھا کہ انہیں بنگلور لے جانا چاہتا ہوں۔ اس مشورہ کی میں نے تائید کی۔ میں نے کہا کہ والدہ کو اب ہم دونوں بھائیوں کے سپورٹ کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے ان کی مرضی کے مطابق رہائش کو ہم پسند کرتے ہیں۔ اگر والدہ بنگلور جانا چاہتی ہیں تو بخوشی چلیں۔ ہم دونوں کے یہاں وقفے وقفے سے اپنی مرضی و خوشی سے رہیں گی۔

دوسری بات:

اگر یہیں نان پور میں رہنا چاہتی ہیں تو ان کو سپورٹ اور معاون شخص کی ضرورت ہے۔ اگر والدہ نان پور میں رہیں گی تو اپنی حیثیت سے دو تین ہزار خرچہ دیتا آ رہا ہوں۔ اب بھی وہ جاری رکھوں گا۔ بڑے مصائب اور ہر خوشی و غمی کے مواقع سے مناسب طور پر ساتھ رہوں گا۔ اعجاز کو بھی دو تین ہزار ماہانہ دینے کے ساتھ ساتھ ہر خوشی و غمی اور بیماری و سیماری کے موقع سے برابر کی شرکت رہنی چاہئے۔

تیسری بات:

تیسری بات یہ کہی کہ اب اعجاز کا ٹھکانہ باعتبار رہائش نان پور میں میری نظر میں ضروری ہے۔ اس لئے برائے اتحاد میں اس کی زمین کو واپس کرنا چاہتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ رجسٹری خرچ وہ خود کرے اور گھر کی تعمیر میں جو خرچ ہوا ہے۔ اس خرچ میں شیئر کرے۔

اعجاز کا پارہ چڑھ گیا:

جیسے ہی کہا کہ زمین واپس کرتا ہوں۔ فوراً تیار ہو کر رجسٹری خرچ کرنے کو تیار ہو گیا۔ لیکن تعمیری خرچ میں شیئر کی جیسے ہی بات اس نے سنی۔ فوراً غصہ سے انکار ہو گیا اور بول بیٹھا کہ میں آپ کے حساب کو صحیح مانتا! پھر بات بڑھنے لگی۔ بجائے دائمی اتحاد کے قرارداد پر دستخط کرنے اور ماحول کو صحیح بنانے کے نااتفاقی کی صورت پیدا کر دی۔

میں منہ تکتے رہ گیا:

بتایئے! مولوی اعجاز نے نیت کے مطابق گفتگو بھی مکمل ہونے بھی نہیں دی اور اس قدر غصے

میں بدتمیزی کے الفاظ استعمال شروع کردی کہ الامان والحفیظ! یہاں تک کہ پہلی بار وہ حرکت اس کی میں نے دیکھی کہ کبھی احساس تک نہیں کیا تھا کہ یہ شخص ایسا بھی کرتا ہے۔ وہ یہ کہ اپنے ہی دونو ہاتھوں سے دونوں گالوں پر حقیقت میں بڑے زورزور سے چٹ چٹ مارنا شروع کردی۔ اس کی یہ عجیب وغریب حرکت سے چندوہ مزید اصلاحی دینی باتیں آپس میں معافی تلافی کرواکر ہمیشہ کے لئے ساتھ رہنے اور ایک دوسرے کا مناسب وحیثیت کے مطابق تعاون کی صورت کے واسطے کرنے کے لئے کرنے کو جوسوچھا تھا۔ سب بھول بھال گیا اور منہ تکتے ہی رہ گیا!

اگر میرے مشورہ کے مطابق وہ والدہ کے اخراجات اور خدمت میں شریک ہوتا اور تین ہزار اعجاز اور تین ہزار میں کل ماہانہ چھ ہزار روپے والدہ کو ماہانہ پابندی سے ہم دونوں دیتے تو والدہ اور بلقس پگلی دو آدمیوں کے لئے چھ ہزار روپے بہت بہتر تھے۔ اسی میں علاج و معالجہ بھی ہوجاتے۔ لیکن اعجاز نے وہ حرکت کی کہ بات کو مکمل بھی نہ کر پایا۔

اتحاد میں روڑا اٹکا دی:

بتایئے! اس حرکت کا کیا معنی ہے؟ صاحب کلام ہونے کی وجہ سے قانوناً تو اعجاز ہی بتلائے گا! لیکن اتنا تو ضرور نکلتا ہے کہ اتحاد کی صورت میں اس نے روڑا اٹکادی۔ اگر اس کو زمین کے تعلق سے مشورہ میں اخراجات تعمیر کا مطالبہ پسند نہیں آیا تو اسی بات کو سنجیدگی سے پیش کرتا یا حدیث رسول ﷺ ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' کہ: جو تواضع اور جھک کر بات اور عمل پیش کرتا ہے۔ اللہ اس کو سربلند اور کامیاب کرتے ہیں'' حدیث کی روشنی میں اپنی بھی ایک متواضع انداز کی رائے رکھنی تھی۔ مگر اس کے ستارہ میں غصہ کرنا لکھا ہے۔ جس کی وجہ سے اسے جہاں فائدہ کا وقت اور موقع آتا ہے۔ وہاں فوراً غصہ کرکے اپنا فائدہ کھو بیٹھتا ہے۔

اعجاز کا رویہ مصلحانہ ہونا چاہیے تھا:

اس جگہ اس کا رویہ نہایت مصلحانہ اور محترمانہ ہونا چاہئے تھا۔ میری باتوں کو سننے کے بعد مجلس مشاورت میں اپنی رائے ایک حاکمانہ اور اخلاقی کردار پیش کرتے ہوئے وہ یہ کہتا کہ دیکھئے! بھیا! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس اتنی مالیت نہیں ہے۔ آپ کا مشورہ سب صحیح ہیں۔ مگر تیسرے مشورہ میں آپ کی شرط پر عمل کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ کی تعمیری خرچ میں میں حصہ دار نہ بنوں۔ آپ حساب پیش کیجئے۔ جتنا خرچ ہوگا۔ اس کا آدھا تو نہیں دے سکتا

ہوں۔البتہ ایک پاؤ یا اتنی دے سکتا ہوں۔یا یہ کہتا کہ میں کیش نہیں دوں گا۔بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے منتقلی دوں گا یا جب جب میرے پاس رقم آئے گی۔کچھ نہ کچھ دے کر آپ کا قرض اتارتا رہوں گا۔اس کے بعد اپنے گاؤں گھر کے مقولہ ''پیٹ میں گھس کر کام نکالنا'' کی صورت اختیار کر کے متواضع ہوتا! غصہ نہ کرتا۔دشمنوں اور خصوصا ان لوگوں کے دربار میں اور معیت سے رکا رہتا تو آسانی سے بات بن سکتی تھی۔لیکن اس شخص کے اندر بات بگاڑنے کی صفت تو ہے۔مگر بات بنا کر متحد رہنے کی صفت نہیں ہے۔

حالانکہ میں نے بہت حکمت عملی کی صورت اپناتے ہوئے اپنی بیوی کو بھی راضی کر لیتا اور اس کو ممکن ہے کہ زمین میں کی گئی تعمیری خرچ بھی بعد میں معاف ہو جاتا! لیکن غالبا اس نے اپنی کھوپڑی میں سور کا گندہ دماغ فٹ کر لی ہے اور زندگی پر عورتوں کی فیکٹری میں مقتدی بن کر الو بنتے رہنے کو ٹھان لی ہے۔اسی وجہ سے نقصان اٹھانا ہی اس کا مقدر ہو گیا ہے۔

عدت میں بیٹھی پر غصہ کرنا حرام تھا:

ساتھ ہی افسانہ سیٹھانی بھی عدت میں بیٹھی والدہ کے سامنے جاہل بن کر ایسا جاہلانہ حرکت شروع کر دی اور بے تکے الفاظ کے ذریعے بدگمانی کو حقیقت سمجھ کر اتحاد میں نا اتفاقی کی راہ کھولدی۔مولوی اعجاز رات میں سمجھوتہ کی مجلس میں زمین کے مسئلہ پر میری تعمیری خرچ کے حساب ہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔

بھلا بتایئے! جو اپنا گھر بنائے گا۔اس کا حساب دوسرا پیش کرے گا؟ حساب نہیں ماننے کا کیا مطلب ہے؟ یہی بدگمانی اور سور والی دماغ میں گندگی نا کہ'' آپ بڑھا چڑھا کر حساب پیش کریں گے اور اس کا نصف کہیں گے دینے کے لئے تو میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔اس لئے بس رجسٹری خرچ دوں گا اور آپ کی تعمیری خرچ نہیں دوگا۔اس لئے کہ آپ کے حساب پر اعتبار نہیں ہے''۔

یہ اتحاد کی شکل کا طریقہ ہے؟ اور کسی کے کئے ہوئے اخراجات کا انکار کر کے بس یوں ہی جو آپ نے تعمیری خرچ کئے وہ گویا اپنی مرضی سے آپ نے کی۔اس لئے ان کو میں نہیں جانتا! مجھے دینا چاہتے ہیں تو اپنے تعمیری اخراجات کو چھوڑ کر فری دیجئے۔کیا یہ زبردستی نہیں ہے؟ میں بھلائی چاہتے ہوئے اس کے ٹھکانہ دینے کی صورت لگا رہا تھا اور وہ ہر موٹھی کر کے بیگانے کی طرح رویہ اختیار کر رہا تھا۔آج کے زمانہ میں کون ہے جو کسی کو مستقل نقصان سہ کر ٹھکانے کی بات کرتا ہے؟

اگر وہ متواضع اور تابع بن کر متحد رہنے کی صورت نکال کر نرمی اور اخلاق سے پیش آتا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو پھیر دیتا اور میں اپنی تعمیری اخراجات کو چھوڑ دیتا! دلوں کو تو اللہ تعالیٰ پھیرتے ہیں۔مگر شرط ہے کہ سامنے والا حالیہ سفر کی معیت والا حسن سلوک، اخلاق والا رویہ پیش کریں۔

کہتے ہیں کہ محبت سے عداوت کرنا سیکھو! انگریز بھی جب ہندوستان پر قبضہ کیا تو پہلے یہاں تاجر بن کر مسافر بنا تھا۔ پھر یہاں کی دوشیزہ سے رشتۂ نکاح جوڑ کر یہاں کا داماد بنا تھا۔ اب سسرال میں سپورٹ لے کر جو من چاہا کیا۔ یہاں تک کہ اس نے پورے ہندوستان پر اپنی حکومت ہی قائم کر لی۔ اس طرح کے رویے کو حکمت عملی کہتے ہیں۔

لیکن اعجاز میاں کی حکمت عملی کتے کی طرح محض بھوں بھوں کرنے کی اور ڈنڈے کھا کر زبان نکالے ہکلاتے نقصان اٹھا کر بھاگ جانے کی سی ہوتی ہے۔ کاش کہ وہ ذرہ برابر بھی عقل و دانش کا مالک ہوتا تو شاید میں بجائے اپنی تعمیری خرچ میں نصف رقم طلب کرنے کے رجسٹری خرچ بھی میں ہی دیدیتا! لیکن اس نے جو رویہ اختیار کیا۔ وہ بیان بھی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہی رویہ اس نے نیاز کے مسئلہ کے وقت بھی کیا تھا۔ کام اس کا ہمیشہ بر وقت اور فی البدیہہ غصہ کر اور بداخلاقی کرنے اور سامنے والے سے ان کی حیثیت عرفی کو گرا کر بات کرنے سے بگڑ جاتا ہے۔ جس کا اسے شعور تک نہیں ہے۔

غالباً یہ اس کے ستارہ کی خاصیت میں سے ہے۔ ظاہر ہے خاصیت کو چیز سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جیسے آٹا گوندھنے میں نمک یا شکر ڈال کر گوندھنے سے گوندھا ہوا آٹا نمکین یا میٹھا ہو جاتا ہے۔ اب اس سے تیار شدہ روٹی یا تو نمکین ہوگی یا کہ میٹھی۔ یہ نمکین اور یا میٹھی ہونا روٹی کی خاصیت و بناوٹ میں داخل ہے۔ اب اسے نکالنا چاہو تو ناممکن ہے۔ اسی طرح مولوی اعجاز کے دماغی بناوٹ میں بداخلاقی شامل ہے۔ اس وجہ سے اس کی قسمت میں ہمیشہ نقصان اٹھانا ہی مقدر ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر کچھ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اسی بے شعوری کی وجہ سے وہ مستقبل کے اچھے حالات بنانے میں ناکام ہے اور نان پور میں جن لوگوں سے اس کی دوستی ہے۔ وہ میرے علمی و مالی ترقی کے سامنے ایک کوڑی کے بھی نہیں ہیں۔ ایسے ہی لوگ اگر اس کی تعریف کرتے ہیں اور میری ہجو اور شکایت کرتے ہیں تو جلیں۔ بھنیں اور شکایت کریں۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

جہاں تک اہل عقل اور نان پور کے با کمال اشخاص کی ناراضگی کی بات ہے تو ایسے نان پور کے دانشمند لوگ مجھ سے بالکل ناراض نہیں ہیں اور اس طرح کے جو لوگ اگر کچھ بدگمان ہیں بھی تو حقیقت کے اظہار کے بعد وہ سب صحیح الدماغ ہو گئے ہیں۔ رہی بات حاسدین کی خواہ وہ دانشمندوں میں سے ہوں یا کہ جاہلوں میں سے تو ایسے تمام لوگوں سے میرے معاملہ میں چیلنج ہے کہ باپ کی اصلی اولاد ہے تو بدگمانی کر کے گناہ کو اٹھانے کے بجائے میرے اوپر اعتراض کو ایشیاء کے عظیم اداروں سے حاصل کردہ فتاؤں کو صحیح الدماغ سے پڑھیں۔ سمجھیں۔ پھر ان کی روشنی میں براہ راست مجھ سے بھی حالات کی تحقیق کر لیں۔ اگر والدین کے تعلق سے وہ اخراجات کی بل چاہتے ہیں تو وہ بھی پیش کرتا ہوں۔

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بھی اپنے گھر کے اخراجات اور اپنے والدین، بھائی، بہنوں پر کئے خرچوں کا اسٹیٹ منٹ بینک پیش کریں۔ اگر نہیں! اور یقیناً ہرگز نہیں تو پھر ''اِنَّ بَعضَ الظَنِّ اَثمٌ ''، بعض بدگمانی گناہ ہوتا ہے۔ قانون الٰہی پر عمل کریں اور بدگمانی اور دوغلا پن کو طلاق دے کر ایک اہل علم اور مفتی کی جو حیثیت کتاب وسنت میں منقول ہے۔ تسلیم کر کے شرعا اطاعت گذار بن کر اپنی عاقبت درست کریں۔ گناہ سے بچیں۔

یہی صورت حال مولوی اعجاز کو بھی اختیار کرنی چاہئے۔ مگر اس نے اسی نیک صورت حال کو طلاق دے دی ہے۔ جبکہ میں نے مولانا فضیل کی موجودگی میں جب اس کے یہاں ہنور میں گیا تھا تو نان پور جانے کے تعلق سے کہا تھا کہ نان پور میں جو میرا دشمن ہے۔ اس کو اپنا دشمن جانو گے۔ تم میرے دشمنوں سے میل محبت نہیں رکھو گے۔ تب ساتھ چلو۔ اچانک ساتھ میں جانے کا موقع ملا بھی تو اس نے نان پور میں اپنے رویے سے خاص طور سے میری اس شرط کو رد کر کے جو شبہ تھا۔ ثابت کر دی کہ آپ کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو آپ کا دشمن ہے۔ وہی لوگ میرے دوست ہیں۔

چنانچہ اس نے عارضی اور میرے خلاف شکایت کرنے والے اور مجھے غلط نظریے سے دیکھنے والوں سے دوستی میں بڑی پختگی پیدا کی جو اہم ترین ضرورت کے وقت تعاون کے مواقع سے سانپ کی طرح بل میں گھسنے کے بعد کبھی نظر نہیں آسکتے ہیں۔ لیکن اعجاز میاں اور اس کی مالکن سیٹھانی افسانہ خاتون نے اپنی سیٹھی دکھانا شروع کر دی۔ ایک ڈانٹ کو برداشت کر کے معافی

تلافی کر کے اچھے ماحول سے جیسے ساتھ گئے تھے۔ ویسے ہی خوشی سے ساتھ آنے کے ماحول کو پراگندہ اوراتحاد کی صورت کو پارہ پارہ کردی۔

خواب کے دوسرے شق کی تعبیر:

اس طرح اعجاز ،افسانہ اوران کے پرسان حال متوسلین لوگوں کی اس حرکت سے سمجھ میں آیا گیا کہ یہی تعبیر ہے خواب کے اس دوسرے شق اور حصہ کی جس میں ،میں نے دیکھا تھا کہ ''میرے ساتھ سانپ بھون کر کھانے میں ایک شخص ساتھ میں کھاتے ہوئے قریب سے دور جارہا ہے اور خاموش ہے۔اس دوسرے سانپ کھاتے ہوئے دور خاموش چلے جانے والے فرد کی تعبیر اعجاز کا والد صاحب کی تدفین کے بعد مجھ سے الگ ہوجانا ہے۔

مصالحت کی صورت اختیار کی:

لیکن کوئی بات نہیں! یہاں پر اعجاز نے خود ہی اپنا نقصان کا راستہ بنایا ہے۔اس کے بعد اس نے کوئی معافی تلافی یا کسی ثالثی کو رکھ کر مصالحت کی صورت بھی اختیار نہیں کی۔ جبکہ میں نے اس صورت کو اختیار کرنے کی کوشش کی۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ جب رات میں زمین کے واپسی کے عنوان پر غصہ غصی کر کے اپنے ہی گال پر تھپڑ مارتے اوپری منزل پر جا کر سو گیا تو یقیناً ہم دونوں کو کے دل میں غصہ تھا۔جس کا تقاضا تھا کہ طرفین میں سے کوئی کسی سے بات نہ کرے۔لیکن صبح اٹھتے ہی میں اس معمولی نزاع کو دل میں جگہ نہیں دی اور اسے از خود بات کیا۔ جگایا۔ وہ جاگ بھی گیا۔ تیار ہوکر فجر نماز ادا کر کے ساتھ میں بنٹولوا راستے سے قبرستان بھی گیا۔لیکن اس کی چال'' صـــــم بـکـم عمـــی فهـــم لا یرجعون '' کی تھی۔خوش مزاجی سے نہیں جارہا تھا۔ میں ہی کچھ کچھ بات کرتا گیا۔ اگر شب گذشتہ کے طوطو مینا اور معمولی بحث کو دل میں رکھتا تو ہر گز اعجاز میاں کو نماز فجر کے لئے اور والد صاحب کی زیارت اور قبرستان جانے کے لئے نہیں اٹھاتا اور اکیلے چلا جاتا!لیکن ایسا ہیں کیا کہ اب والد صاحب نہیں رہے۔گھر کو جوڑ کر چلنا ہے۔

ایک خاص عورت کا راستے میں

ٹـــوکـــنا اور میـــــرا جواب:

لیکن اس نے دماغ میں جوفتور بھرا تھا۔ وہ ختم نہیں ہوا۔ بلکہ مزید اس میں وائرس لگتا چلا گیا جس میں حقیقتا میرا کچھ بھی قصور نہیں ہے۔دلیل اس کی ایک یہ بھی ہے کہ قبرستان سے واپسی میں

محترم جناب شمس الحق صاحب بنٹولوا کے دروازہ پر ایک نیک اور تہجد گذار پانچوں اوقات کی نمازی قریبی خاتون جو لگ رہا تھا کہ کبھی گناہ ہی نہیں کی ہیں اور اس کے گھر کا ماحول شاید صحابہ صفات کے ہیں۔ ان کی اولادوں کی طرف سے مہینے کا خرچہ بڑی پابندی سے انہیں مل رہا ہے کہ میرے والدین کی تکلیف کا درد اس کے سینے میں جوش مار رہا تھا۔ مجھے طنزاً والدین کے اخراجات کے تعلق سے ٹوک دی اور ایک قانون داں کو قانون پڑھاتی ہوئی کہنے لگی کہ ''تو سب مائی کے تر دِلہونا'' اس کے اس جملہ کو تو اولاً میں نے خیال کیا کہ وہ میری تعریف کر رہی ہیں۔ لیکن تعریف کے الفاظ میں جب ان کا لہجہ اور دوسرا لفظ سنا تو سمجھ میں آیا کہ وہ طعنہ دیتے اعتراض کر رہی ہیں۔ اس کے اس طنزاً جملوں سے پتہ چلا کہ والدین کے اخراجات نہ دینے کے تعلق سے جاہلوں نے جاہلوں کے دماغ و میموری میں کتنی پلیدی کو سیو کر رکھا ہے۔ خیر اس عورت سے بات چیت کے دوران جب دیکھا کہ اس کے رویے کچھ ٹھیک نہیں ہیں تو میرا پارہ گرم ہو گیا۔

میرا جواب:

اس وقت ضرورت تھی کہ اس عورت کو منہ توڑ جواب دی جائے اور دماغی جاہلانہ فتور کو کافور کی جائے۔ کیوں کہ چور کو خوف رہتا ہے کہ کہیں بھید نہ کھل جائے۔ میں تو سعید و فضیلت والا کام کرتا آیا ہوں تو مجھے کس چیز کا خوف؟ چنانچہ میں نے ضروری سمجھا کہ ان لوگوں کے دماغ میں جو غلط اور ناجائز گانے سیو ہیں۔ ان کو ڈیلیٹ کروں۔ اس لئے اس عورت پر زبردست انداز میں جواب دیتے ہوئے میں نے اپنی گرمی دیکھائی اور غصے کے انداز میں چیخ چیخ کر ان سے سوالات کئے۔ ان کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔ فحش نہیں! مگر علمائے کرام کی زبان سے عموماً جو گالیاں نکلتی ہیں۔ انہی الفاظ سے مزین چند عام گالیاں بھی چھٹے پارہ کی پہلی آیت کی روشنی میں نے انہیں عطا کیں۔ محلّہ کے دیگر گھروں سے بھی لوگ باہر آ نکلے۔ سب کے سب بس منہ تک رہے تھے۔ گویا کہ سبھوں کو سانپ نے سونگھ لیا ہو! سچ ہے۔ حق کی آواز کے سامنے باطل کی کیا مجال کہ ٹھہر سکے!! خیر! جو ہونا تھا۔ ہوا۔

مولوی اعجاز نے ساتھ نہ دیا:

جب سیدھے راستے کی طرف مڑ کر دیکھا تو اعجاز میاں غائب چلتے بنے دور جاتے دیکھائی دیا۔ اس وقت مولوی اعجاز نے ساتھ نہیں دیا۔ بس آگے چلتا بنا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ یہ

خوش ہو رہا ہے کہ مفتی کی ٹھیک شکایت و بے عزتی ہو رہی ہے۔ بڑا دکھ ہوا۔ دل میں چند بدگمانیاں خود بخود آنے لگیں کہ اس طرح کی صورت حال اسی لڑکے کے رویے نے پیدا کر رکھی ہے۔ دوسرا دشمن نہیں اور غدار نہیں۔ بلکہ ارطغرل سلطنت میں سعدتین کو پیک ،امیر بہاء الدین اور کردگلو اور سلطنت عثمانیہ میں جس طرح ''کرولس عثمان'' کا چچا دندار نے اپنے خونی رشتے کے باوجود اپنی سرداری و خدائی کے خواب و لالچ میں یہودی اور منگولوں سے مل کر عثمان اور اپنی قوم سے غداری کی تھی۔ اسی کی مثال میرے گھر میں ہے۔ جبکہ میں مل ملا کر رہنا چاہتا ہوں۔ رات کے غصہ غصی کو کالعدم سمجھ کر از خود اس سے بات چیت شروع کر دی تھی۔ لیکن اس کے دل کے فولڈر اور قلب کے اندر جمے کینے دور ابھی تک صاف نہیں ہوئے۔ دراصل اسی کی غلط حرکت اور امید و مال کی پلاننگ سے میری چاچیوں ، دادیوں کے دماغ میں غلط باتیں اور فتور سیو (محفوظ) ہے۔ اس کا یہ چلتے رہنے کا عمل ثابت کر رہا تھا کہ شکایت کرنے والی عورت اعجاز میاں کو بہت معصوم سمجھتے ہوئے کراہ رہی تھی کہ ہائے ہائے! اس بے چارے کا تو حق ہی مفتی نے اڑا دی۔

اعجاز بڑا پارسا بن بیٹھا:

چنانچہ جب میں اس عورت کو مسکت جواب دے کر آگے بڑھا تو اس خاص بوڑھے شخص سے میری ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک ہوا۔ سابقہ عورت پر جو گرمی دکھائی تھی۔ اسی انداز میں اس بوڑھ میاں سے میں نے گفتگو کی۔ اس شخص سے اعجاز میاں میرے ان تک پہنچنے سے پہلے گفتگو کرتا نظر آیا۔ جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا۔ میاں اعجاز وہاں سے بھی چلتے بنے! لیکن اس صاحب کے پاس میں تھوڑی دیر کے لئے علیک سلیک کرنے کے لئے رک گیا۔ سلام کیا۔ خیر خیریت معلوم کر کے ان کے پاس بھی دو چند الفاظ سخت ترین نکالے۔ وہ شخص کبھی ضرورت پر میرا مرید بن کر مجھ سے تعویذات کا کام کروا چکے ہیں۔ پھر آگے بڑھتے رہے۔ کچھ دور جا کر اعجاز سے قریب ہو گیا۔ اب مولوی اعجاز اور مجھ سے بحثیں شروع ہوئیں۔ وہ اس گفتگو میں بڑا پارسا بن بیٹھا اور تاکید کرنے لگا کہ آپ کو غصہ نہیں کرنا تھا۔ یعنی اس جاہل عورت کو خاموش رہ کر یہ دلیل پیش کر دیتی تھی کہ میں یقیناً غلط ہوں۔ تبھی تو تھوک رہی ہے اور وہ عورت بھی خوش ہو جاتی کہ مفتی کو برسرعام میں نے تھوکا۔ اگر وہ صحیح ہوتا تو کیا کچھ جواب نہ دیتا!

جبکہ اعجاز کو ساتھ دینا تھا:

بہر حال اعجاز کا کہنا کہ ''آپ غصہ مت ہوئیے'' کا مطلب شکایت کرنے والوں کو آپ گالی نہ دیں۔ بزرگیت کی نسبت سے یقیناً ''واعرض عن الجاهلين '' کے تحت خاموش رہ جانا عمدہ عمل تھا۔لیکن جس جگہ پر میرے اوپر اعتراض کر رہے تھے۔اس جگہ پر موقع محل کا تقاضا تھا کہ مسکت جواب دی جائے۔ورنہ یہ بات ثابت ہوجاتی کہ مفتی یقیناً والدین کو خرچ نہیں دیتا ہے اور جوان لوگوں کے دماغ میں شک والا اعتراض تھا۔مزید یقین پیدا ہو جاتا!اس لئے جواب میں نے دی۔اس موقع سے اگر اعجاز متحد رہ کر گھر کو جنت نما بنانے کا امیدوار ہوتا اور بڑے بھائی اور مفتی کی عظمت بحال کرنے کے لئے خیر خواہ ہوتا! تو میرے ساتھ وہ بھی دو چند الفاظ میں معترضین کو خاموش کر دیتا تو میرے تعلق سے لوگوں کا دماغ صاف ہوجاتا!اس لئے اس پر واجب تھا کہ وہ میرے ساتھ مسکت جواب دینے میں معاون بنتا!۔تب جانتے کہ ہاں! بھائی کے دل میں قینچی اور سروتا پوشیدہ نہیں ہیں۔لیکن میرے منہ پر میرے مخالف شکوہ کر کے ایک مفتی کو کوس رہا تھا اور سگا بھائی ساتھ نہ دے کر آگے چلتا بنا! آخر دیتا کیوں؟ اسی کے حق میں تو لوگ میرے اوپر اعتراض کر رہے تھے۔جس سے دل پر بہت گہرا اور غلط اثر پڑا اور فی البدیہ یہ شعر یاد آیا کہ رع:

غیروں سے ساز باز ہے اپنوں سے بیر ہے
دشمن کی شکل میں اپنی جماعت ہے دوستوں

اعراض کی بھی ایک حد ہے :

حقیقت سمجھ میں آ گئی اور اس کے ساتھ اس سفر میں یہ صاف ہو گیا کہ اگر اعجاز میاں ذرا سا بھی اعتدال مزاج سے کام لیتا! تو یہ اختلاف اور میرے تعلق سے ماحول کا بگاڑ ہوتا ہی نہیں۔مگر اس کا ہی رویہ معاندانہ اور جاہلانہ ہے۔جس کی وجہ سے لوگ بھی مزہ لیتے ہوئے شکایات کے دلدل میں پھنسے ہیں۔اس طرح وہ خود بھی نقصان کے ساتھ گناہ اٹھا رہا ہے اور دوسروں کے دلوں میں گناہ کا وائرس پھیلا رہا ہے۔

قانــــون :

اس لئے ان لوگوں کو گناہوں کے دلدل سے بچانے کے لئے عملی اور قولی دونوں اعتباروں سے جواب دینا ضروری تھا۔واضح ہو کہ قرآن مجید کی ہر آیت کا لنک و تعلق ''اعدلوا هو اقرب

للتقوی ‘‘سے ہے۔جس میں ہر بیان کردہ قانون، ربانی عدل کے قانون سے جڑا ہوا ہے۔عدل کا وہ قانون یہ ہے کہ جب نقطۂ حدود سے چیز باہر ہو جاتی ہے تو وہ آؤٹ ہو جاتی ہے۔’’اعدلوا هو اقرب للتقوی ‘‘کے تحت حد اعتدال کے قانون سے باہر چیز از خود سڑ جاتی ہے۔اس وقت وہ پھینک دی جاتی ہے۔

مثـــال :

مثلاً سیب جبکہ وہ اول درجہ میں کچا ہو تو نا قابل استعمال ہوتا ہے۔جب پک جاتا ہے تو ایک وقت مقررہ تک استعمال کے قابل ہوتا ہے۔کوئی سیب کو استعمال کرے یا نہ کرے۔استعمال کا وقت مقررہ یعنی حد اوسط کا ٹائم آؤٹ ہوا تو وہ سیب خود بخود سڑ جاتا ہے۔پھر پھینک دیا جاتا ہے۔یہی قانون کائنات کی تمام چیزوں میں ہے اور تمام چیزوں کے قوانین کی تمام آیات کا تعلق قانون عدل سے ہے۔

لیکن جب انسان عدالت و انصاف کے قانون سے جاہل ہو جاتا ہے تو وہ سڑا سیب اور حد اوسط سے باہر چیزوں کو بھی استعمال کرنے پر تل جاتا ہے۔دین اسلام کے علاوہ ادیان اور جہالت کے میدان میں یہی ناجائز اصول جاری وساری ہے۔اسی کو رسول اللہ ﷺ نے ختم کرنے کی مہم چلائی تھی۔چونکہ اعجاز اور اس کے حامیان لوگ حد عدل سے باہر من موجی اصول جاہلانہ ’’اُو بر کاہی‘‘ پر رواں دواں ہے۔اس لئے مجھے یقین ہے کہ ان کی کوشش کے نتیجے میں لوگوں کا میرے اوپر بھونکنا ناجائز ہے۔کیوں کہ کتوں کو ایک مفتی کی حیثیت واہمیت کہاں معلوم ہوتی ہے۔لیکن لوگوں کے بھونکنے سے کیا فائدہ؟ کتے جب زیادہ بھونکتے تھے اور مدینے میں ان کی کثرت ہو گئی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں باہر نکلوا دیا تھا۔اسی طرح جس رب کے نزدیک مفتی کی قدر و قیمت ہے۔اس خدا کی مرضی سے ان کے قوانین کی روشنی میں میرا قدم ہر قدم درست ہے۔اسی وجہ سے میرا خدا مجھ سے راضی ہیں۔اگر راضی نہ ہوتے تو میں عالم دین اور مفتی ہی نہیں بنتا۔لیکن فخر ہے کہ اس رب نے مجھے مشہور زمانہ عالم دین اور فاضل بنایا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ وہ رب مجھ سے محبت کرتا ہے۔اگر محبت نہ کرتا تو یروشلم (بیت المقدس) کی جنتی اور انبیائے کرام کی بستی تک نہ پہنچاتا۔اگر وہ رب محبت نہ کرتا تو دس انبیائے کرام کی قبروں کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوتا۔اگر وہ مالک محبت نہ کرتا تو چار عرب ممالک کا دورہ نہ کرتا

اور آئندہ بھی ایسی راہیں میرے لئے بحمد للہ ہموار ہیں۔ ذالك ايضا فضل الله يؤتي من يشآء ۔ یہ محض اس رب کا فضل ہے جو وہ چاہ لئے۔ حاسد اگر جلتے ہیں تو مزید جلیں۔ جس چیز کو آگ لگتی ہے۔ وہی چیز جلتی ہے۔ جس سے حسد کیا جا رہا ہے۔ اس کو کیا نقصان؟ جب وقت آئے گا اور کتوں کی کثرت ہو جائے گی تو مجھے بھی رسول اللہ ﷺ کی نقل کرنی پڑے گی تو انشاء اللہ اس سنت پر بھی عمل کر لیا جائیگا۔

میں خوش نصیب ہوں:

حقیقت یہ ہے کہ ان ککڑ بچھوؤں اور گھر گھروں کے نزدیک جو اندرون خانہ اور بیرون خانہ دونوں جگہوں میں خود ہی کسمپرسی کے عالم میں ہیں۔ ان کی شکوہ شکایات اور بدنام وحسد کرنے سے میرا کچھ نہیں بگڑ رہا ہے۔ وہ لوگ کتے کی طرح بھونکتے ہیں تو بھونکتے رہیں۔ حضرت شیخ سعدی کے قول کے مطابق میں خوش نصیب ہوں۔ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ جس اچھے اور اہل علم شخص کی شکایت ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے۔ اس کے شاکیوں کی نیکی کاٹ کر ان کے گناہوں کو اللہ تعالی مٹا دیتے ہیں اور جنت میں جانے کے لئے راہ ہموار کر دیتے ہیں۔ ایک شاعر نے کیا خوب اس مقولہ کو شعر میں پرو دی ہے۔ جس سے جنگ آزادئ ہند کے ہیرو پیر کامل فاضل ومربی دیوبند حضرت مدنیؒ کے قول کی ترجمانی بھی ہوتی ہے کہ ۔ ع

وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ نَشْرَ فَضِیلَۃ

طُوِیَتْ اَتَاحَ لَھَا لِسَانُ حُسُود

ترجمہ: اللہ تعالٰی کسی شخص کے فضائل پھیلانے کا جب ارادہ کرتا ہے تو اسے حسد کرنے والی زبان (شخص) مہیا کر دیتا ہے جو اس پر حسد کرتا ہے اور اس کی نیک نامی کا وہ سبب بنتی ہے۔

ظاہر ہے جب تلک اندھیرا کا وجود نہ ہو۔ روشنی کا کیا مطلب! جب تک باطل کا وجود نہ ہو۔ حق کی باتیں کرنے سے کیا فائدہ؟ اسی طرح جب تک کوئی حاسد نہ ہوں۔ تب تک محسود کی بات کا اظہار کیسے ہوگا؟ اس لئے حقیقت ہے کہ شکایت حسد کی وجہ سے ہی کی جاتی ہے اور جس سے حسد کی جاتی ہے۔ اُس کو ملیا میٹ کرنے کے لئے ہی حسد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس عمل سے حاسد ہی جلتا ہے اور محسود ترقی کرتا ہے۔ اس کی مثال میں تمام صالحین، شہدا، صدیقین اور انبیاء ہیں۔ مگر انبیاؤں میں سے حضرت ابراہیم، حضرت، حضرت یعقوب، حضرت یوسفؑ، حضرت ایوبؑ اور

حضرت محمد ﷺ خصوصیت سے قابل مثال ہیں۔

معارف الحدیث ج:۶:ص/۱۳۰/میں مسلم شریف کی حدیث کی شرح کے حوالے سے ایک حدیث ہے ''اَلْمُسلِمُ اَخُو الْمُسلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُ لُہٗ وَلا یُحَقِّرُہٗ اَلتَّقْوٰی ھٰہُنَا(وَیُشِیرُ اِلٰی صَدرِہٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ)بِحَسبِ اِمْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُحَقِّرَاَخَاہُ الْمُسلِمَ کُلُّ الْمُسلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَ عِرضُہ۔ترجمہ:مسلمان مسلمان کا بھائی ہے(لہذا!نہ خوداس پرظلم وزیادتی کرے۔نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لئے اس کو بے یارو مددگار چھوڑے۔نہ اس کی تحقیر کرے(راوی حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا)''تقوی یہاں ہوتا ہے''(اور) کسی آدمی کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اوراس کی تحقیر کرے۔مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے حرام ہیں۔یعنی اس پر دست درازی حرام ہے۔اس کا خون بھی،مال بھی اور آبرو بھی (سب حرام ہیں)۔

خدا جھنم کے پل پہ قید کردیگا:

اسی طرح حضرت معاذؓ سے مروی حدیث ابوداؤدشریف میں منقول ہے کہ''جس کسی نے کسی مسلمان بندے کو بدنام کرنے اور گرانے کے لئے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پل پراس وقت تک کے لئے قید کردیگا۔جب تک کہ وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک صاف نہ ہوجائے۔ان احادیث کے مطابق،شکایت کرنے والے لوگ بھی اپنا انجام سوچ لیں۔ساری دنیا کے لوگوں سے خصوصا اوراپنے مخالفین قریب و بعید دونوں سے عرض کرتا ہوں کہ پہلے خود نیک بنیں۔پھراپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں۔اس کے بعد اولاد سے کچھ امید لگائیں۔

یقیناً بہت دِل دکھتا ہے۔جب والدین ہی یا خاص الخاص یا قریبی خاندانی ومحلّہ کے لوگ ہی بلاتحقیق اہل علم کی شکایت کرتے ہیں۔اس حرکت کا کوئی صاحب بصیرت شخص قائل نہیں ہیں۔کیا خوب کہا کسی شاعر نے کہ:

گھونٹ دوں اپنے ہی ہاتھوں سے امید وں کا گلہ
میں تو ہرگز کبھی اس بات کا قائل نہیں

دوست و دشمن کی شناخت کریے:

کاش کہ دشمن لوگ خاص طور سے میری ماں میرے علمی حقیقت کو پہچانتی اور میرے بھائی اور

اس کی بیوی اور اس سے متعلق لوگ میرے علمی خزانے اور حیثیت کو جانتے تو شاید نہ وہ لوگ گھاٹے میں نہ رہتے نا ہی میری بدنامی ہوتی! اگر چہ شکوہ شکایات سے میرا کچھ نہیں بگڑا ہے۔ خاص طور سے جاہلوں کے نزدیک تعریف ہونے اور بدنام ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اصل تعریف و بدنامی اہل علم کے نزدیک کی بدنامی اور تعریف ہے۔

مجھے امید ہی نہیں یقین ہے کہ نان پور کے اہل علم مجھ سے خفا نہیں ہیں۔ جو ہیں ان کو حقیقت کی تحقیق کی دعوت دے رہا ہوں۔ ویسے بصیرت کی نگاہ سے کوئی مجھ سے خفا نہیں ہیں۔ ہیں تو اپنے ہی لوگ ہیں۔ جن کی اس معاملے میں میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالی کا اصول ہے کہ شکوہ کرنے والے اور غداروں کے ہی برے حالات ہوتے ہیں اور انشاء اللہ رہیں گے۔ خاص طور سے میرے بھائی نے جو والد صاحب کی تدفین کے بعد گھر میں ماحول بنایا۔ اس سے میرا کچھ نہیں نقصان ہوا ہے۔ بلکہ مولوی اعجاز صاحب کا ہی سابق میں بھی بگڑا ہے اور ابھی بھی بے شعور اور نادانی حرکت سے اپنے بگاڑ کی راہ کھول لی ہے۔

عقل سلیم کا چشمہ لگائیں:

میں مولوی اعجاز کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے دوست اور دشمنوں کی شناخت کرے۔ والد صاحب کی رحلت کے بعد اپنی جہالت کے چشمے کو اتار کر عقل سلیم کا چشمہ لگائے اور سمجھے۔ جو لوگ ان کے گھریلو نزاعی معاملے میں دوست ہیں۔ وہ محض وقتی ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ جب وقت پڑے گا علاج و معالجہ کا۔ عین مصیبت کے وقت میں مدد و تعاون کرنے کا۔ گھر بنانے کا۔ زمین خریدنے کا تو اس وقت ابھی جوان کے دوست اور پرسان حال ہیں۔ جن کے پیچھے پیچھے حافظ ہو کر الو کی طرح پھرتا ہے۔ وہی لوگ اسے انگوٹھا دیکھا دیں گے۔ سابق میں بھی وہ ایسے لوگوں کا انگوٹھا دیکھ چکا ہے۔ آئندہ بھی وہ لوگ سانپ کی طرح بل میں گھس جائیں گے اور اعجاز حضرت موسیٰ کی طرح نان پور کے خیالی میدان تیہ میں پھرے گا۔ کوئی معاون و مددگار نہ ہوگا۔

دوستی و معاشرت میں فرق ہے:

دو ایک وقت کا کسی کے یہاں کھانا کھا لینے سے یا کسی دوست و مصاحب کے کھلا دینے سے یا کسی وجہ سے زبردستی کسی کے یہاں دعوت کھا لینے سے کوئی حقیقی دوست نہیں بن جاتا ہے۔ یوں تو دشمنوں کو بھی کھلا دیا جاتا ہے۔ یہ دوستی نہیں۔ آداب معاشرت ہے۔ جس میں بڑا فرق ہے۔ مگر دانا

اصل دوست کی شناخت کرتے ہیں۔ ہر کھانا کھلانے والا اور گھریلو شکوہ میں ساتھ دینے والا دوست نہیں ہوسکتا۔ غیر غیر ہی ہوتا ہے۔ خون خون ہی ہوتا ہے۔

''کل شی یرجع الی اصلہ'' قانون ھے :

بھلے سے غصہ میں کوئی باپ کو باپ کہنے سے ماں کو ماں کہنے سے بھائیوں کو بھائی کہنے سے انکار کردے۔ مگر جس طرح کسی چیز کے ٹکڑے کو کسی دوسری چیز کا غصہ میں ٹکڑا اور حصہ نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کس کا بیٹا ہو؟ سوال کرنے پر کوئی یا اعجاز میاں ہی غصہ میں عبدالستار کے نام کے بجائے عبدالوھاب کا نام نہیں لے سکتا ہے۔ تمہاری ماں کون ہے؟ کوئی سوال کرے تو ناراضگی اور غصہ ہو کر بجائے زلیخا خاتون کے ثمینہ بیگم نہیں بول سکتا ہے۔ کسی کے سوال کرنے پر کہ تمہارے بڑے بھائی کا کیا نام ہے؟ تو بجائے مفتی سجاد کہنے کے مفتی منصور نہیں بول سکتا ہے۔ یقیناً ''کُلُّ شَیءٍ یَرجِعُ اِلٰی اَصلِہٖ'' ترجمہ: ہر چیز اخیر میں اپنی اصل ہی کے پاس واپس جاتی ہیں''۔ اصل سے کٹی ہوئی چیز اصل کا ہی حصہ ہے۔ یہ قانون ہے۔ اسی کو ہر خاص و عام شعر گوئی کرتا پھرتا ہے کہ رع:

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

اعجاز کو حد اعتدال میں انصاف سے کام لینا چاھئے :

ظاہر ہے جو شخص ''قانون''، یعنی چیزوں کو ان کے آداب و حدود کی معلومات حاصل کرکے کام انجام دیگا تو یقیناً وہ قرآن مجید کے چوتھے پارے کی آیت نمبر ۱۳۵ ر ''یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُونُوا قَوّٰامِینَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَینِ وَالْاَقْرَبِینَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِیرًا ہ کی ہرگز نہیں مخالفت کریگا۔ ترجمہ: (جس میں کہا گیا ہے کہ) اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر۔ گواہی دو اللہ کی طرف۔ اگرچہ نقصان ہو جائے تمہاری ذات ہی کا یا ''یہ گواہی اور بات'' تمہارے ماں اور باپ کے خلاف ہی کیوں نہ پڑ جائے یا دیگر قرابت یعنی رشتہ دار لوگوں کے خلاف ہی کیوں نہ پڑ جائے۔ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے۔ سو تم پیروی نہ کرو دِل کی خواہش کی انصاف کرنے میں اور اگر تم زبان ملوگے اور اعراض یعنی حقیقت کو چھپا کر کچھ گول مول اور جھول والی بات کہوگے تو (سنو!) اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)۔

آخر کس کے گھر میں طو طو مینا نہیں ہوتا ہے ؟:

اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ اعجاز انصاف اور عدل سے کام لیتے ہوئے نزاعی صورتوں کو ترکیب نہ دیں۔تقابل وتماثل ممکن نہیں ہے۔اس لئے سمجھوتہ اور زبان بندی کے ساتھ اخلاق کریمانہ کام لے۔آخر کس کے گھر میں جھگڑا نہیں ہوتا ہے؟ کس کے گھر میں طوطو مینا نہیں ہے؟بس گنے چنے الا ماشاء اللہ کوئی اِکا دکا، اللہ کا،ایسا بندہ ہوگا۔جس کے سبب یہ دنیا قائم ہے۔جن کا گھر کہیں محفوظ ہوں۔ورنہ آج کوئی گھرانہ محفوظ نہیں ہے۔بستی کی بستی اور گھرانہ کا گھرانہ حسد اور اس سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی زد میں ہیں۔حتی کہ بہت سے علماء وصلحاء کہلانے والے لوگ بھی محفوظ نہیں ہیں۔

عیوبات کا پٹارہ لے کر بھی با عزت ہیں:

بلکہ ایسے ایسے گھرانے دنیا میں موجود ہیں۔جن کے گھناؤنے حرکات وعیوبات اور بدنامی کے کرتوتوں اور روڈ پر کتوں کی طرح مکے بازیوں اور آستین چڑھول سے شیطان بھی ''لا حول'' پڑھتا وسوسہ ڈالنے سے پیچھے ہٹ چکا ہے۔پھر بھی یہ لوگ اپنی اپنی عقل کی شُرطیوں سے اپنے عیوبات کو اپنے تمامی اختلافات کو اپنوں ہی میں حل کر کے کانوں کان تک خبر ہونے نہیں دیتے ہیں اور ہزاروں عیوبات کا پٹارہ لے کر بھی بظاہر بہت باعزت جینا سیکھا ہے!!!

بخلاف میرے گھر کے لوگوں کے:

بخلاف میرے گھر کے لوگوں کے کہ بات تو کچھ نہیں۔کوئی عزت وناموس کے خلاف کام نہیں۔جو ہیں تحقیق کام کے بعد اس کی صورت غلط ہے اور دوسری ہیں۔لیکن پھر بھی گھر کے ہی لوگوں نے اپنے ہی گھر کی عزت کو خود ہی نیلام کرنا سیکھا ہے۔وجہ اس کی یہی بے دینی،غربت ،جہالت،نگہبان کی نگہبانی کی مخالفت،خاص طور سے،بلا مشورہ اور من موجی،کام!اور اپنے خاص مشیر کار کی شناخت اور اس کو امیر تسلیم نہ کرنی اور حقیقت واقعہ کی تحقیق کئے بغیر عدت میں بیٹھی ماں پر غصہ سے معمولی بات کے لئے ہنگامہ کھڑا کر کے ان کے ٹوٹے دل کو چور کرنے والی جیسی حرکت کرنا اور کرانا ہے۔اسی طرح جس نے جو پڑھا دیا اور بظاہر وہ اچھا معلوم ہوا۔اسی کے پیچھے چل پڑنا ہے!خصوصا،یکطرفہ نظریہ،عدم تقوی،اَنا،بدگمانی،جھوٹ،تعصب اور اپنیتی کے ساتھ قدیم روایتی رسم ورواج اور دہنیت سے مفاد پرستی کا توعظیم اِجتماع ہے!!!

لڑ جھگڑ کر کباب بن چکے ھیں:

آخر اس نزاع سے نجات دلائے کون؟ دستور حیات ''قرآن مجید'' میں تو اللہ تعالیٰ نے نزاع کے معاملے کو ختم کرنے والے جن افراد کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ وہ تو ''اولوالاباب'' حضرات !!یعنی، علمائے دین مفتیان شرع متین کی ہستیاں ہیں!!!

کیا عالم کیا جاھل؟

لیکن ان ہستیوں کے موجود ہونے کے باوجود اکثر ،نزاع، تقریبا ہر گھر میں شباب ہی نہیں ! بلکہ اس قدر ماحول پیدا ہو چکا ہے کہ اِس چکر میں سب کے سب آپس میں سور، کتا اور کتا، بلی کی طرح نو چا نوچی ،اور لڑ جھگڑ کر کنجڑ سے بھی بدتر اور کباب بن چکے ہیں۔کیا عالم کیا جاہل! تقریبا سب کے سب نزاع کے معاملہ میں برابر ہی ہیں! مگر حق بات کڑوی لگتی ہے۔بعض قارئین کو ضرور میری کڑوی لگے گی کہ ''وہی لوگ دوسروں کے معمولی نزاع کو کنجڑ کہتے ہوئے بڑے اشراف و فاضل بنے ہیں''۔

انصاف قائم کر نے نھیں دیاجاتا ھے:

ہزاروں میں کوئی ایک عالم دین کہیں پہ بحیثیت مصلح ہیں بھی تو وہاں پہ علماء شریعت کے خلاف ماحول اور تن تنہا ہونے کی وجہ سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔کیوں کہ مفاد پرست افراد ایسے مصلح علماء کو عدل وانصاف کا ترازو قائم کرنے ہی نہیں دیتے ہیں۔بلکہ وہ اَپنی قدیم وروایتی مزاج میں علماء ہی کو ڈھالنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔چنانچہ علماء حضرات اَنبیاء، صلحاء اور صحابہ وَالی قربانی پیش کرنے سے مجبو بالکل مجبور ومقہور سمجھ کر محض حکمت کی تسبیح پڑھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور بس وہ اس خیال وگمان میں رہتے ہیں کہ ماحول کے درست ہو جانے کے بعد کچھ دینی کام کریں گے۔

یہ وسوسۂ شیطانی ھے:

جبکہ یہ بھی ایک شیطانی وسوسہ ہی ہے۔ایسا خیال اخلاص کے فقدان اور غلط ماحول سے متأثر ہوجانے کی وجہ سے جو شیطانی وائرس لگ گیا ہوتا ہے۔اس سے صرف آئندہ زمانے میں کام کرنے کی امید کے لئے صرف خام خیالی ہی ہوتی ہے۔

نگھبانی کا مذاق اڑا یاگیا:

یہی میرا حال ہوا۔قدرت نے جو ایک نگہبان اور شرعی امیر بشکل مفتی میرے گھر میں عطا کیا تھا۔اُس کو میرے گھر کے لوگوں نے اَپنی جہالت سے زَکریّا کی طرح آرے سے چیر دی۔اُس

کے اَخلاق، علم اور حیثیتِ عرفی کی دَھجی اُڑادی۔ اُن کی نگہبانی کا مذاق اُڑادیا گیا۔ مفاد ذاتی اور یکطرفہ نظریے کی بنیاد پر سخت مخالفت کی گئی۔ جبکہ بندہ نے پوری حکمت عملی سے گھریلو ماحول کو بنانے کی کوشش کی۔ لیکن گھر والے مکمل شیطانی جال وچال کے شکار ہو چکے ہیں۔ لیکن اس حالت سے دوچار ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ کیوں کہ جب حضرت زکریاؑ پیغمبر ہوتے ہوئے بھی قوم کے ہاتھوں چیر دیئے گئے تو مفتی سجاد کی مفتی گیری کس کام کی؟

ظاہر بات ہے مفتی سجاد پیغمبر تو نہیں ہے۔ بس اِیک عالم دین ہیں۔ وہ بھی اِیک ملک میں دو بادشاہوں کی بادشاہی کا فریق ہے۔ جبکہ ''لَوکَانَ فِیهِمَا الِهتَانِ لَفَسَدَتَا '' کے تحت سکون ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ فساد واجب ہے جو کہ ثابت ہے۔ اس لئے میں ان دشمنوں کو خوب پہچانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ زندگی میں اگر والدین سے طعنہ وتشنہ وناراضگی ہوجائے تو والد کی رضامندی کتاب وسنت کی روشنی میں کیسے حاصل کی جاتی ہے۔ وہ عالم ومفتی کو معلوم ہے۔ جو جاہل اور ناکارہ اور شکوہ کے بوجھ اٹھارہے ہیں۔ وہ اپنی آخرت اور اپنے نزاع کے وقت کے لئے فکر کریں۔

ہر رائے دینے والا حکیم ودانا نہیں ہوتا:

خاص طور سے اعجاز صاحب اس بات کو اپنی زندگی میں یاد رکھ لیں کہ ہر رائے دینے والا شخص حکیم ودانا اور صاحب الرائے نہیں ہوتا! اس لئے ان محبین سے جن کا ان کا خاصا تعلق نان پور مصاحبت میں نے مجھے چھوڑ کر دیکھی وہ اعجاز کے لئے کبھی بھی حکیم و دانا ثابت نہیں ہوں گے۔ اس سلسلے میں اسے حضرت شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا شیخ زَکریا صاحبؒ اِسلامی سیاست میں صفحہ نمبر ۷؍تا ۱۲؍ پر صحابی رَسول ﷺ، حضرتِ معاذؓ کی اِیک نصیحت لکھی ہے۔ اِس کو پڑھ لینا مفید ہوگا۔ میں حدیث شریف کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ اصل عربی متن کی حدیث دیکھنی ہوتو مذکورہ صفحہ کتاب پر دیکھ لیجئے۔

حضرت معاذ کی نصیحت:

میں تمہیں حکیم کی کجی سے ڈراتا ہوں کہ شیطان کبھی ناحق بات حکیم کی زبان سے کہہ دیتا ہے اور کبھی منافق بھی حق بات کہہ دیتا ہے۔ شاگرد نے عرض کیا۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ جب اَیسا ہے تو مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ حق کیا ہے اور گمراہی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں! حکیم کی اَیسی

باتوں سے پرہیز کرو۔ جن کے متعلق یہ کہا جائے۔ یہ کیا ہوگیا؟ یہ بہت ممکن ہے۔ اِس کا خیال رَکھنا کہ حکیم کی یہ باتیں تجھے اُس سے رُوگردان نہ کردیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ رجوع کر لے۔

وضاحت حدیث!

اس حدیث میں چند قیمتی باتیں کہی گئی ہیں (۱) ہر حق بات کہنے والا حکیم نہیں، کبھی منافق بھی حق بات کہہ دیتا ہے۔ اِس لئے محض اِیک بات کسی کی سن کر اُس کا معتقد نہ ہو جانا چاہئے۔ یہاں ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ بس فوراً کسی کی تقریر سنی یا اِیک مضمون کسی کا پڑھا اور اُس کے معتقد ہو گئے ،ساتویں آسمان پر اُس کو پہنچا دیا۔

بلکہ اُس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اِیک شخص کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ بد دین ہے۔ فاسق ہے۔ مگر بات ہماری مرضی کے موافق کہہ رہا ہے تو اُس کو اِتنا پکا دِیندار ثابت کریں گے کہ معاذ اللہ! نبوت کے قریب پہونچا دیں گے۔ پھر اُسی کا نتیجہ ہے کہ اِیک ہی شخص کے متعلق ہم صبح کو زندہ باد کہتے ہیں۔ شام میں مردہ باد کہنے لگتے ہیں۔ یعنی یہ شخص ''یصبح مؤمنا و یمسی کافرًا'' والی حدیث کا مکمل مصداق ہوتا ہے۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ:

میری والدہ جہالت میں جب شکایت کر بیٹھتی ہیں تو ان کی شکایتی بات پر بعض سمجھدار لوگ بجائے میرے اور والدہ کے درمیان اتحاد و محبت والی بات سمجھانے کے ہاں! میں ہاں! ملا کر ایسا گول مول جملہ بولتے ہیں کہ شکایت کرنے والوں کو شکایت کرنے پر مزید شہہ مل جاتا ہے ۔اسی طرح بہت سے لوگ چکنی چکنی باتیں جو اِن کے مزاج کے موافق لگ جاتی ہیں تو فوراً اُسن کر میری مخالفت پر اُتر آتے ہیں اور کہنے وَالے غیر کو اَپنا اور اَپنے عالِم دین بیٹے سے مخالف بن کر پریشانی اَپنے ہاتھوں مول لیتے ہیں۔

(۲) حضرت معاذؓ کی نصیحت میں دُوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ ''حکیم سے بھی کجی کی بات کبھی ہو جاتی ہے۔ اِس لئے کسی حکیم اور دانا کی محض کوئی اِیک آدھ بات کی وجہ سے جو کبھی ان سے بشری تقاضے سے منہ سے نکل جائے تو اس سے فوراً غیر معتقد نہیں ہو جانا چاہئے۔

یہی حال مولوی اعجاز اور افسانہ کا ہے۔ جس کے سر پر ہاتھ ڈالنے اور جس کے سامنے تواضع کر کے منہ ہاتھ پر تالا لگانے سے زندگی نقشہ خوشگوار ہو سکتا ہے۔ اس سے بغاوت کر بیٹھتے ہیں اور

بے تکے الفاظ و رویہ پیش کرنے لگتے ہیں اور جن لوگوں سے ایک بال برابر بھی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ جو خود بھکاری بنا در در پھرتا ہے۔ جس کی نہ زبان سہی۔ نہ اخلاق سے کوئی تعلق۔ نہ رول رویہ درست۔ حتی کہ بڑوں کے سامنے بیٹھنے تک کا شعور نہیں ہیں۔ ان سے دوستی رچاتا اور فائدہ کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ اجتماعیت کی جم غفیر پیدا کرنے کی کوشش کرنے میں لگے ہیں۔ جبکہ اُن دونوں کو مفید و مضر دوستوں اور مخلصین احباب کو سمجھنے کی سخت ضرورت ہے۔

اصول معلوم ہوا:

ان دونوں پیرایۂ گرافوں کے مجموعہ سے یہ اُصول معلوم ہوا کہ اول تو آدمی کی حالت کا پورے غور و تعمق سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ اگر وہ اکثر و بیشتر اُمور میں شریعت مطہرہ کا متبع ہے اَور سنت نبویہ (ﷺ) کا دِلدادَہ ہے تو بیشک وُہ قابلِ اِتباع و قابل اِقتدا ہے۔ پھر اَگر کسی کو اَپنی پوری ذِمہ دَارانہ تحقیق سے کوئی بات اُوس کی خلاف معلوم ہو تو اُس بات کو نہ لینا چاہئے۔ لیکن اس کی وجہ سے اُوس حکیم سے (مولوی اعجاز کی طرح) علیحدگی اِختیار نہ کرنا چاہئے۔ کیوں کہ اِس بات کا اِحتمال ہے کہ وہ تو رُجوع کرے اور تم ہمیشہ کے لئے اِس سے چھوٹ ہی جاؤ گے۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ یہ اجمال ہے حضرت معاذؓ کی نصیحتانہ کلام کا۔ نیز آگے فرماتے ہیں کہ آج کل لوگوں کا مزاج ایسا ہے کہ بس کسی کی تقریر سن لی۔ بس اُسی کی بات صحیح ہے اور جس کے خلاف سن رہے ہیں۔ وہ قطعاً غلط ہے۔ سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ کتنا ہی صحیح کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ بات تو ہرگز نہیں تسلیم کرتے ہیں اَور نہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ شخص میرا اَور میری اَولاد کا خلاف اور اس کے مستقبل کا دشمن ہو سکتا ہے۔ اُس کی عزتِ نفس اَور گھر کی بربادی کا وہ رَاستہ بتلا رہا ہے۔ نہیں! بلکہ ہمارا عمل یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی حمایت میں اُون شرعی اُمور ہی کو سرے سے لغو بتادِیا جاتا ہے۔ جن کی وُہ خلاف وَرزی کرتا ہے۔ حتی کہ اِسلام کے اَہم ترین رُکن جس کو سیکڑوں اَحادیث میں کفر و اِسلام کا اِمتیاز بتایا گیا ہے۔

یعنی نماز اُوس کے متعلق بھی اَیسے اَلفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں۔ جن کی نقل سے بھی کوفت ہے۔ محض اِس وجہ سے کہ ہمارا ممدوح نماز نہیں پڑھتا! نماز کے ساتھ اِستخفاف برتاؤ کیا جاتا ہے۔ مضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ اِس کے بالمقابل اَگر کسی کی کوئی معمولی سی بات اَپنی رائے کے خلاف سن لی یا دِیکھ لی تو اُوس کا ہر فعل عیب ہے۔ جو واقعی خوبیاں اُوس میں ہیں۔ وہ بھی سراسر مذمت کے قابل سمجھی جاتی ہیں۔

مرتبہ گھٹانا حرام ھے:

حالانکہ شرع اور عقل وفہم کے نزدیک ہر چیز کا ایک مرتبہ ہے۔جس کو گھٹانا حرام ہے۔اس لئے افراط تفریط میں مبتلا ہو کر کسی کے مرتبہ کو نہ گھٹانا چاہئے۔نہ بڑھانا چاہئے۔نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے''اَنزِلُوالنَّاسَ مَنازِلَھم فی الجامع بروایة مسلم و ابی داؤد عَنْ عَائِشَةَ وَرَقَمَ لَہٗ بِالصِّحَةِ''یعنی لوگوں کو اُن کے مرتبہ میں رکھا کرو(یعنی نہ مرتبہ سے بڑھاؤ نہ گھٹاؤ)!اس حدیث پر مولوی اعجاز کو ایک خوشگوار زندگی گذرنے کے لئے عمل کرنا فرض کے درجہ میں ہے۔

اھل علم کو اپنا رھبر تسلیم کریں:

اِس نصیحت پر حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو وضاحت کی ہیں۔اُن پر بنظر غائر مطالعہ حالات کرنے سے ظاہر ہے کہ آج اکثر صاحب الرائے لوگ محض مفاد حاصل کر لینے والے ہوتے ہیں اور شکوہ کرنے والے تو دُشمن پکے ہیں۔اس لئے ضرورت ہے کہ ترقی کے ساتھ بسہولت و باوقار زندگی گذارنے کے لئے ایسے صاحب الرائے شخص کو اپنا رہبر تسلیم کریں۔اگرچہ وہ اہل علم عمر میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہوں یا کہ ان میں بشری تقاضے کی وجہ سے کچھ خامی بھی ہوں یا کبھی ایک آدھ بات غلط نکل جائے تو بھی اس کی طرف نظر نہ کرنی چاہے۔اس ایک بات ہی کو پکڑ کر ان سے حاصل ہونے والے فوائد سے محروم نہ ہونا چاہئے۔کیوں کہ ضرورتمند انسان کافر ڈاکٹر سے اور بےعمل وکافر وکیل سے کام لیتا ہی ہے۔کیوں کہ ان کی رائے میں حدِّ نگاہ تک ترقی ہی ترقی اور عزت ہی عزت ہونے والی ہوتی ہے۔اگر اولاد ہی عالم دین ہوں تو والدین کو کی طرف سے چشم پوشی کے ساتھ ان سے کام لینا چاہئے۔ان کی مخالفت کرنے والے کو اپنا دشمن ہی سمجھنا چاہئے اور یہ تو ہر والدین کی فطرت ہے کہ کوئی اپنی اولاد کے خلاف خواہ اولاد شرابی اور زانی ہی کیوں نہ ہو! ہرگز کچھ سننا پسند نہیں کرتے ہیں۔کیوں کہ عقل سلیم کے مالک وَالدین اَفراد اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ شیطان صفت انسانوں کی چال ہوتی ہے۔اُنہیں فوراً''اِنَّ الشَّیطَانَ لِلاِنسَانِ عَدُوٌّ مُبِین''کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے''آیت یاد آتی ہے اور فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ شیطان ہمیشہ نیکی اور سکون کی زندگی کو تباہ کرنے اور آپس میں لڑا کر اپنا مفاد حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔اِس لئے کچھ بھی ہو۔بس اَولاد کی مستقبل بہر حال محفوظ رہے۔خیال کرتے ہیں اور مخالفین سے لڑ بیٹھتے ہیں۔

لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی:

یعنی کوئی والدین کبھی بھی تیسرے کی دَخل اندازی کو اپنے اور اپنی اولاد کے معاملات میں ہرگز قبول نہیں کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ شیطان ہمیشہ انسان پر حکومت کے واسطے ثالثی کا رول ایک نیک سیرت پہلو سے ہی ادا کرتا ہے۔ وہ ثالثی کی آڑ میں انسان کو جہالت وغربت کے دلدل میں پھنسائے رکھنے اور اہل علم کی صحبت و بیعت سے روکنے کی تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ وہ سماج میں کسی نیک، صاحب علم اور صاحب الرائے شخصیت سے اچھی معاشرت کی تشکیل ہرگز ہونے نہیں دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ ایسی ذات کے خلاف زہر آلود باتیں پیدا کر کے معاشرت میں ''لڑاؤ اور مفاد حاصل کرو'' کی پالیسی و گندی سیاست کو استعمال کرتے رہتا ہے اور نیک شخصیت کو اجتماعیت سے کاٹ دینے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ لیکن مرے والدین اس عمل صالح کے برخلاف کرتے رہے۔ والد صاحب تو مجبوری میں اور والدے دشمنوں کی جال کے چکر میں۔ ابھی بھی وہی رویہ ہے۔

ڈاکوؤں کی شناخت ضروری ہے:

اس لئے ایسے برباد کرنے والے ڈاکوؤں کی شناخت ایک دانشمند اور صالح معاشرت میں سکون سے جینے والے حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے۔ نہ یہ کہ محنت ومشقت، جدوجہد اور عقل سلیم کو استعمال کئے بغیر بس جس نے جو کہہ دیا بس اُسی کی بات پر پانی اور ہَوا میں خس و خاشاک کی طرح بہہ کر ایک دَم جنگل کے کنارے لگ جانا اور تتر بتر ہو کر خواہ مخواہ قسمت کا گلہ یا اس پر اعتماد کر کے بیٹھ جانا چاہئے۔ اسی طرح اپنے من موجی اور غیر شرعی طور پر کئے عمل کی پاداش کی وجہہ سے آئی مصیبت وتنگی کا ملزم اپنی اولاد کو ہرگز نہیں ٹھہرانی چاہئے۔ ایسے والدین کو کم از کم یہ شعر ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ، ع:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

صاحب شریعت ﷺ نے قرآنی پیغام کے ذریعے انسان کو اپنے ہر کام کرنے سے پہلے اس کام کے تعلق سے جہد مسلسل کے ساتھ جانکاری حاصل کر لینے کی تاکید اسی لئے فرمائی ہے۔ اسی کو ''علم حاصل کرنا'' کہتے ہیں۔ پھر علم جب جہد مسلسل سے مل جاتا ہے تو ترقی کوئی روک نہیں

سکتا۔جیسا کہ خدا نے اس کو بھی ''لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَاسَعی ''کے ذریعے واضح فرمادیا ہے کہ'' انسان کو جدو جہد اور محنت ومشقت کے بقدر ہی پھل ملتا ہے''۔

لیکن انسان علم والا تو ہو مگر جہد مسلسل کی صفت اس میں نہ ہو تو وہ سست ہو جاتا ہے اور اپنی عقل وخود اعتمادی اور خدا کی طرف سے لکھی تقدیر کو ٹھکرا کر ہر کس وناکس کی بات پر بھٹکتے رہتا ہے۔وہ ''وَلَا تَنسیٰ نَصِیبَكَ عنِ الدنیا'' کے حکم پر عمل کر کے دنیا میں سے صرف اپنے حصے کو حاصل کرنے کے بجائے دوسروں کے حقوق وحصے کو ناجائز اور فتوؤں کے خلاف طریقے سے حاصل کرنے کے لئے محنت میں لگ جاتا ہے۔جبکہ اللہ تعالی کے فرمان ''وَ مَا قَدَرُو اللهُ حق قدرہ ''ترجمہ:اللہ نے جو طے کردیا ہے۔وہی ملے گا'' کی روشنی میں حقیقت یہ ہے کہ ''قسمت پر ایمان رکھنا چاہئے''۔اسی طرح وہ قدرت کے فعل میں بھی دخل دینے لگتا ہے۔

کھیت سے انسان غلہ نہیں نکال سکتا:

جیسا کہ کھیت سے غلہ حاصل کرنے کے لئے کچھ محنت یعنی جوتنا،کورنا،زمین ہموار کرنا،کھیت کو قابل پیداوار بنانا،اس میں بیج ڈال کر غلہ حاصل ہونے تک حفاظت کرنا انسان کا کام ہے ۔لیکن بیج ڈال کر پودا اُگانا،پھل نکالنا،اُس کو پکانا،اُس میں مزہ ڈالنا،رَنگ پیدا کرنا،کمی بیشی کرنا،قدرت کا کام ہے۔

اِس مثال میں اِنسانی محنت کو شرط کے درجہ میں رکھا گیا ہے اور شرط پوری کرنے والے کے لئے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ محنت کرنے کو حکم کے درجہ میں۔پس مؤمن مسلمان ہر کام میں خود اعتماد بن کر صحیح نتیجہ برآمد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔چنانچہ وہ مصائب کے وقت بھی مطمئن اور صابر وشاکر ہوتا ہے۔حضرت علیؑ نے بھی یہی فرمان جاری کیا ہے کہ'' جسے تقدیر پر یقین ہوتا ہے۔وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں سے نہیں گھبراتا ہے(میزان الحکمت ج۸ص۸۳)

جب مزاج میں خباثت گھسی ہو تو:

لیکن جس کے مزاج میں خباثت گھسی ہو تو ہر کام میں سوائے من موجی کی غلاظت کے اُسے اور کچھ نظر نہیں آتا اور من موجی کی خباثت سے شرک کا مرض تو پیدا ہوتا ہی ہے اور جو شرک ومن موجی کام میں پھنس گیا۔بس اُسے ہر جگہ شرک ہی شرک یعنی اپنی ہی دماغ کی کہاوت پر عمل کرنا سمجھ میں آتا ہے ۔یہی حال میرے بھائی اور ان کے حامیوں کا ہے۔انہیں خدا کی خدائی اور

قانون ربانی بالکل نظر نہیں آتا! حتی کہ اُسے وَلی کے آستانوں میں بھی شرک ہی دکھاتی ہے۔شرک نام ہی ہے من موجی اور خواہشات کے پیچھے پیچھے خدائے واحد کو چھوڑ چھاڑ کر بھٹکتے رہنے کا اور اپنے معمولی حالات سے گھبراتے رہنے کا۔کیا خوب کہا ہے شاعر نے کہ:ع

خباثت جب بھری ہوتی ہے دل کے زہر دانوں میں
نظر آتا ہے اُن کو شرک ولی کے آستانوں میں

جبکہ اے مؤمن:

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

میں نــــظر عمیق رکھے ہوا تھا:

میں اسی قصر سلطانی کے گنبد پر نظر کئے ہوئے اور شاہین پرندہ کی پرواز کی خواہش لئے اپنے گھر کے ماحول پر اِبتداء سے انتہاء تک گہرائی کے ساتھ نظر عمیق رکھے ہوا تھا۔جب میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا۔اُس وقت والد کما رہے تھے۔میں کمانے کی امید میں تھا۔چنانچہ سوچ یہ رہا تھا کہ اپنی اور والد دونوں کمائیوں سے ایک شاندار اور بہترین و نامور و مرجع خلائق گھرانہ تیار کروں گا۔جب شادی ہوگئی تو مزید ترقی کا خواب دیکھا۔اپنی تعلیم کے موافق دولتِ علم کی میراث نبوی ﷺ کو تقسیم کرنے والا علمی و عالمی ڈیلر بننے کا بھی گوشۂ دماغ میں خیال جما ہوا تھا۔کیوں کہ آدمی اپنی لائن کے مطابق محنت سے ہی عزت پاتا ہے۔

لیکن کیا کرتا! تنہا تھا۔دینداری کا مزاج، کفایت شعاری کے ساتھ خدمتِ دین کے لئے محنت پر مال کے مقابلہ میں بھاری تھا۔خصوصاً مولویت کی ڈگری تو بار بار اُکسار ہی تھی کہ دیوبند کی نقل کا ایک دینی ادارہ بنا کر دینی وراثت کو تقسیم کروں۔نیز گھر کو بھی معتمد، دیندار اور نامور گھرانہ بناؤں!

گھر کے لوگ مال کے منتظر تھے:

گھر کے لوگ بے انتہا مال کے منتظر تھے:اِدھر گھریلو مزاج اور ماحول، انگریزی تعلیم کی طرح ایک عالم دین سے دنیاوی جاہ وجلال اور فخر وتفاخر کی دنیا میں مستی کروانے کی لالچ و امید لگائے بے انتہا مال و دولت اور دنیاوی آرائش کے منتظر بلکہ منہ تک رہے تھے۔یہ بات بھی ظاہر ہے کہ بغیر

مال کے دنیاوی کمال بھی محال ہی ہے۔ میں دینی لائن کی تعلیم کی غرض و غایت کے مطابق مدرسہ سے جڑ کر رہنا پسند کیا۔ جس میں مال و دولت حاصل کرنے کا خیال بالکل خام تھا۔ لیکن گھر والوں کا خیال اصلی مال و دولت پر بنظر یہ عام تھا۔ میرا اور میرے گھر والوں کا نظریے میں بالکل مخالف سمت میں تھے۔

گھریلو احوال سے ٹکراؤ پیدا ہوا:

چنانچہ ترقی والی لالچی ذہنیت و خیال نے گھریلو افراد کے احوال سے ٹکراؤ پیدا ہوا۔ حالات ناسازگار رہوئے۔ جاہلوں کے دربار میں ماں، ماں اور باپ، باپ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ویسے بھی ماں کے بارے میں قرآن مجید میں ''اُف'' کہنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اِس لئے رواجی، سماجی و دنیاوی مزاج کی وجہ سے، ایک مفتی اور عالم دین کے مزاج سے اختلاف بہر حال لازم تھا۔ وہ ہوا۔ اختلاف اتنا شدید ہوا کہ پانی بالکل سر سے اوپر چڑھ گیا۔ فرائض میں کوتاہی کو ثواب سمجھا جانے لگا۔ اُصول سے گفتگو کرنے اور حق و ناحق کو سمجھنے کے لئے قرآن و حدیث کے معیار کو چھوڑ کر محض اپنے ذہن و عقل کو ہی معیار بنالیا گیا۔ پاسبانِ حرم و شریعت کی موجودگی کے باوجود صورتِ حال صرف یکطرفہ ہوگئی۔ جو اصل مجرم اور ملزم تھا۔ اس کو بزرگیت کا تمغہ دیا جانے لگا۔ اس کی سرپرستی اخراجات نہ دینے کے باوجود محافظ و پاسبان کی گیت گائی جانے لگی۔

بے جا سپورٹ خدا کے عذاب کو نہیں بچا سکتا:

والد صاحب کے فوراً بعد بھی وہی رویہ نظر آیا۔ آخر بے جا کسی اولاد کے سپورٹ کرنے سے کیا وہ اولاد قیامت کے دن ایسے والدین کو اس طرح دو نظریے اور حد اعتدال سے باہر ہوئے عمل کے عذاب کا مزہ چکھنے میں نجات دلائے گی؟ ہرگز نہیں! قرآن تو اس بارے میں بھی اعلان کیا ہے کہ ''لَنْ تَنْفَعُكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ہ یعنی'' ہرگز ہرگز نفع نہیں دیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور نہ تمہاری اولادیں قیامت کے دن۔ وہ خدا تو بالکل فیصلہ فرمادیں گے تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ تو جان رہے ہیں جو تم کرتوت کر رہے ہو۔

اسی طرح بائیسویں پارہ/سورۂ سبا کی آیت نمبر/۲۶/۳۷/میں ہے کہ'' قُلْ أَنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ہ وَمَا اَمْوٰلُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِىْ

تُقَرِّبُکُمْ عِندَنَا زُلفٰی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَاُولٰئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِی الغُرُفٰتِ ءَامِنُونَ ''ترجمہ: اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے میرے نبی ﷺ! آپ اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ ''اللہ تعالیٰ ہی رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے پھیلاتا اور عنایت کرتا ہے اور وہی جس کے حق میں چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔لیکن اس حقیقت کو کچھ (جاہل) لوگ نہیں سمجھتے ہیں (وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولادیں ہیں۔وہ ان کو رزی کما کر دیں گے حالانکہ) نہیں کام آئیں گے تمہارے مال اور تمہاری وہ اولادیں جن کے ذریعے تم ہمارے پاس قربت حاصل کرتے ہو تجھے رمق دمق اور کچھ چمک نہیں دے سکتی ہیں۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے گا۔بس اسی کے لئے دوہرا بدلہ ہے۔اس وجہ سے کہ وہ پرسکون ہو کر اپنے گھونسلوں میں نیک عمل میں اللہ پر یقین رکھ کر مصروف رہے۔

رزق و سہولت کا سبب اصلی عمل صالح ہے :

آج کل والدین لوگ اپنے رزق و اخراجات کو اپنی اولادوں پر چھوڑ رکھے ہیں۔ان کی حیثیت و حالات سے قطع نظر ان کے اخراجات نہ دینے پر شکایتوں کا وہ بازار گرم کر دیتے رہے ہیں کہ جاہلوں کی بستی میں ان کے لئے چلنا مشکل ترین امر ہو جا رہا ہے۔جبکہ رزق نہ ملنے،اسی طرح خواہشات انسانیہ کی سہولتیں دستیاب نہ ہونے اور برے حالات کے پیش آنے کا سبب اصلی خود انسان کے اپنے اعمال ہوتے ہیں۔حدیث شریف میں وضاحت ہے کہ جو لوگ نمازی نہیں ہوتے ہیں ان کی اولادیں اگر چہ عالم و حافظ اور قابل ہی کیوں نہ ہوں۔ان کو ان سے ہرگز فائدہ حاصل نہیں پہنچ سکتا ہے۔مطلب صاف ہے کہ رزق و سہولت کی بنیاد انسان کا اپنا ذاتی عمل ہے ۔کوئی دوسرا نہیں۔

آخر اس حقیقت کو کب بیان کریں گے؟

آخر! اس حقیقت کو ان والدین کو جو لڑکوں پر سارا بوجھ ڈال کر تھوڑی سی کمی بیشی ہر شکایتوں کی بھر مار کر کے اپنی ہی اولاد کو چلنے کے قابل نہیں رکھتے ہیں۔کون عالم اور کب بیان کر کے اولادو محبت کے درمیان کی کشیدگی کی حقیقی وجہ بیان کریں گے؟؟؟؟

جبکہ کتاب وسنت میں اس طرح کی تعلیمات و حقیقت اسی وجہ سے بیان کی گئی ہے۔آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو تعلیم دی ہیں کہ وہ اپنی رزق و دیگر پریشانیوں پر اپنے اعمال کی

طرف نظر کریں۔اولاد یا کسی اور پر اس کا الزمام نہ ٹھہرائیں۔اس تعلیم حقیقی کو علمائے دین کو عام کرنا چاہئے۔

لیکن افسوس صد افسو کہ علمائے دین بھی والدین کے اعمال کو سبب نہ بتا کر تقریروں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ بہت سے لڑکے اپنی بیویوں کو لے کر باہر موج و مستی میں رہتے ہیں اور بوڑھی ماں کنارے گھر میں بھوکے پڑی رہتی ہیں۔یہ یکطرفہ تقریر آج کل کے جاہل والدین کو مجبور و مقہور اولادوں پر ظلم کی راہ کھولتی ہے۔انہیں بیلنس والی تقریر کرنی چاہئے۔

لیکن تعصب سکی بیماری نے بہت سے علماؤں کو بھی ایسی تقریر پر اکساتی ہے جو یکطرفہ ہوتی ہے ۔ان کی تقریر سے یا تو اولادوں پر ظلم کے لئے والدین کو شہ ملتی ہے یا پھر والدین کو مزید تکلیف میں رکھنے پر اولاد مصر ہو جاتی ہے۔اس لئے حقیقی تعلیم قرآن مجید کی یہی ہے کہ والدین ہوں کہ کوئی اور کسی کو بھی ان کے مال اور ان کی اولادیں جن کے ذریعے انسان اللہ کے پاس قربت حاصل کرتے ہیں رمق نہیں دے سکتے ہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے گا۔بس اسی کے لئے دوہرا بدلہ ہے۔اس وجہ سے کہ وہ پرسکون ہو کر اپنے گھونسلوں میں نیک عمل میں اللہ پر یقین رکھ کر مصروف رہے۔اسی طرح سورۂ الِ عمران:۱۲/۱۱ کی آیت کریمہ ''اِنَّ الَّذِ ینَ کَفَرُوا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ وَاَمۡوَالُهُمۡ وَوَلَا اَوَلَادُهُمۡ مِنَ اللّٰهِ شَیۡئًا وَأُوۡلٰٓئِكَ هُمۡ وَقُودُ النَّارِ ہ کَدَأۡبِ اٰلِ فِرۡعَونَ وَالَّذِ ینَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمۡ وَاللّٰهُ شَدِیدُ العِقَابِ ہ قُلۡ لِلَّذِ ینَ کَفَرُوا سَتُغۡلَبُونَ وَتُحۡشَرُونَ اِلٰی جَهَنَّمَ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ '' ہ والی آیت کا خیال کئے بغیر محض اول فول اپنی مرضی سے بکتے ہوئے قانون الٰہی سے بغاوت کیا جانے لگا۔جس کے نتیجے میں غریبی، فقیری، بھوک مری، بیماریوں کے ساتھ پورا پورا، استقبال کیا۔پھر بھی سمجھتے رہے کہ اس دنیا کے بعد اور کوئی دنیا نہیں ہے اور میرے بکنے اور اظہار خیال کا کوئی حساب نہیں لیا جائیگا۔

اسی طرح قرآن مجید پارہ ۱۳/سورہ کہف/آیت نمبر:۱۰۴/میں ہے ''اَلَّذِ یۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیَاةِ الدُّ نۡیَا وَهُمۡ یَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ یُحۡسِنُونَ صُنۡعًا '' کہ کچھ لوگوں کی محنت اس دنیا میں محض فضول ہوتی ہے۔کیوں کہ ان کی محنت و عمل مکمل قرآن و حدیث کے خلاف ہوتا ہے اور وہ

خیال کئے رہتے ہیں کہ ہم بہت اچھا کام کررہے ہیں''۔

اسی طرح بہت سے لوگ اپنے بدعملی والے کرتوت کو اپنی نظر میں محبوب و حسین خیال کر کے مصیبت میں اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے پھنسے ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے کرتوت کو اپنی مصیبت کی وجہ گردانے کے بجائے دوسروں پر ان مصیبتوں کی وجہ لادتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے والدین اپنی مصیبتوں کا ملزم اپنی اولادوں کو ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی اولادیں بھی اپنی مصیبتوں اور نہتھے پن کا الزام اپنے والدین اور بھائیوں کو ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر سورۂ الِ عمران: ۱۲/۱۱ کی آیت کریمہ کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ ''جو لوگ قانون خدا کے باغی ہیں۔ ان کو ان کے مال و دولت اور ان کی اولاد ان کو ہر کام نہیں آویں گے اللہ (کی گرفت) کے سامنے بلکہ وہ دوزخ کے ایندھن ہیں۔ (سورۂ انعام میں آیت ۱۴۵) جس کسی والدین کے فرزند اگر حقیقت میں ان کے لئے مفید نہیں ہے تو وہ یہ گمان نہیں کرتے ہیں کہ یہ اولاد کا بگڑنا اوباش ہوجانا اور میری نگہداشت نہ کرنا، میری ہی کسی بدعملی، بدتربیتی کا پھل ہے تو اُلٹے خود غیر شرعی عمل اور خدا کے حکم کو توڑ کر مزید گناہوں کے بازار میں جا کر گناہ خریدنے کی بنیاد پر آئی تکلیفوں کا الزام اور سبب اپنی اولاد کو ٹھہراتے ہیں۔ صحیح اور نیک انسان ایسا نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے ہر مصیبت کا ملزم اپنے عمل کو ٹھہراتے ہیں اور ہر حال میں خواہ کہ ان کی اولادیں کتنی ہی اوباش کیوں نہ ہوں۔ اولاد کے لئے والدین خیر ہی کرتے ہیں اور دوسروں کی بری نظر سے اپنی اولاد کو بچانے والا ہی عمل کرتے ہیں۔

اسی طرح سورۂ انعام کی ۱۴۵ ویں آیت ''وَاِذَا قُلتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَو كَانَ ذَا قُربٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوفُوا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ہ میں ہے کہ ''جب تم بولو تو اعتدال سے بولو۔ اگرچہ تمہارا رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ کے وعدے کو پورا کرو۔ یہی تمہارے لئے نصیحت ہے شاید کہ تم اسے یاد رکھو'' لیکن لوگوں کو قرآن مجید کی اتنی صاف عبارت نظر نہیں آتی ہے اور بس اپنی مرضی سے آداب و تمیز کے قوانین بنا کر صرف قرابت داری اور رشتۂ داری کی رعایت و لحاظ میں عدل و انصاف کے خلاف قول و فعل کو وجود دیتے ہیں اور جو کوئی شریعت کا جانکار اُسے عدل و انصاف اور حق گوئی سے کام لینے کے لئے مسئلہ بتاتا ہے تو وہ اسی منصف سے بدگماں ہوجاتا ہے۔ اس طرح کا ماحول پیدا کرتا ہے کہ امیر کارواں میں بھی کوئی سکت باقی نہیں رہ جاتی

ہے۔ گویا وہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ ؎:

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی

یعنی امیر کارواں کی قدر نہیں:

بلکہ اس امیر کارواں کا حال ایسا کر دیا جاتا ہے کہ اس حقیقی امیر کارواں کی مکمل بے حرمتی و ناقدری کی جانے لگتی ہے۔ اُلٹے امیر ہی کو اس طرح بدنام و گناہگار ٹھہرایا جانے لگتا ہے کہ ان کی رائے کے خلاف ہی لوگ محض اپنی عقل سے زندگی کی کامیابی دیکھنے میں فخر محسوس کرنے لگتے ہیں اور مشیر کار بس ہکا بکا ساحل پہ کھڑا کف افسوس ملتے یوں کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ''خدایا کیسے عمل کروں؟ میں تیرے کلامِ ربانی ''بلغ ما انزل الیك'' پر جبکہ حال ایسا ہے کہ ؎:

ڈوبنے والوں کو جب میں نے دیا ساحل پہ ہاتھ
وہ مجھے بھی ڈوبنے کا مشورہ دینے لگے

مشیر ہی کو مشورہ دیا جانے لگے تو!

حق گو، جانثار و صاحب الرائے پر ایسی حالت میں جبکہ مشیر ہی کو لوگ جہالت والے مشورے پر چلنے کی تاکید کرنے لگے۔ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ دعاء کے ساتھ حق کا پرچم لے کر میدان میں نکل کر عملی طور اُتر جائے اور خدا کے حکم کے سامنے ''ماں، باپ، رشتہ دار اور دیگر لوگوں کے رشتے کو قریب ہوتے ہوئے بھی قریب نہ سمجھے۔ بلکہ ایسے موقع سے حضرت نوحؑ نے اپنے سگے بیٹے کنعان کو طوفان میں ڈوبتے چھوڑنے پر جس طرح مجبور ہوئے۔ خاموش رہ جانا چاہئے۔

دیکھئے! خدا کے حکم ''اِنَّـهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ'' کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت نوحؑ نے واضح کر دیا کہ کنعان اگر خدا کا نہیں تو بیشک وہ نوحؑ کا بیٹا بھی نہیں۔ کیوں کہ ''لَا طَـاعَةَ لِـمَـخْـلُـوْقٍ فِـىْ مَعَاصِيَةِ الْخَالِقِ'' کہ خالق حقیقی کا نافرمان بندہ اگر حقیقی والدین ہیں تو بھی وہ شیطان ہے۔

میرے گھر کے لوگوں نے جو گھریلو جھگڑے کھڑے کر رکھا ہے۔ اس میں نوحؑ کے بیٹے کنعان کی طرح نوحؑ کے خدا سے بیٹے ہونے کی نسبت سے درخواست کرنے کی طرح عمل ہے۔ جبکہ حضرت نوحؑ نے خدا کے تنبیہ کرنے پر اپنے سگے بیٹے کو ڈوبتا دیکھتا چھوڑ دیا۔ لیکن کشتی میں سوار نہیں کیا۔ اسی طرح میرے گھر کے لوگوں کو صرف مفتی سجاد حسین کی دینی مشوہ والی کشتی میں سوار

ہوجانا چاہئے تھا۔اس میں چوں چرا کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ جاہلانہ رائے اگر رد کر دی گئی تو اس پر غصہ اور بھڑک کر خدا بننے کا رویہ پیش نہیں کرنا چاہئے تھا۔اس عمل سے شاید نزاع ختم ہوکر ہمیشہ کے لئے اتحاد پیدا ہو جاتا! لیکن نہیں! بس ان کے نزدیک یکطرفہ نظریہ پر اصرار اور ضد والا عمل ہے ۔خصوصا اعجاز تو مرد ہے۔ اسے ایسے مواقع سے نہ علمی صلاحیت سے تو میرے علمی نظریے سے عورتوں کے جاہلانہ عمل وقول پر کنٹرول کر کے گھر کی ریاست کو مضبوط کرتے ہوئے والد صاحب کی وفات کے بعد ایک علمی مجلس کا اعتبار کرنا چاہئے تھا۔

بد نامی کا سونامی آنے کی وجه بر وقت بچاؤ :

لیکن اس مجلس میں بھی اس کا بالکل بد اخلاقانہ رویہ رہا۔ ۲۰۱۱ء سے ۲۰۲۱ء تک گیارہ سالوں تک مکمل خاموشی اختیار کی تھی۔دشمنوں نے شکوہ کے دروازوں کو مسمار کر کے بدنامی کا سیلاب وسونامی می لا کھڑا کیا تھا۔جس کے سونامی سے حد اعتدال کا قانون ٹوٹ چکا تھا۔وقت نا قابل برداشت تھا۔ بدنامی کو چیخ چیخ کر اور ثبوت کے ساتھ ظاہر کر کے اپنی بے گناہی کو ثابت کرنا علم و شخصیت کے بچاؤ کے لئے جواب دینا اب لازم ہے۔

کیوں کہ عالم، خصوصا مفتی وقت دین کا داعی ہوتا ہے۔اس کے ذمہ تبلیغی فرائض ہیں۔اگر کوئی ذمہ دار قسم کے علمائے دین بدنام زمانہ ہو جائے تو ان سے دینی وتبلیغی فرائض انجام نہیں پورا ہوسکتا ہے۔لوگ ان سے دینیات میں فوائد حاصل نہیں کر سکتے ہیں ۔ والدین کے فضائل و احکامات انفرادی ہے ۔لیکن تبلیغی فضائل اجتماعی اور والدین کے فضائل سے افضل ہیں۔اگر والدین کی نافرمانی ذاتی طور پر کسی اولاد کے لئے باعث شقاوت ہے تو اس کے مقابلے میں اہل علم کی ناقدری اور اس کی توہین بھی وبال عذاب کا سبب ہے۔خود اللہ تعالی کا علماء کے مخالفین سے اعلان جنگ ہے۔

اعجاز کا جواب یه هو نا تها:

اگر کسی صحیح عالم کے تعلق سے حقیقت کے خلاف بدنامی کا سہرا گلے میں پڑ جائے تو اس بدنامی کو ختم کرنا اور غصہ کرنا اس وقت ضرورت کا تقاضا ہے ۔اس لئے میں نے قانون عدل اور تبلیغی ضرورت کے تحت میرے خلاف بکواس کرنے والوں کو اس سفر سے جواب دینا شروع کر دیا ہوں۔مولوی اعجاز کو بھی اس جواب دینے میں متحد ہوکر شریک ہوا چاہئے اور خون کے رشتے کی

حقیقت کو ثابت کرتے ہوئے بدتمیزوں کو کہنا چاہئے کہ:

’’آپ لوگ اس طرح کی بات نہ کریں۔ ہم دونوں بھائی ملے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جو زمین لی ہیں۔ وہ شرعی رول سے صحیح ہے۔ میں بروقت حاضر نہ ہوا۔ نیاز کے معاملے میں ایک موٹی رقم کی ضرورت تھی۔ میرے پاس موٹی رقم نہیں تھی۔ نیاز کا جرمانہ ادا کرنے کے لئے گھر مع زمین بیچا جار ہا تھا۔ کوئی خریدتا تو بھی جرمانہ ہی ادا ہوتا۔ اس وقت ہم سبھوں کے ساتھ الدین بھی بے گھر ہوتے اور مفتی صاحب نے خرید لی تو یہ تو اور بہتر کام ہوا۔ اس سے والدین کا بھی ٹھکانہ ہو گیا۔ ہم بھی آنا جانا کر رہے ہیں۔ جب ہم دونوں میں کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے تو آپ لوگ کیوں ان کے خلاف باتیں کر رہے ہیں؟

یہ جواب مصالحانہ اور خون کے تقاضے کا تھا۔ لیکن آج تک میں نے مولوی اعجاز کے منہ سے میرے مخالفین کو کبھی کوئی مثبت جواب نہ سنا گیا۔ نا ہی سامنے سامنے ایسا رویہ اور اخلاق پایا۔ یہ یقین مانئے کہ دوسروں کے اعتراض کرنے بکنے اور خلاف بولنے سے میں یا میری جگہ پر جو بھی ہوتا۔ وہ کبھی اعجاز کے ساتھ حسن سلوک کر کے زمین واپس کر کے احسان نہیں کر سکتا ہے۔ مگر اس کا رویہ بھی مخالفین کے اعتراض سے ملا ہوا رویہ پیش ہوتا ہے۔ وہ میری اس بات کو مانے یا نہ مانے۔ پاگلوں کی ایک قسم کا اثر تو اس پر بھی ضرور ہے۔ ورنہ وہ ضرور اپنا کام مجھ سے محبت کر کے اور میرے مخالفین کو سخت سے سخت ترین جواب دے کر نمٹا لیتا۔ مقابلہ کرنے سے مسئلہ کبھی حل نہ ہوا ہے۔ نہ ہوگا۔

یہ بات بھی ماننے کی ہے کہ اس کی عقل کی درستگی میری اطاعت وفرماں برداری میں ہی ہے۔ یا اچھے عالم کی نگرانی میں زندگی گذارنے اور حق بات بولنے اور حق عمل کرنے کو سیکھنے میں ہی ہے۔ جو اس کے بداخلاقی کو اخلاق کریمانہ میں تبدیل کر دے اور عدل وانصاف کا پیکر بنا دے!

تنازع کی حقانیت واضح کر دیگا:

یہ بات یقینی ہے کہ مولوی اعجاز اگر حکم ربانی ’’وَاِذَا قُلتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَو كَانَ ذَا قُربٰى‘‘ اور ’’قُولُوا قَولًا سَدِيدًا‘‘ اسی طرح حدیثِ رسول ﷺ ’’قُلِ الحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا‘‘ کہ کہو حق بات اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہوں کے مطابق عمل کرتے ہوئے اعتدال وسچائی کا پہلو اختیار کر کے عورت کی اقتدا چھوڑ دے اور مجھ سے پوری طرح اصلی خونی محبت کے ساتھ میرے مخالفین سے اسلامیات کے خاص تعلق کے ساتھ حد اعتدال میں رہنے

لگے۔ جو میرا دشمن۔ وہ اس کو اپنا دشمن سمجھنے لگے تو یقیناً دو فیملی ایک ساتھ ایک خوشگوار زندگی بسر کر سکتے ہیں اور دشمنوں کا منہ توڑ جواب بھی دے سکتے ہیں۔

فی البد یہ لکھ گئی ہے:

میں مفتی محمد سجاد حسین قاسمی نان پوری اپنے علم دوست احباب اور پرسان حال محبین لوگوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری اس کتاب کے مطالعہ سے ضرور میرے گھر کے مداری کے کھیل کے مدار و محور کی اِسی طرح گھر میں داغدار و فتنہ پرور اور ستمگر کی صحیح نشاندہی ضرور کر لیں گے اور ایک عالم دین کی حیثیت و قدر دانی کا ماحول بناتے ہوئے اپنے دِماغ سے میرے تعلق سے تمام شکوک و شبہات کو دور کرتے ہوئے اس بات کو بھی ضرور محسوس بلکہ تسلیم کر لیں گے کہ یہ گھر کی تمام راز و نیاز والی باتیں بالارادہ لکھی نہیں گئیں ہیں۔ بلکہ ایک عالم دین کو ستایا ہی اتنا گیا ہے کہ فی البدیہ ان کے قلم سے اُن کی مافی الضمیر لکھ گئی ہیں۔ جبکہ دورانِ تحریرِ دل و قلم اپنے گھریلو حالت کو معرض تحریر میں لانے کے لئے بار بار مبین منور بنگلوری شاعر کے شعر بھی مجھے یاد کر کے خیال کر رہا تھا کہ رع:

حالات سناؤں اپنے تو سناؤں کیسے
داستاں دل کی سنانے کے جو قابل نہیں
دامن عدل کو تھاموں تو کہاں سے تھاموں
جبکہ ارباب وطن میں کوئی عادل تو نہیں

اسی طرح مجھے کہاں فرصت تھی کہ قلم اِس طرف چلاؤں؟ اور جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ رع

راز اپنے دوستوں کو بتایا نہ کیجئے
ان سے ہی ہو گا آپ کے رازوں کا انکشاف

لیکن! پھر بھی ''وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِكرَ تَنْفَعُ المُؤْمِنِين '' کہ خیر کی نصیحت کرتے رہو۔ کیوں کہ یہ چیز مؤمن کو نفع پہنچاتی ہے۔ اس لئے میری شکایت کرنے والے رشتے دار افراد اور شکایات سن کر بے چین و مشکوک و مذبذب میں پڑنے والے محبین احباب سے کے لئے یہ فی البدیہہ لکھ گئی تحری سے امید ہے کہ رع:

حقیقت کیا ہے الفت کی سمجھ میں آ ہی جائے گی
کبھی تو آیئے دل میں خلوص بیکراں بن کر

قانون سے ہٹ کر چشم پوشی کیوں نھی؟!

لیکن! علم دین اور اہل علم کی بستیوں میں غلط، غلط کا جو ترانہ میرے تعلق سے پڑھا جارہا ہے۔ وہ قافیہ ردیف کے اصول وقواعد کے خلاف اور بالکل ہٹا ہوا غیر موضوع ترانہ ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو والدین کے حقوق تو خوب یاد ہے اور بجا یاد ہے۔ لیکن اولاد کے حقوق وتربیت کے طریق نبوی ﷺ کیوں یاد نہیں؟ اور کسی کو اگر یاد بھی ہے تو پھر انصاف وقانون کا نظریہ کیوں نہیں؟ قانون سے ہٹ کر چشم پوشی کیوں؟ جبکہ اولاد کے حقوق سے صرف نظر خود مذکورہ قرآن مجید کے حکم کے خلاف ہے۔ اس طرح والدین کی طرف سے سہو کو نظر انداز کردینے سے ان کی عاقبت وآخرت والی زندگی کے بننے اور سدھرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔ آخر والدین کی عاقبت اندیشی کی فکر کون کریگا؟ وہ ماں ہیں۔ وہ باپ ہیں۔ کیا کیجئے گا؟ کے جملے سے کیا والدین قرآن مجید کے صریح حکم کے خلاف کام کررہے ہوں تو ان کی اصلاح نہیں کی جائے گی؟ کیا ان کی غلطیوں سے صرف نظر کر کے قرآن ہی کا حکم بدل دیا جائیگا؟ کیا اس طرح والدین کے احترام کی آڑ میں ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے والدین کو خلاف شریعت کام اور اولاد کے ساتھ ناانصافی کرنے دیا جائیگا؟

کیا ایسے خلاف شریعت رویہ اختیار کرنے والے، والدین "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ہ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ" آیت کریمہ کے ذیل میں نہیں آئیں گے؟ خدا کیا اولاد اور بیٹے کے مابین معاملات میں ہوئے ناانصافی، ظلم وزیادتی پر اس آیت کے مطابق ذرہ ذرہ کا حساب والدین سے نہیں لیں گے؟ کیا اس آیت کا حکم خدائے تعالیٰ اولاد اور والدین کے تقابلی اعمال کے وقت بدل دیگا؟ آیا اولاد کے مقابلے میں والدین کا صریح سے صریح گناہ کا نام بھی نیکی ہے؟ ہرگز نہیں! خدا کا حکم ہر قسم کے بندے کے لئے برابر ہے۔ کیوں کہ خدا کا حکم ہی "پکا قانون" ہے اور قانون الٰہی میں جو جو حکم ہے۔ انہی کے موافق حساب وکتاب ہر ایک بندے سے ہوگا۔ اس لئے بندے کو نیک عمل اور عدل وخیر خواہی کرتے ہوئے اپنی تبلیغی ذمہ داری کو بحسن و خوبی نبھانی چاہئے۔ تبھی اصلاح معاشرہ ممکن ہے۔ ویسے تو علماء تبلیغی ذمہ داریوں کو جانتے ہی ہیں۔ مگر پھر بھی میں بطور تذکیر کے چند احادیث پیش کر دیتا ہوں۔ تاکہ علماء کو احساس ذمہ داری ہو اور عامۃ الناس کو بھی حسن معاشرت قائم کرنے کے لئے راہنمائی حال ہو جائے۔

باب ہفتم

چند احادیث

حدیث (۱): حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مؤمنو کو آپس میں رحم کرنے والا محبت کرنے والا اور ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جیسے ایک ہی جسم ہوتا ہے کہ جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے (بخاری و مسلم)۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے اعجاز، نیاز اور بلکہ گھر کے تمامی افراد کی ہر وقت کی ضرورت میں کم تنخواہوں کے زمانے میں بھی مستقل ساتھ رہا! اگر وہ لوگ میرے اس ساتھ رہنے کو منکر ہیں تو، جواب خدا کے دربار میں انہیں بھی دینا ہوگا۔

حدیث (۲) ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده ''یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور منہ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ اسی طرح ایک حدیث ہے ''المؤمن من امنه الناس علی دمائهم و اموالهم ''یعنی مؤمن سے لوگ مالی اور جانی دونوں اعتبار سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کی ذاتی خیر خواہی مؤمن کا صفت خاصہ ہے۔ وہ دوسرے کو تکلیف دیکر، اپنا مفاد ہر گز حاصل نہیں چاہتا اور ایسا ہر گز نہیں کہتا کہ مجھے اس سے کیا مطلب؟ چنانچہ ''امنه الناس '' کی تفسیر میں حاشیہ میں لکھا ہے ''ولا يختلج فی قلوبهم انه يجیء بمعصية فی اموالهم و انفسهم '' کہ مؤمن کے دل میں ذرہ برابر بھی دوسرے مسلمان کی جان اور اس کے مال کے تعلق سے غلط اِرادَہ پیدا نہیں ہوتا! یعنی ہر حال میں مؤمن دوسرے مسلمان کا فائدہ سوچ کر ہی کام کرتا ہے!!!

اس حدیث کے مطابق میں نے گھر کے تمام لوگوں کی ہر وقت فائدہ پہنچانے والا کام کیا۔ ضرورت پڑنے پر صحیح مشورہ بھی دیا۔ جب میرے والدین نے میرے مشورہ کو ٹھکرادی۔ بھائی نے ترش روئی یا خفیہ طور پر کام کی۔ جس سے میرے سر پہ بوجھ پڑا تب میں نے فتوی کے مطابق

معاملات وحالات کو سدھارنے کی صورت لگائی!

حدیث (۳) : ابوداؤدشریف کی حدیث ہے ''من اشار علی اخیہ علی بامرٍ یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ ''یعنی جوشخص کسی مسلمان بھائی کی طرف غلط خیال کیا۔ جبکہ وہ اندرونی حقیقت سے واقف ہو کہ مصلحت اس میں نہیں ہے تو وہ خائن ہے(دھوکہ باز اور فراڈ ہے)!!!!

اس حدیث کو خاص طور سے وہ لوگ پڑھیں کہ جو کسی کے گھریلو حالات سے واقف ہونے کے باوجودان کی جائداد کو محض اپنے فائدے کے لئے غلط نیت کر لیتے ہیں اور ہڑپ لیتے ہیں۔ میں نے جو مصلحتا والد کی زمین کو اپنے نام کر کے والدین کے لئے ٹھکانہ بنایا۔ اس پر جاہل لوگ معترض ہیں۔ لیکن جو لوگ محض اپنے مفاد کے لئے بلا وجہ شرعی اور بلا کسی حکمت کے علاج کروانے کے بہانے سے دوسرے کی زمین پر ہاتھ ڈال چکے ہیں۔ بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ بعض لوگوں کے گھریلو حالات سے واقف ہیں کہ اہل خانہ خودنزاعی معاملہ میں پھنسے ہیں۔ کئی ایک بھائی ہیں۔ ان کو خود زمین کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ قابل اعتماد کیفیت شخصیت کی وجہ سے ان پر گھر کے فرد نے بھروسہ کر کے اپنا محافظ بنایا۔ لیکن وہی ڈاکو نکل آئے اور بجائے حفاظت کے زمین خود ہی خرید لی۔ ان کو یہ حدیث یاد کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ جبکہ یہ سوچویشن میرے زمین خریدنے میں نہیں تھی۔ اسی حدیث کی بنیاد پر میں نے اہم اداروں سے فتاوی منگوایا۔ جس میں تمام فتاوے میرے حق میں حاصل ہوئے۔

حدیث (۴) : ''لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ''یعنی کوئی بندہ، اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہوسکتا! جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے!!!

میں نے اپنے گھر میں جو کچھ مشورہ دیا تھا! وہ بھائی کو بھائی! اور والدین کو! والدین سمجھ کر ہی دیا تھا! دل کا مالک تو اللہ ہے اور وہی سب ظاہر و باہر رازوں کو جانتا ہے۔ بیشک میں نے جو کچھ اپنے لئے پسند کیا۔ وہی بھائیوں کے لئے بھی کیا! اور والدین کا بھی ہمیشہ بھلا ہی چاہا! لیکن میری شرعی نقطۂ نظر والی پسند میرے بھائی اور والدین کو ہی پسند نہ آئی تو میں کیا کر سکتا تھا؟

حدیث (۵) : ''نعم الرجل الفقیہ فی الدین اِن حتیجَ الیہِ نفعَ واِن اسُتغُنِی عنہ

اغنیٰ نفسہ ''،''یعنی اچھا آدمی وہ ہے جو دین میں سمجھ رکھنے والا ہو۔اگر اس سے حاجتمندی ظاہر کی جائے تو نفع دے اور اس سے بے نیازی ظاہر کی جائے تو وہ اپنے آپ کو بے نیاز رکھے!!!!!

حدیث (۶) : ''اِنَّ اَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا اَحَاسَنُکُمْ اَخْلَاقًا اَلْمَئو طُؤنَ اَکْنَافًا اَلَّذِیْنَ یَأْلَفُوْنَ وَیُؤْلَفُوْنَ (طبرانی) یعنی ''تم میں باعتبار نشست کے مجھ سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور جن کے پہلو دوسروں کے لئے (قانون کی روشنی میں اور تذکیر واحسان کے فرق کے ساتھ) نرم ہیں اور جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں!

حدیث (۷) : ''اَلْمُؤمِنُ اَلَفَ مَألُوفٍ وَلَا خَیرَ فِیمَنْ لَا یَألَفُ وَلَا یُولَفُ ''یعنی: صحیح معنی میں مومن وہ شخص ہے جو محبت کرے اور محبت کرائے اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ خود محبت کرے اور نہ کرائے''! ان کے علاوہ پیچھے جو احادیث لکھی گئی ہیں۔ان تمام مضامین سے بھی متصف ہوں۔ایک بار پھر ان احادیث نبویﷺ پر طرف نظر کرلیں!

پیغمبرانہ ثالثی کا رول ادا کرنا چاھئے :

ان احادیث مذکورہ پر عمل کون کریگا؟ وہی علمائے کرام نا کہ جن کو یہ احادیث یاد ہیں!! لیکن سماج میں کوئی ایسا ایک شخص بھی نہیں مل رہا ہے کہ جو ایسے شکوہ اور غیبت جیسی بری عادت والے والدین کی احادیث مذکورہ کو پڑھ پڑھ کر سنائیں اور دینی ذہن سازی کر کے ان کی اور پوری بستی کی اصلاح کر سکیں اور جو بڑے قابل و لائق بلکہ حقیقی رہنما ہیں۔اہل علم اور دانشوروں کے صف میں ہیں۔خود انہی کی زندگی شیطانی وائرسوں اور شکوہ شکایات سے محفوظ نہیں ہیں۔یہ لوگ ناصح اور سرادار نہیں۔بلکہ ڈیکٹیٹر ہیں۔جاہلوں وخفیہ تنخواہ دیکر کچھ مفاد دکھا کر اپنے حلقہ بگوش کئے یہودی علمائی کی مثال بنے بیٹھے ہیں۔

جو مصلح، چولا پھن کر، جھولا ،لئے پھرتے ھیں:

بہت افسوس کا مقام ہے کہ آج اکثر لوگ بلکہ خاص طور سے، اکثر علمائے کرام اور قوم کے مسائل کو حل کرنے کے ذمہ داران حضرات ہی قرآن واحادیث کی پرواہ نہیں کر رہے ہیں تو جاہل کیا کریگا؟ اور جو کوئی اِکا دُکا لوگ خیال کرنے والے ہیں بھی تو سامنے والے کی بدزبانی اور منہ پھٹ کی وجہ سے، اصلاح کی تین صورتوں ''ہاتھ سے روکنے، منہ سے بولنے اور برا سمجھنے'' میں سے

بس وہ، دل سے برا سمجھنے کی آخری صورت ہی پر عمل کر کے ثواب کما لیتے ہیں!

میں سمجھتا ہوں کہ سورۂ عصر کی روشنی میں اس طرح اپنے آپ کو بالکل ناتواں سمجھ کر بیٹھ جانا بھی اکثر ''نفاق'' کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہہ سے ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ اس طرح صالح معاشرت کی تشکیل کے بجائے جہالت ہی کا دور دورہ ہوگا۔ بیشک ایسا عمل منافق ہی کرتا ہے۔ کیوں کہ علماء اور نفاق میں کوئی جوڑ نہیں ہے! پس جو صحیح عالم دین ہوگا۔ وہ سوائے وحدہٗ لاشریک لہ کے اور کسی سے نہیں ڈرے گا۔ بے خطر قرآن واحادیث کے موافق عمل کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گا!

فضیل ابن عیاض کھتے ھیں کہ :

منافق کی جو علامتیں پیچھے آپ نے پڑھی ہیں۔ ان علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے جیسا کہ ''احوال صادقین'' کتاب ص ۲۹۰ ر رقم طراز ہیں کہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کی ان اوصاف سے تعریف کریں جو اس میں نہیں ہیں اور اس کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگ ان اوصاف سے مذمت کریں جو اس میں ہیں اور جو اس کے عیب اُسے دکھلاتا ہے۔ اس سے عداوت کر لیتا ہے اور جب اپنے ہم عصروں میں سے کسی کا عیب سنتا ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے۔

اس لئے ایسوں سے منہ دبا کر رہنا فتنہ کو جنم دینا ہے۔ اسی وجہ سے جہاں اسلام دین نزاعی صورتوں سے بچنے بچانے کی تعلیم دیتا ہے وہیں سورۂ انفال آیت نمبر ۳۹ ر ''وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ'' : کے تحت حکم یہ بھی دیتا ہے کہ ''ان (منافق) لوگوں سے لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اسلام پر قائم ہو کر سب اللہ کے لئے ہو جائیں'' یہی ایک راستہ فتنہ کو ختم کرنے کا مضبوط ہے۔ چنانچہ اللہ کے اس فرمان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتاب قرآن مجید فتنہ کی کتاب نہیں بلکہ فتنے کو دبانے کے اصول کی کتاب ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اخلاق سے فتنے کو دبانے کی قرآن نے تعلیم دی ہیں۔ لیکن کتوں، سوروں، شیطانوں کی مہم جب تیز ہو جائے اور ان لوگوں کی چال وچلن جب سونامی جیسے آندھی طوفان وسیلاب کا سا سامنے آ جائے تو اپنی حفاظت اور عقیدۂ اسلام کی حفاظت کی خاطر ''جنگ وجہاد'' فرض ہے۔

یہ فتنہ جنم دینا کو نہیں۔ فتنے ہی کو ختم کرنے کی آخری اور مجبوری والی تعلیم ہے۔ اسی طرح کا حکم سورۂ شعرا ۸۸۔۸۹ اور سورہ مائدہ ۷ ر میں بھی ہے۔ فافہم وتدبر! سمجھو! جانو! اور قرآن کے اس

فتنے کوختم کرنے والی صورت جنگ کو جو وسیم رضوی جیسے لوگ فتنہ کوجنم دینے کا پرچار کیا ہے۔اس پر اس نکتہ کی تبلیغ کرو!ورنہ سوال کرو کہ کسی ملک کی حفاظت کے لئے فوجی سیکوریٹی نہ رکھی جائے۔کتوں اور جانوروں سے جب لالے پڑ جائے تو ہاتھ میں ڈنڈے نہ رکھے جائیں۔تیر تلوار، اور ہر مار کاٹ والی چیزوں اور بموں ،میزائیلوں وغیرہ آلات جنگیہ حفاظتیہ کوختم کر دیئے جائیں۔جوا اگر نفی میں ہے تو قرآن کے موقع محل سے حکم جنگ کوفتنہ ختم کرنے کی آخری مجبوری والی تعلیم کو اپنانا فرض جانو!انہی احکامات میں سے میرے گھریلو معاملے کی صورت جنگ کی بھی ایک کڑی ہے۔

غیبت پر شہ دیتے ہیں:

مگر فضیل بن عیاض جیسے واقعہ پرعمل کر کے لوگ فتنہ کو کم کیا کریں گے تو مزید غیبت پر شہہ دینے کے واقعات جورونما کرتے ہیں۔بلکہ غیبت کرنے والا غیبت سننے والے کو’’ولی کامل اور خیر خواہ‘‘ سمجھ کر مزید اندر سے اندر کی بات کہہ دیتے ہیں۔غیبت سننے والا اسی دوران موقع پا کر حاجی،قاضی،نمازی،مرشد،امام،تہجد گذار ہونے کے باوجود،مفاد حاصل کرتے ہوئے بھی اَپنے آپ کو بڑا عقلمند اور پارسا بنے رہتے ہیں۔ایسوں کے لئے بس حضرت قاری طیب صاحبؒ کی لکھی نعت کے اس مصرع کے ذریعہ خدا سے یہی دعاء کر سکتے ہیں کہ:ع ر

چھپے ہیں رہزن بشکل رہبر
خبر تو عالی مقام لے لو

کاش کہ ناصح نصیحت کرتاکہ!

کاش کہ سماج کے معتبر لوگ شکایت کرنے والوں کو غیبت ،چغلی ،دھوکہ وغیرہ جیسے شیطانی روحانی وجسمانی وائرسوں سے محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے یوں اس کو چھوڑ دینے کی ذیل کے واقعہ پرعمل کرتے ہوئے نصیحت کرتے تو کیا ہی خوب ہتا!دیکھئے!انسان کس کو کہتے ہیں!وہ نبیﷺ سے محبت کرنیوالے ان کے ایک عاشق کے عمل واقعہ سے عبرت لیجئے اور خود کو ایسے ہی بننے کی کوشس کیجئے۔انشاءاللہ معاشرہ میں نور ہی نور ہوگا۔

ایک واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت ابوداؤدؒ کا گزر ایک مجمع کی طرف ہوا، جو ایک آدمی کے گرد اکٹھا تھا۔لوگ

اسے مار پیٹ رہے تھے اور گالیاں دے رہے تھے۔انہوں نے حقیقت حال دریافت کیا۔''مَـــا الخبرُ'' کیا بات ہے؟لوگوں نے کہا:''رجل وقع فی ذنب کبیر' 'ایک آدمی ہے۔جس نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ہم اس کی پٹائی کر رہے ہیں۔حضرت ابودرداؓ نے ان سے پوچھا کہ'' اَرَیتُـمُ لَو وَقَعَ فِی بِئرٍ اَفَلَمْ تَکُونُوا تَسْتَخرِجُو نَهٗ مِنهُ''یعنی:اگر یہ شخص کسی کنویں میں گر جاتا!تو کیا تم اُسے وہاں سے نہ نکالتے ؟ سب نے کہا:بَلــــیٰ:ہاں!ہاں! کیوں نہیں؟ حضرت ابودرداءؓ نے ان لوگوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا''لَا تَسُبُّـوهُ وَا تَـضْـرِبُـوهُ وَ اِنَّمَا عِظُوهُ وَ بَصِّرُوهُ وَاحْمِدُ وُاللـهَ الَّـذِیْ عَـافَـاکُـمْ مِـنَ الوُقوعِ فِی ذَنبِهٖ'' پھر تم اس کو نہ گالی دو۔نہ مارو پیٹو۔بلکہ صرف سمجھانے بجھانے اور وعظ ونصیحت کو کافی سمجھو!اس بات پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس گناہ سے محفوظ رکھا۔لوگوں نے پوچھا:اَفَلَا تُبغِضُـه :تو کیا آپ اِسے ناپسند نہیں کرتے ہیں؟ حضرت ابودرداؓ نے جواب دیا:اِنَّـمَـا اُبغِضُ فِعلَهٗ فَاِذَا تَرَکَهٗ فَهُوَ اَخِی''میں صرف اس کے گناہ کو ناپسند کرتا ہوں۔اس سے باز آجائے تو پھر یہ میرا دینی بھائی ہے!!!

حضرت ابودرداؓ کی یہ بات سن کر وہ لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور اپنے گناہ سے توبہ کرنے لگے۔یہ سب زبان کی تعلیم ہے۔جب زبان اور دل انسان کا دوست بن جائیں تو دو جھگڑنے والوں کے نزاع کو'' قل الحق و ان کان مرا''حق بات کہو۔اگر چہ کڑوی ہی کیوں نہ لگے''حدیث کا خیال کرتے ہوئے حسن عمل سے (معاملہ)ختم کیا جاسکتا ہے(احوال الصادقین)۔

موجودہ معاشرت میں :

حضرت ابوداؤدؒ جیسی شخصیت کی سخت ضرورت ہے۔نیک دل آدمی جو دل و زبان دونوں سے مسلمان ہوں۔قانونِ اسلام اور اخلاق سے ہی کوئی کام کرتا ہے۔اگر کسی کے اخلاق کو کوئی چھپا دے تو اس کی تحقیق کی جاوے۔بعد تحقیق کے غلطی ثابت ہو جائے تو حضرت ابوداؤد جیسے مزاج سے افہام وتفہیم مع دلائل سے کام لے کر اس کی اصلاح کرتے ہوئے ایک اچھی معاشرت کی فضاء قائم کریں!!!

حسن معاشرت کی حسین مثال قائم ہوجائے گی:

اگر اس طرح مخلص بن کر کوئی نزاع کو ختم کرنے کے لئے آگے آئے اور شرعًا ناحق فریق کو

سمجھا ئیں تو کسی کو کسی کے تعلق سے شکایت کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی ہے کہ کوئی غیبت کا بازار گرم کرتے پھرے!! بلکہ غیبت کا مکمل خاتمہ ہی ہو جائیگا اور حسنِ معاشرت کی ایک حسین مثال قائم ہو جائیگی! لیکن اچھے خاصے سمجھدار لوگ اپنے ناصحانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے بالکل برعکس رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اگر ان سے تنہائی میں بات کرو تو آپ کی حمایت کریں گے اور شکایت کرنے والے کی برائی بیان کریں گے۔ لیکن جب موقع (اسپارٹ) پہ حق بولنے کی ضرورت ہوتی ہے تو پھر ان کو سانپ سونگھ جاتا ہے اور وہ بس خاموش اُلّو کی طرح تکتے رہتے ہیں۔

خصوصا مولوی اعجاز کے حامیان لوگ ساتھ میں پھرتے رہے۔ لیکن ان لوگوں کو ثالثی کا رول ادا کر کے دونوں بھائیوں میں اتحاد کے لئے رول ادا کر کے یکجہتی کی مثال قائم کرنا تھی۔ لیکن وہ لوگ بھی محض کنارے کنارے ہی پھرتے رہے اور تنہائی کی گفتگوؤں میں مصروف رہے۔ ان لوگوں کے علاوہ سماج میں بہت سارے دوسرے ایسے لوگ بھی ہیں۔ جن کی زندگی آئینے کی طرح صاف وشفاف ہے۔ بحیثیت انسان کے اگر چہ خطاء ونسیان کا امکان رہتا ہے۔ لیکن وہ صفت تواضع کی بنیاد پر قابل عفو ہوتے ہیں۔ ان کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو چھپائی جائیں اور ان سے صرف نظر کر کے ان سے معاشرت کی تشکیل کا کام لیا جائے تو بیشک معاشرت میں ایک بہترین ماحول بن سکتا ہے۔ لیکن اکثر ایسے لوگ غریب بھی ہوتے ہیں۔ ان کی نیکی کو ان کی غربت چھپا دیتی ہے۔ ان کے علم سے نفع عام ہونے دینے میں شیطان ظالم وباطنی گنہگار مشاہیر لوگوں کے رعب ودبدبہ کے ذریعہ رکاوٹ ڈالے ہوتا ہے۔

ایسے باصلاحیت افراد کو لوگ زمین، جائداد، یا میاں بیوی، یا گھر کے کسی نہ کسی افراد کے درمیان، ایسی خطرناک قسم کا جھگڑا شیطان کے جنت سے نکلوانے کی صورت اختیار کرنے کی طرح لگا دی جاتی ہے اور کیس مقدمہ میں پھنسا کر حسد کی آگ نکالی جاتی ہے کہ اس خانہ جنگی میں یہ شریف شخص الجھ کر اصلاح معاشرہ اور تبلیغی کام کے لئے سامنے آ ہی نہ سکیں۔ ان کی یہ سماج میں برائیوں کے پھیلانے کی حرکت صوفیانہ انداز وصفات میں ہیں۔

میرے گھر میں یہی صورت ہے:

میرے والدین بھی صرف اور صرف منافقوں کی پڑھائی پڑھی جا رہی ہے۔ غیر شرعی معاملات میں ضد پر اڑے ہوئے بھیک مانگنے کو تو ثواب سمجھ رہے ہیں۔ لیکن متحد ہونے اور نزاعی

معاملات میں حق بات کو تسلیم کر لینے میں اپنی ذلت محسوس کر رہے ہیں۔یعنی جو ذلت کا کام ہو۔ اس کو سیٹھی اور ضد سے کرنے میں کچھ عار محسوس نہیں کر رہے ہیں اور جو سیٹھی اور عزت کا کام ہو اس کو ذلت آمیز کام گردان رہے ہیں۔

ان تمام بیماریوں کی بنیاد:

یہ مزاج شیطانی وائرسوں سے بچنے کے اصول عدل وانصاف کے قانون پر عمل نہ کرنے کی بنیاد پر ہے۔جس سے غربت، جہالت، نگہبان کی نگہبانی کی مخالفت، بلامشورہ اور من موجی، کام، اور مرتے دم تک اپنے حق اور عالم و مشیر کار بیٹے کی علمی وقرآنی مشورہ قبول نہ کر کے محض اپنی جہالتی دماغ سے سیٹھی و آزاد بنے رہنے کا ماحول ومزاج پیدا ہوتا ہے۔

میں محسوس کر رہا ہوں کہ اسی مزاج کی وجہہ سے یہ لوگ جس نے جو پڑھا دیا اور بظاہر وہ اچھا معلوم ہوا۔اسی کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔خصوصا ،یکطرفہ نظریہ، عدم تقوی،اَنا، بدگمانی ،جھوٹ،تعصب اور اپنیتی کے ساتھ قدیم روایتی رسم ورواج اور دہنیت کا تو ان کے مزاج میں عظیم اِجتماع ہے! یہی وجہہ ہے میری شکایت کے عام ہونے کی!!!!!

قانون میں احسان تلاشنا درست نہیں!

پھر یہ بھی جانئے کہ جو لوگ شیطانی وائرسوں سے بیمار پڑ جاتے ہیں۔وہ دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے کی امید کرنے لگتے ہیں۔اپنے معاملات میں تو احسان چاہتے رہتے ہیں۔لیکن جب دوسروں کا معاملہ آتا ہے تو احسان کرنے کا تصور بھی نہیں کرتے ہیں۔بلکہ قانونی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ویسے بھی احسان قانون کے ضد میں ہی ہے۔''احسان'' میں لچک ہے۔وُسعت ہے۔چشم پوشی اور رِعایت ہے۔یہ از قبیلِ محبت و مؤدت ہے۔یہ اِختیاری چیز ہے۔اس کا منکر اور چھوڑ دینے والا قابل سزا نہیں! لیکن ''قانون'' میں ایسا نہیں ہے۔''قانون'' کسی بھی چیز کے وجود کے لئے جو ضروری چیزیں ہوتی ہیں۔جن پر عمل کرنے کے بعد ہی اس چیز کا وجود اور نام رکھا جا سکتا ہے۔اِن ضروری چیزوں پر مناسب ترکیب کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے۔فقہ والے اس کو ''ارکان'' کہتے ہیں۔جیسے ''چائے'' نام ہے پانی،شکر، چائے پتی اور آگ سے پک کر تیار شدہ عرق کا۔پس ''پانی،شکر، چائے پتی اور آگ'' کے مجموعے میں سے کسی بھی چیز کی کمی سے ''چائے'' ''چائے'' نہیں بلکہ دوسرا نام پا جائے گا۔

مثلاً پانی شکر ملادیں تو شکر کا عرق والا میٹھا نام ہوگا۔اسی کو آگ پر پکادیں تو نام ''شیرہ'' ہوگا۔شکر پتی ملادیں تو ''شکر میں پتی'' میکس ہوگئی فضول نام ہوگا۔شکر آگ پر پکائیں تو شکر گھل کر جل جائیگا فضول کام ہوجائے گا۔آگ پانی کو ملادیں تو گرم پانی نام پڑ جائے گا۔یعنی ''چائے'' کے اصلی ''پانی، شکر، چائے پتی اور آگ'' کے مجموعے میں سے کوئی ایک کو چھوڑ کر دوسرے میں ملانے سے ''چائے'' نام نہ ہوگا۔ بلکہ مختلف ناموں سے ملقب ہوگا۔پس چائے نام کے لئے اس کے ضروری ارکان ''پانی، شکر، چائے پتی اور آگ'' کو ملا کر مناسب ترکیب دینے سے چائے نام اصلی ہوگا۔اس لئے ''پانی، شکر، چائے پتی اور آگ'' ''چائے'' کے لئے ارکان ہوئے۔

اسی طرح جتنے فرائض ہیں۔ان سبھوں کا حال ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالی نے جن چیزوں کو فرائض میں داخل کیا ہے۔ان کو بغیر شرعی مجبوری کے چھوڑنا جائز نہیں ہے۔جیسے نماز، روزہ فرائض میں سے ہیں۔ان کو کسی بھی قیمت پہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ ''قانون وارکان'' میں عمل ہر حال میں لازم ہے۔اگر کوئی خاص مجبوری لاحق ہوگئی تو بھی فرض معاف نہیں۔اس میں رعایت نہیں ہے۔البتہ اس کی تو قضاء ہے۔یہ اور بات ہے کہ لوگ محبت وعشق میں قانون کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔مگر یہ خدا کا حکم نہیں ہے۔بلکہ انسانی مزاج اور احترام میں عمل کرلیا جاتا ہے۔یہ بھی غلطی ہی ہے۔لہذا! قانون کے وقت احسان کو تلاش کرنا بالکل غلط و بے محل ذہنیت ہے۔

قانون کی مثال:

یہی صورت اعجاز میاں چاہتے ہیں۔اس کو ایک اور مثال سے سمجھے کہ جیسا کہ ''تیز چھری اور تلوار'' ہے۔اس کے اندر کاٹنے کی صفت ہے۔اِس سے بچہ کاٹے گا تو بھی چیز کٹ جائے گی۔بڑا کاٹے گا تو بھی کٹ جائیگی۔سمجھدار کاٹے گا تو بھی کٹ جائیگی۔پاگل دَدِیوانہ کاٹے گا تو بھی کٹ جائیگی۔اسی طرح دُھوکے سے کسی کے لگ جانے پر بھی چیز کٹ جائے گی اور جان بوجھ کر کاٹنے سے بھی چیز کٹ جائیگی۔پس چھری اور تلوار کی یہی کاٹنے کی ذاتی صفت کا نام ''قانون'' ہے۔معلوم ہوا کہ قانون کے اندر جو صفات ذاتیہ اصلیہ ہوتی ہیں وہ کبھی الگ نہیں ہوسکتی ہیں۔پس چھری کی ذاتی صفت لازیہ ''کاٹنا'' ہے۔یہ چیز چھری کی دائمی ہے۔اسے کوئی بھی استعمال کریگا۔اپنی صفت کو ظاہر کریگا۔

البتہ اس قانون پر عمل کرنے میں اختیار ہے۔اللہ نے اس کے اختیار کو قانون عدل کا پابند رہنا

ضروری قرار دیا ہے۔جیسا کہ کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو اب خدا کا حکم اور قانون ہے ''قصاص لینا''،یعنی ''قتل'' کے بدلے ''قتل'' کر دینا۔لیکن مقتول (جو قتل ہوا) اس کے ولی اور ذمے دار کو اختیار ہے کہ وہ احسان کرے اور چھوڑ دے۔لیکن جس قانون میں اختیار نہیں جو منجانب اللہ بندوں پر ہر حال میں لازم ہیں۔جن کو ''فرائض اصلیہ'' کہا جاتا ہے۔اس میں خود اصلی قانون داں ''رب کائنات'' کو اختیار ہے۔جیسے نماز ،روزہ،حج وزکوۃ،وغیرہ۔ان میں بندہ اپنی طرف سے چھوڑ نہیں سکتا ہے۔انہیں اختیار نہیں ہے۔بلکہ ہر حال میں عمل کرنا لازم ہے۔

اِسی طرح آگ،پانی وغیرہ دُنیا کی تمام چیزوں میں دو،دو صفتیں ہیں۔اِیک قانون کی دُوسری رُو رِعایت کی۔پس صحیح یہی ہے کہ قانونی چیزوں میں قانون پر عمل کیا جائے اور احسان و مروت کے حالات میں احسان پر عمل کیا جائے اور جو کوئی محبت میں قانون کی پرواہ نہ کرے تو اس کا ذمہ دار قانون توڑ کر محبت کرنے والا ہے۔خدا تو اس صورت میں قانون ہی پر عمل کرے گا۔خواہ والدین ہوں کہ کوئی رشتے دار وغیرہ۔

مشورہ ''قانون'' معلوم کرنے کا نام ہے:

پس جانو کہ ''مشورہ کرنا'' اصل میں ''قانون'' معلوم کرنے کا نام ہے اور صحیح یہی ہے کہ قانونی چیزوں میں قانون پر عمل کیا جائے اور احسان و مروت کے حالات میں احسان پر عمل کیا جائے۔یعنی چیز کو ان کے مقام اور حد پوائنٹ اور نارمل صورت میں عمل کیا جائے۔

آج کل لوگ قانون اور مشورہ دونوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے ہیں۔بلکہ مفاد کے پیش نظر دونوں میں ملاوٹ کر دیتے ہیں۔جہاں ''قانون'' سے اپنا مطلب نکلتا ہے۔وہاں سختی سے قانون کی تلاش اور اس کے لئے ہنگامہ کرتے ہیں۔جہاں احسان سے مطلب و مفاد حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔وہاں قانون جانتے ہوئے بھی زبردستی،رُو رعایت اور احسان کرنے کیلئے ظلم کرنے لگتے ہیں۔یہی مزاج میرے گھر کے لوگوں کا اور مولانا اعجاز کا ہے۔اسی وجہ سے وہ حکمت سے عاری ہو کر میرے تعمیراتی خرچ کے حساب کو ماننے سے انکار کر دیا۔

گھر گھر میں وجہ نزاع:

میرے گھر کے علاوہ دنیا کے تمام گھروں میں جو نزاع ہے۔ماں،باپ،بھائی بہنوں میں جو دُوری نظر آ رہی ہے۔اس کی وجہ یہی قانون کی بے پرواہی،من چاہی عمل ہمہ وقت احسان لینے اور احسان نہ کرنے والا نظریہ ہے۔حقوق کے خلاف نظر رکھنی ہے۔جبکہ اللہ تعالی نے قانون و

احسان میں فرق کر کے صحیح جانچ وپڑتال کرنے کا اواجبی طور پر اپنے حکم'' فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنتُمْ لَا تَعلَمُونَ'' کے ذریعہ کیا ہے۔جس کا مطلب ہے کہ''اگر تم (قانون وحقیقت شی کا علم نہیں رکھتے اور) نہیں جانتے ہو تو پہلے جان لو اور معلوم کر لو''۔

دُو طرح کے حقوق ھیں!

جاننا چاہئے کہ ہر انسان خواہ وہ والدین کے درجے میں ہوں یا کہ کوئی بھی رشتے دار ہر ایک کے مابین دُو طرح کے حقوق ہیں۔اِیک: قانونی۔دوسرے رِعایتی! قانونی باتوں میں تو ہر دُو کے حقوق برابر، برابر، دَرجے کی ہوتے ہیں۔ان میں جس طرح خدا نے بنایا ہے۔اُسی کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔اسی کو خدا نے کہا ہے'' مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنهُ فَانْتَهُوا'' کہ!اے میرے بندے!(میرے رسولؐ مقبولﷺ نے) میرے بتلائے قانون و طریقوں میں سے) جتنا بتلایا ہے۔جس مقدار و پوائنٹ میں بتلا دیا ہے۔اتنے ہی عمل کرو!اور جن چیزوں سے (جس مقدار میں) منع کیا ہے!بس وہیں رک جاؤ!(اپنی مرضی اور خواہش مت چلاؤ) کہ اِس میں رُو رِعایت کبھی کچھ نہیں ہوسکتی ہے۔

پس خدا کے مقابلہ میں مخلوق کی رِعایت کرنا یہ غیر قانونی ہے۔گناہ ہے۔خدا نے اِسے'' وَلَا تَعَاوَنُو علَى الِاثْمِ وَالعدُوَانِ'' یعنی'' گناہ اور ظلم وفساد کے کاموں میں کسی کی مدد، رو رعایت نہ کرو''،حکم کے ذریعہ منع فرما دیا ہے۔خواہ والدین ہی کیوں نہ ہوں۔پس والدین اولاد کو شرک کرنے کا حکم دیں، نماز روزہ اور فرائض وواجبات سے منع کرے یا ایسا کام کریں جس سے نقصان ہی نقصان ہو رہا ہو اور یہ معلوم ہو رہا ہو کہ والدین کو اگر نہ روکیں گے تو!ان کے نقصان کے ساتھ ساتھ اولاد کا نقصان بھی لازمی ہوگا!

مثـــــــلاً:

کسی کے شیطان والد اپنی بہو کے ساتھ زنا کر بیٹھے۔یا زِنا جیسی حرکات کر بیٹھے۔غلط نظریات اور غلط رشتہ قائم کر لے۔چوری کر لے۔شراب پی لے۔کسی کو جان سے مار کر مجرم وملزم ٹھہر جائے۔وغیرہ وغیرہ تمامی حالات میں رُو رعایت ہرگز نہیں ہوگی۔بلکہ قانون پر عمل ہوگا۔یہاں قانون پر عمل کرنے میں سختی سے ان کی اصلاح مقصود ہے۔اگر سختی نہ کر کے احسان ومروت کا معاملہ برتیں گے تو ماحول مزید پراگندہ ہو جائیگا۔اس طرح پھر قانون کا کوئی مطلب نہیں رہ جائیگا۔بلکہ خواہشات نفسانیہ کا دخل ہو جائیگا۔

پس اگر کہیں پر کوئی جماعت باہم مشورہ کر کے زانی ،شرابی ،قاتل اور نماز سے روکنے والے اسی طرح کسی لڑکے پر بے جا دوسرے لڑکوں کے لئے ظلم کرتے ہوئے خدا کے قانون اور حقیقت حال کے خلاف احسان کرنے پر زبردستی کریں اور مشورہ کر کے کہیں کہ'' چھوریئنا !والد ین ھیں !کیا کیجئے گا !معاف کر دیجئے'' تو ترغیب نہیں چلے گی ۔ایسی جگہوں میں والدین کو سزا ملے گی ۔بیٹا کچھ نہیں کر سکتا ہے ۔بلکہ ترغیب دینے والے بھی ''وَلَا تَعَاوَنُوابِالِاثْمِ وَالْعُدْ وَانِ '' کہ تم کسی کی مدد اس کے گناہ اور ظلم کے معاملے میں مت کرو'' حکم ربانی کے تحت سزاوار ہوں گے ۔یہاں پر اس شخص کو سزا دینا ظالم کی گناہ سے بچنے کے لئے مدد کرنی ہے ۔

مشورہ کو اھمیت نھیں دی گئی:

میرے گھر میں جو میرے والدین کو پریشانی آئی ہے اور منجملہ طور پر کہتا ہوں کہ اکثروں کے گھروں میں بھی اس طرح کی پریشانی ہے ۔یہ سب قانون کی مخالفت ،مشورہ کے بغیر کام کا انجام دینا اور وساوس شیطانی کے لئے جو علاج مقرر ہے ۔اس سے بے پروائی کرنے کی بنیاد پر ہے ۔میرے مشورے کی میرے گھر میں کبھی کوئی اہمیت ہی نہیں دی گئی !چلئے !پہلے کچھ معلوم نہیں تھا!لیکن جب گھر میں ایک عالم پیدا ہو گیا ۔تب عالمانہ مشورہ سے کام کرنے میں کیا بلا تھی ؟

جبکہ عام طور سے کسی کے گھر میں ایک عالم دین حافظ بن جاتا ہے تو دادا ہوں کہ اَبا یا کہ اَماں !سب کے سب خوشی کا اِظہار کرتے ہیں ۔یہ لوگ خاص طور سے اپنے گھر کے عالم دین اور مفتی فرزند کے سامنے اپنے بڑا پن اور عمر کا لحاظ بالکل نہیں کرتے ہیں ۔بلکہ کم عمری کی رہبری میں اپنی اَگلی زندگی کی ترقی کا شوق اور مزید ترقی کا اِرَادَہ رکھتے ہیں ۔ایسے ہی میرے گھر کے لوگوں پر بھی فرض تھا کہ وہ میرے علمی وقار کا خیال کرتے اور میرے علمی مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتے !

لیکن یہاں تو کسی ایک معاملہ میں کہیں پر غلطی نہیں ہوئی ہے ۔اگر کسی ایک موقع سے کوئی غلطی ہو جاتی !یا مشورہ کے بغیر کام ہو گیا ہوتا تو !کہا جاتا کہ چلو دھوکہ ہو گیا ۔لاعلمی اور جہالت سے کسی کی رہنمائی نہ ملنے سے ایسا ہو گیا !

لیکن !یہاں تو قدم قدم پر غلطیاں ہو نہیں گئیں ہیں !بلکہ جان بوجھ کر غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے باوجود ہوش وحواس کے ساتھ غلطیاں ہی غلطیاں باضابطہ کی جارہی ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ کسی موقع سے میں نے غلطیوں کی سدھار کرنے کے لئے صحیح مشورہ دیا بھی

تو وہاں پینترا بدل کر سجاد ہی کو الگ کر دیا گیا اور خفیہ طور پر آپس ہی میں اپنی ذہنیت کے افراد سے من موجی طور پر اُلٹا پُلٹا اور غیر شرعی مشورہ کر کے مصائب و آلام کو خود خرید لئے اور جب تکلیف آئی! سر پہ بوجھ آیا! تو سب وسہرا، مفتی سجاد کے گلے میں باندھ دیا گیا۔

والد صاحب کی وفات کے بعد بھی یہی صورت حال پیش آئی۔ اس طرح میری مفتیانہ حیثیت کو بھی خود میرے گھر میں ہی ناس کر دی! جس کا اظہار مولوی اعجاز کے قول وعمل سے اس سفر میں خاص طور سے ثابت ہو گیا۔ میرے خواب کے دوسرے شق کہ ''میرے ساتھ کوئی شخص سانپ بھون کر کھاتے مجھ سے دور چلے جا رہے ہیں'' یہی تعبیر ہے کہ اعجاز میاں بجائے متحد ہونے کے سخت مخالف بن کر الگ ہو گیا اور دشمنوں کے ساتھ دوستی کرتا رہا۔ جس نے بار بار یہ شعر پڑھنے پر مجبور کر دی کہ رع:

غیروں سے ساز باز ہے اپنوں سے بیر ہے
دشمن کی شکل میں اپنی جماعت ہے دوستوں

لیکن حق حق ہے! انشاء اللہ! میں نے پیچھے بھی لکھا ہے۔ اب بھی پیش کرتا ہوں کہ رع:

لہو کے چھینٹے بتائیں گے کون ہے قاتل
تھا کس کے ہاتھ میں خنجر، سمجھ میں آئے گا

آج نہیں تو کل کم از کم ایک بار تو خیال کر و اور

کبھی تو اپنے کرم انگلیوں پہ گن لینا
ہے ہم میں کون ستمگر سمجھ میں آئیگا

یہی ناسمجھی نے اعجاز ج جیسے لوگوں کو اپنی اصلی حقیقت اور غیرت کو بھلا دیا۔ جس کو یاد کرنے کی ضرورت ہے کہ:

تم کیا تھے ہو گئے کیا غیرت کہاں تمہاری
شاہنشہی کو چھوڑا اور بن گئے بھکاری

تیزی سے جا رہی ہے پستی میں عزت تمہاری
تم کو نہیں ہے کچھ بھی احساس ذمہ داری

باب ہشتم

ایک اہم نصیحت و دعاء

اخیر میں ایک نصیحت قرآن کے حوالہ سے کرتا ہوں! شاید کہ کہیں احساس ذمہ داری پیدا ہو جائے اور حق بات کی طرف چلنے کے لئے آنکھیں کھل جائے! وہ یہ کہ سورۂ عصر میں اللہ تعالیٰ نے چار باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایمان لانے کی۔ یعنی ہر کچھ اللہ سے ہوتا ہے۔ اس پر یقین کرنے کی۔ دوسرے نیک عمل کرنے کی۔ مراد اس سے جسم کے تمام پارٹس سے جو جو عمل سرزد ہوتا ہے۔ ان سبھوں کو ان کے قوانین کی روشنی میں انجام دینے کی۔ تیسرے صرف خود کو قانون کی روشنی میں چلنے سے کام نہیں بنے گا۔ اس لئے اپنی صحت و بھلائی کے اعمال کے ساتھ اسی عمل کی دوسروں کو تبلیغ کرنے کی۔ چوتھی بات یہ کہ اس بات کی تبلیغ میں مصیبت گالی گلوج اور میری طرح بدنامی کا سہرا پہننا پڑیگا۔ اس سے پیچھے نہیں ہٹنے کی۔ بلکہ حق بات کی وصیت جاری رکھنے کی اور اس میں پیش آمدہ تکلیف کو برداشت کرنے کی اور صبر کرنے کی۔

علاوہ ازیں چار باتوں کے آیت مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اجتماعیت کو مشورہ سے باقی رکھنا اور متحد رکھنا۔ پھر آیت خبر کی روشنی میں سنی سنائی باتوں سے پرہیز کرتے ہوئے ہر خبر کی براہ راست تحقیق کر کے عمل کرنا۔ دغلوں کی شناخت کرنا۔ جب حق بات ثابت ہو جائے تو مان لینا۔ اپنی ہی بات و مزاج کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹ، چوری، دھوکہ، الزام تراشی وغیرہ روحانی امراض سے بچنا، اور لوگوں کے مرتبے کے مطابق عزت دیکر اخلاق کریمانہ اپنے اندر انسٹال کرنا کہ اسلامی تعلیمات کا حاصل ہی اخلاق مند بننا بھی زندگی میں تکلیف سے بچنے کی ترکیب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ: اگر یہ سب تعلیمات میرے پیش نظر نہ ہوتیں تو شاید میں پاگل ہو جاتا! لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ان تعلیمات سے میں واقف ہوں۔ اس لئے میں نے صبر و تحمل کے ساتھ

مذکورہ باتوں پر عمل کیا اور جو میرے خلاف لوگ شکایات کر کے مذکورہ تعلیمات اسلامیہ کے خلاف کر کے گناہگار بن رہے ہیں۔خصوصا مولوی اعجاز اور افسانہ خاتون کا جو غیر اخلاقی رویے ہیں۔ان قلب میں تکلیف وصدمہ ہی اتنا پہنچا کہ حقائق کو بنیت تبلیغ اوراصلاح کے کتاب وسنت کی روشنی میں راز سر بستہ کو اظہار کرنا پڑا اور اس شعر کو پیش کرنا پڑتا ہے کہ رع ر

نہ آپ صدمے ہمیں دیتے نہ ہم اظہار یوں کر تے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رُسوایاں ہوتیں

اخیر میں یہ کہ اگر ستم گر کو کچھ سمجھ میں نہ آئے تجھے تو محمد رفیق کا گانا میرے لئے صبر کے ساتھ موضوع ہے کہ:

دل کے ارماں آنسوؤں میں بہ گئے
ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے

دعـــــا:

ہے کہ: اللہ تعالی مولوی اعجاز اور سیٹھانی افسانہ کو اور ان جیسے دیگر احسان فراموش لوگوں کو ہدایت تامہ اور صحیح سمجھ عطا فرمائے! آمین ثم آمین۔یہ تبلیغی مضامین شاید ان دونوں کے ساتھ ان کے تمام پرسان حال کے لئے ثابت ہوجائے۔گرقبول افتدز ہے قسمت! ورنہ'' وَمَـا عَـلَـيۡـنَـا اِلَّا البَلَا غُ'' میرے اوپر تو بس پہنچانے کی ذ ز ہ داری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مطبوعہ کتابیں

☆ : میاں بیوی کے اختلافات اوران کا شرعی حل مکمل دوجلد۔مطبوعہ مکتبہ طیبہ دیوبند

☆ : مسئلۂ اقامت۔مطبوعہ مکتبہ سعدین بنگلور

☆ : تحفۃ المسائل۔مطبوعہ مکتبہ سعدین بنگلور

☆ : بدعات الموتیٰ مکتبہ سعدین بنگلور

☆ : ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے

مکمل مسودات غیر مطبوعہ کتابیں ا(مسودات)

☆ : تاریخ عالم

☆ : تاریخ نان پور

☆ : احسن التواریخ (تاریخ اسلام پر مکمل دستاویز)

☆ : نفقۂ والدین پر ایک تقابلی مطالعہ۔

☆ : تحفۃ المقررین

☆ : وہ دوغلا ہے

☆ : مجموعۃ الفتاوی مکمل چار جلدیں

☆ : کرونا کے پیچھے کیا ہے؟ (عالمی سازش بے نقاب)

☆ : خون کے آنسوں!

☆ : نامکمل مسودات غیر مطبوعہ کتابیں ا(تقریبا ۷۰ کتابیں)

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو زندگی سے زیادہ عزیز پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے نام کے ساتھ تمام اساتذۂ کرام اور ''اعدِلُوا ھُوَ اقرَبُ لِلتّقویٰ'' کی مثالی دنیا کے تمام عادل و سچے لوگوں کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی توجہ خاص کی وجہ سے مجھے حق بات قانون عدل کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بانی ومہتمم :

جامعہ دارالثقلین یاسین نگر بنگلور۔۴۳

نائب سکریٹری: تحفظ مدارس کرناٹکا

کنوینر: وِدّوَان مورچہ کمیٹی منجانب ویلفیر پارٹی آف انڈیا،

شاخ کرناٹکا (ہند)

مؤرخہ: ۵ر مئی ۲۰۲۱ء

ملنے کا پتہ:
مفتی محمد سجاد حسین القاسمی
نان پوری، ضلع سیتامڑھی بہار۔۸۴۳۳۳۴
مقیم حال: یاسین نگر محلّہ بنگلور۔۵۶۰۰۴۳/
صوبۂ کرناٹک (الہند)
موبائل: 9448606806
ای میل(E-mail:) :
mshqasmi55@gmail.com